بسم اللہ الرحمن الرحیم

بکھرے موتی (جلد ہفتم)

① حضرت مولانا محمد عمر صاحب پالن پوری رحمۃ اللہ علیہ کا استقبال انتقال کے بعد

حضرت مولانا محمد عمر صاحب پالن پوری رحمۃ اللہ علیہ کا انتقال ہوا۔ ابھی جنازہ رکھا ہے، ایک صاحب نسبت نے مکاشفے میں دیکھا کہ اللہ تعالیٰ فرشتوں سے فرما رہے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر اطہر سے فرش نکال کر حضرت مولانا رحمۃ اللہ علیہ کی قبر میں بچھا دیا جائے، اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر اطہر میں نیا فرش جنت سے لا کر بچھا دیا جائے۔

جس شخص نے اپنی پوری زندگی دین کے لیے قربان کی، زندگی کا ایک ایک لمحہ اللہ کے لاڈلے پیغمبر کے دین کے لیے قربان کیا اگر اس کا یہ اکرام کیا جائے تو اس میں تعجب کی کیا بات ہے۔ (ماہنامہ المحمود، ربیع الثانی سنہ ۱۴۲۹ھ، اپریل سنہ ۲۰۰۸ء)

② نابیناؤں کے لیے خاص فضیلت

سوال: جنت میں اللہ کا دیدار سب سے پہلے کون کرے گا؟

جواب: حضرت حسن بصری فرماتے ہیں کہ سب سے پہلے جو شخص اللہ تبارک وتعالیٰ کے چہرۂ اقدس کی زیارت کرے گا، وہ اندھا ہوگا، نیز حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ جب اللہ تبارک وتعالیٰ جنت والوں کے سامنے تجلی فرمائیں گے، اور جنتی اللہ کی زیارت سے مشرف ہوں گے تو جنت کی تمام نعمتیں بھول جائیں گے۔

عجب تیری ہے اے محبوب! صورت نظر سے گر گئے سب خوب صورت

(جنت کے حسین مناظر ص: ۵۹۱)

③ وہ گناہ جس کی وجہ سے اللہ تعالیٰ ہواؤں کو پاگل زمینوں کو بے وفا اور سمندروں کو سرکش بنا دیتے ہیں

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ میری امت پندرہ (۱۵) قسم کی برائیوں کا ارتکاب کرے گی تو امت پر بلائیں، اور مصیبتیں آ پڑیں گی، کسی نے پوچھا: یارسول اللہ! وہ کیا کیا برائیاں ہیں؟ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

① جب مال غنیمت کو شخصی دولت بنا لیا جائے گا۔
② اور امانت کو غنیمت سمجھ لیا جائے گا۔
③ اور زکوٰۃ کو تاوان سمجھ لیا جائے گا۔
④ اور علم دین کو دنیا طلبی کے لیے سیکھا جائے گا۔

⑤ مرد اپنی بیوی کی اطاعت کرنے لگے گا۔ ⑥ اور اپنی ماں کی نافرمانی کرنے لگے گا۔

⑦ اور آدمی اپنے دوست کے ساتھ نیک سلوک کرے گا اور اپنے باپ کے ساتھ سختی اور بداخلاقی سے پیش آئے گا۔

⑧ اور مسجد میں شور وغل ہونے لگے گا۔ ⑨ جب قبیلہ کا سرداران کا بدترین شخص بن جائے گا۔

⑩ اور قوم کا سربراہ ذلیل ترین شخص ہوگا۔

⑪ آدمی کا اعزاز واکرام اس کے شر سے بچنے کے لیے کیا جائے گا۔

⑫ لوگ کثرت سے شراب پینے لگیں گے۔ ⑬ مرد بھی ریشم کے کپڑے پہننے لگیں گے۔

⑭ ناچنے گانے والی عورتوں اور گانے بجانے کی چیزوں کو اپنا لیا جائے گا۔

⑮ اس امت کے پچھلے لوگ اگلوں پر لعنت بھیجیں گے۔

تو اس وقت سرخ آندھی، زلزلہ، زمین کے دھنس جانے، شکل بگڑ جانے اور پتھروں کے برسنے کا انتظار کرو۔ اور ان نشانیوں کا انتظار کرو جو یکے بعد دیگرے اس طرح آئیں گی جیسے کسی ہار کی لڑی ٹوٹ جانے سے اس کے دانے یکے بعد دیگرے بکھرتے چلے جاتے ہیں۔ (ترمذی شریف: ۲/۴۴)

④ والدہ کی فرماں برداری کا عجیب واقعہ

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے پوچھا یا اللہ! میرا جنت کا ساتھی کون ہے تو فرمایا کہ فلاں قصائی۔ قصائی کا پتہ بتایا۔ نہ کسی ابدال کا، نہ کسی قطب کا، نہ کسی شہید کا، نہ محدث کا۔

کہا کہ فلاں قصائی! حضرت موسیٰ علیہ السلام حیران ہوگئے۔ پھر اس قصائی کو دیکھنے چلے گئے، قصائی بازار میں بیٹھا گوشت بیچ رہا ہے۔ شام ڈھلی اس نے دکان بند کی اور گوشت کا ٹکڑا تھیلے میں ڈالا اور گھر چل دیا۔ موسیٰ علیہ السلام بھی ساتھ ہوگئے۔ کہنے لگے بھائی تیرے ساتھ جاؤں گا۔ اس کو نہیں پتہ تھا کہ یہ موسیٰ علیہ السلام ہیں۔ کہنے لگا آجاؤ۔ گھر گئے۔ اس نے بوٹیاں بنا کر سالن چڑھایا، آٹا گوندھا، روٹی پکائی، سالن تیار کیا۔ پھر ایک بڑھیا تھی اسے اٹھا کر کندھے کا سہارا دیا۔ سیدھے ہاتھ سے لقمے بنا بنا کر اسے کھلائے۔ اس کا منہ صاف کیا، اس کو لٹایا۔ وہ کچھ بولی بڑبڑائی۔ موسیٰ علیہ السلام نے پوچھا یہ کون ہے؟ اس نے کہا کہ میری ماں ہے۔ صبح کو اس کی ساری خدمت کر کے جاتا ہوں اور رات کو آ کر پہلے اس کی خدمت کرتا ہوں۔ اب اپنے بچوں کو دیکھوں گا۔ موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا: یہ کچھ کہہ رہی تھی؟ کہا: ہاں جی! روز کہتی ہے، عجیب بات ہے۔ میں روز اس کی خدمت کرتا ہوں تو کہتی ہے کہ اللہ تجھے موسیٰ علیہ السلام کا ساتھی بنائے۔ میں قصائی اور موسیٰ علیہ السلام نبی کہاں؟! (اللہ اکبر)

⑤ ماں کی نافرمانی قیامت کی علامت ہے

اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا کہ یا رسول اللہ! قیامت کب آئے گی؟ فرمایا کہ اللہ ہی کو پتہ ہے کب آئے گی۔ کہا کوئی نشانی تو بتائیں۔ فرمایا، دیکھو! جب اولاد ماؤں سے نوکروں کی طرح بات کرے تو بس قیامت آگئی، جب اولاد والدین کے ساتھ ایسے بات کرے جیسے نوکروں سے کی جاتی ہے اور ان سے وہ سلوک کرے جو نوکروں سے کیا جاتا ہے تو پھر سمجھنا قیامت قریب آچکی ہے۔

⑥ لمحوں نے خطا کی صدیوں نے سزا پائی

افغانستان کے ایک شہر میں قحط آ گیا۔ یہاں ایک آل رسول ﷺ کا خاندان تھا وہ فوت ہو گیا اور بچے یتیم ہو گئے تو انہوں نے قحط کی وجہ سے شہر چھوڑا، ایک جوان عورت سمرقند پہنچی، ایک مسجد میں بچوں کو بٹھایا۔ جو سمرقند کا والی تھا اس کے پاس پہنچی کہ میں آل رسول ہوں میرے ساتھ یہ قصہ ہوا ہے۔ مجھے پناہ چاہیے، مجھے کھانا بھی چاہیے۔ تو وہ کہنے لگا کہ تم گواہ پیش کرو کہ میں آل رسول ﷺ ہوں۔ کہا میں پردیسی ہوں، میرا گواہ کہاں سے آئے گا؟ کہنے لگا ادھر ہر آدمی آل رسول ﷺ کے دعوے کرتا ہے۔ چلی جاؤ۔ اٹھ کر باہر نکلی تو اس کو کسی نے کہا کہ ایک مجوسی ہے آتش پرست ہے، وہ بڑا سخی ہے۔ اس کے پاس چلی جا، وہ عورت اس کے پاس چلی گئی۔ اس نے اس کا اکرام کیا۔ پھر اپنے گھر لایا، کھانا پانی میسر کیا۔ رات کو والی سمرقند نے خواب دیکھا کہ جنت میں اللہ کے نبی کھڑے ہیں اور ایک بڑا عالی شان محل ہے۔ وہ کہتا ہے کہ یا رسول اللہ! یہ محل کس کا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: یہ ایمان والے کا ہے۔ اس نے کہا کہ یا رسول اللہ! میں بھی ایمان والا ہوں۔ آپ نے فرمایا کہ اپنے ایمان پر گواہ پیش کرو۔ تو اس کا رنگ پیلا پڑ گیا۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ میری بیٹی تیرے پاس آئی تھی اور تو اس سے گواہیاں مانگنے لگا کہ گواہ پیش کر۔ ایسی ڈانٹ پڑی۔ جب آنکھ کھلی تو پسینے پسینے ہو گیا۔ سیدھا اس (مجوسی) کے دروازے پر گیا اور رونے لگا کہ یہ خاندان مجھے دے دے، منہ مانگی دولت لے لے۔ کہا:

این سعادت بزور بازو نیست

یہ نعمت مجھے دی ہے میں تمہیں کیسے دوں۔ تجھے پتہ ہے رات کو خواب دیکھ رہا تھا اور تجھے ڈانٹ پڑ رہی تھی اور مجھے عطا کیا جا رہا تھا۔ میں ایمان لا چکا ہوں، میں مسلمان ہو چکا ہوں۔ وہ محل تیرے نام سے کٹ کر میرے نام لگا دیا۔ میں یہ گھر تجھے کیسے دے دوں؟! محل کے باہر تجھے ڈانٹ پڑ رہی تھی اور میں محل میں کھڑا کھڑا سن رہا تھا۔

⑦ عبرت انگیز مکالمہ

ایک مرتبہ ایک آدمی رسول خدا ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور شکایت کی کہ یا رسول اللہ! میری ماں بدمزاج ہے۔ پیارے رسول ﷺ نے فرمایا:

”نو مہینے تک مسلسل جب یہ تجھے پیٹ میں لیے پھری اس وقت تو یہ بدمزاج نہ تھی“

وہ شخص بولا، ”حضرت! میں سچ کہتا ہوں وہ بدمزاج ہی ہے۔“

حضور ﷺ نے فرمایا: ”جب یہ رات رات بھر تیری خاطر جاگتی تھی اور اپنا دودھ تجھے پلاتی تھی اس وقت تو یہ بدمزاج نہ تھی۔“

اس آدمی نے کہا: ”میں اپنی ماں کو ان باتوں کا بدلہ دے چکا ہوں۔“

حضور ﷺ نے پوچھا: ”تو کیا بدلہ دے چکا ہے بھلا؟“

اس نے کہا: ”میں نے اپنے کاندھوں پر بٹھا کر اس کو حج کرایا ہے۔“

رحمت عالم ﷺ نے فیصلہ کن جواب دیتے ہوئے فرمایا،

”کیا تو اسے اس دردزہ کی تکلیف کا بدلہ بھی دے سکتا ہے جو تیری پیدائش کے وقت اس نے اٹھائی ہے؟“

(ماخوذ حسن معاشرت: ص ۴۸)

⑧ ماں کی خدمت سے کبیرہ گناہوں کی معافی

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے پاس ایک آدمی آیا اور اس نے کہا: ’’حضرت! میں نے ایک جگہ شادی کا پیغام بھیجا لیکن لڑکی نے انکار کر دیا۔ ایک دوسرے آدمی نے پیام بھیجا لڑکی نے منظور کر لیا۔ یہ دیکھ کر مجھے بڑی غیرت آئی اور میں نے جذبات سے بے قابو ہو کر اس عورت کو مار ڈالا۔ حضرت بتائیے، اب میرے لیے توبہ کی کوئی شکل ہے؟‘‘ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے اس سے پوچھا: ’’یہ بتاؤ کیا تمہاری ماں زندہ ہے؟‘‘ وہ آدمی بولا: ’’حضرت! ماں کا تو انتقال ہو چکا ہے‘‘ آپ نے فرمایا: ’’جاؤ سچے دل سے توبہ کرو اور جہاں تک تم سے ہو سکے ایسے کام کرو جن سے خدا کا قرب اور اس کی رضا حاصل ہو۔‘‘ حضرت زید بن اسلم، حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس پہنچے اور پوچھا: حضرت یہ تو بتائیے، اس آدمی سے آپ نے یہ کیوں پوچھا تھا کہ کیا تمہاری ماں زندہ ہے۔ حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: خدا کا قرب اور اس کی رضا حاصل کرنے کے لیے ماں کے ساتھ نیک سلوک سے بڑھ کر مجھے نہیں معلوم کہ کوئی اور عمل بھی ہو سکتا ہے۔

اسی طرح کا ایک واقعہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں بھی پیش آیا۔ ایک آدمی پیارے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور کہنے لگا: اے خدا کے رسول! میں ایک بہت بڑا گناہ کر بیٹھا ہوں۔ اے خدا کے رسول! کیا میرے لیے بھی توبہ کی کوئی صورت ممکن ہے؟ رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ’’کیا تیری ماں زندہ ہے؟‘‘ اس آدمی نے کہا حضور! والدہ تو زندہ نہیں ہیں۔ پھر آپ نے پوچھا: اچھا تمہاری خالہ ہے؟ اس نے کہا جی ہاں۔ آپ نے فرمایا: خالہ کے ساتھ نیک سلوک کرو۔

ان واقعات سے ماں کی عظمت اور ماں کی خدمت کی دینی اہمیت کا اندازہ ہو سکتا ہے کہ اگر آدمی بڑے سے بڑا گناہ کر لے تو اس کے عذاب سے بچنے اور خدا کو خوش کرنے کی شکل حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بتائی کہ ماں کے ساتھ نیک سلوک کیا جائے۔ اور یہ خدا کی رحمت کی انتہا ہے کہ اگر ماں انتقال کر گئی ہو تو ماں کی بہن کے ساتھ اچھا سلوک کر کے آدمی اپنی آخرت بنا سکتا ہے۔ (ماخوذ حسن معاشرت: ص ۵۳)

⑨ اولاد سے عام شکایت

یہی اولاد، جس کی خدمت میں نحیف ماں نے دن رات مشغول رہ کر اپنے جسم و جان کی قوتیں گھلا دیں اور جھولی پھیلا پھیلا کر ان کے لیے ہر وقت دعائیں کرتی رہی، اگر ماں کی امیدوں پر پانی پھیر دے اور اس کی توقعات کے خلاف وہ نافرمان اور باغی بن کر اٹھے تو اندازہ کیجیے اس ماں کا کیا حال ہوگا۔ اس کی روحانی اذیت اور دلی رنج و غم کو الفاظ بیان نہیں کر سکتے۔

آج کے دور میں چند خوش نصیب گھرانوں کو چھوڑ کر ہر گھر میں یہی رونا ہے کہ اولاد بے کہی ہو گئی ہے، بیٹے ہوں یا بیٹیاں، ماں باپ کے حقوق سے غافل ہیں، ماں باپ کا ادب واحترام اور فرماں برداری کا جذبہ جیسے دلوں سے بالکل ہی نکل چکا ہے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ماں باپ کے ساتھ سلوک، ان کی خوشنودی کا خیال، ان کی خدمت و فرماں برداری، ان کا ادب واحترام، ان کے جذبات کا پاس ولحاظ، یہ سب گویا بے معنی الفاظ ہیں۔

ایک عام سی شکایت ہے کہ اولاد نافرمان، باغی اور سرکش اٹھ رہی ہے، جس مجلس میں بیٹھیے، جس گھر میں جائیے، والدین یہی رونا روتے نظر آئیں گے۔ پھر کچھ بڑی بوڑھیاں آپ کو اپنی طرف متوجہ کر کے کہنا شروع کریں گی، ارے بیٹی! ایک ہمارا زمانہ تھا، بھلا کیا مجال کہ اولاد ماں باپ کے سامنے اونچی آواز میں بات بھی کر سکے۔ اور پھر ماحول کی خرابی، زمانے

کی رنگا رنگی، غلط اور گمراہ کن افکار و نظریات کی اشاعت، فحش لٹریچر، بے اخلاق تعلیم اور آزادروی کی رنج دہ شکایت کی طویل داستان شروع ہو جائے گی۔ اور ہر خاتون ایک طرح ایک اطمینان محسوس کرتے ہوئے یوں سوچے گی، ان حالات میں یہی کچھ ہونا بھی چاہیے، ماں باپ کے بس کی کیا بات ہے یہ صورت حال انتہائی افسوس ناک ہے۔

⑩ معصوم بچی کا حسرت ناک واقعہ

قبیلہ بنوتمیم میں بچیوں کو زندہ دفن کرنے کا ظالمانہ رواج کچھ زیادہ تھا۔ اس قبیلے کے سردار قیس بن عاصم جب اسلام لائے تو انہوں نے اپنی معصوم بچی کو اپنے ہاتھوں سے دفن کرنے کا حسرت ناک واقعہ سناتے ہوئے کہا:

”یارسول اللہ! میں گھر سے باہر سفر پر گیا ہوا تھا۔ میرے بعد میرے گھر میں ایک بچی پیدا ہوئی۔ میں گھر میں ہوتا تو اس کی آواز سنتے ہی اس کو مٹی میں دبا کر ہمیشہ کے لیے خاموش کر دیتا۔ ماں جیسے تیسے اس کو چند روز تک پالتی رہی۔ مگر چند دن پالنے کی وجہ سے ماں کی ممتا نے کچھ ایسا جوش مارا کہ وہ اس تصور سے لرز اٹھتی کہ باپ آکر اس فرشتے کو مٹی میں زندہ دبا دے گا۔ چنانچہ میرے ڈر سے اس نے اپنی پیاری بچی کو اس کی خالہ کے یہاں بھیج دیا کہ وہاں پرورش پا کر جب بڑی ہو جائے گی تو باپ کو بھی رحم آ جائے گا۔ میں جب سفر سے واپس آیا تو معلوم ہوا کہ میرے یہاں مرا ہوا بچہ پیدا ہوا تھا۔ اور بات آئی گئی ہوگئی۔ بچی اپنی خالہ کے زیر سایہ پلتی رہی یہاں تک کہ کافی بڑی ہوگئی۔ خدا کا کرنا کسی ضرورت سے ایک دن گھر سے باہر گیا۔ ماں نے یہ سوچا کہ آج بچی کا باپ گھر نہیں ہے کیوں نہ اس کو بلا لوں اور ماں نے اس کو بلا لیا۔ شامت اعمال، کچھ دیر کے بعد میں بھی گھر پہنچ گیا۔ کیا دیکھتا ہوں کہ نہایت خوبصورت بنی سنوری پیاری سی بچی گھر میں ادھر ادھر دوڑتی پھر رہی ہے۔ میرے دل میں ایک انجانی محبت نے جوش مارا۔ بیوی نے بھی میری نگاہوں کا اندازہ دیکھ کر بھانپ لیا کہ پدری محبت جاگ اٹھی ہے اور خون کا اثر رنگ لے آیا ہے۔ میں نے بیوی سے پوچھا: نیک بخت! یہ کس کی بچی ہے؟ بڑی پیاری بچی ہے۔

اور بیوی نے سارا قصہ سنا دیا۔ میں نے بے اختیار بچی کو گلے سے لگا لیا۔ ماں نے اس کو بتایا کہ یہ تیرے باپ ہیں اور وہ مجھ سے چمٹ گئی۔ باپ کا پیار پا کر وہ تو کچھ ایسی خوش ہوئی کہ ابا! ابا! کہتے اس کا منہ سوکھتا تھا۔ اور جب ابا! ابا! کہہ کر دوڑ کر آتی تو میں اسے گلے لگا کر عجیب سکون سا محسوس کرتا۔

اس طرح دن گزرتے گئے اور لڑکی پیار و محبت کے سائے میں ہر فکر سے بے پرواہ پرورش پاتی رہی۔ مگر اس کو دیکھ دیکھ کر میں کبھی کبھی سوچتا کہ اس کی وجہ سے مجھے داماد والا بننا پڑے گا۔ مجھے یہ ذلت بھی برداشت کرنا ہوگی کہ میری لڑکی کسی کی بیوی بنے گی۔ میں لوگوں کے سامنے کیا منہ دکھاؤں گا۔ میری تو ساری عزت خاک میں مل جائے گی۔ اور آخر کار میری غیرت نے مجھے جھنجھوڑا، میرے صبر کا پیمانہ لبریز ہو گیا۔ اور میں نے طے کر لیا کہ اس ذلت کے سامان کو دفن کر کے ہی دم لوں گا۔ اور میں نے بیوی سے کہا: بچی کو تیار کر دو، ایک دعوت میں ساتھ لے جاؤں گا۔ بیوی نے اس کو نہلایا دھلایا، صاف ستھرے کپڑے پہنائے اور بنا سنوار کر تیار کر دیا۔ بچی خوشی سے چہک رہی تھی کہ ابا جان کے ساتھ جا رہی ہے۔ اور میں اسے لے کر ایک سنسان جنگل کی طرف روانہ ہو گیا۔ بچی کودتی پھاندتی میرے ساتھ چل رہی تھی اور مجھ سنگ دل پر یہ جنون سوار تھا کہ جلد از جلد اس شرم کی پوٹلی کو مٹی میں دبا دوں۔

بچی کو کیا خبر تھی، معصوم بچی خوشی میں کبھی میرا ہاتھ پکڑتی، کبھی مجھ سے آگے آگے دوڑتی، کبھی پیاری زبان میں باتیں کرتی۔ یہاں تک کہ میں ایک جگہ جا کر رک گیا۔ پھر میں نے زمین میں ایک گڑھا کھودنا شروع کیا۔ بچی حیران تھی کہ ابا جان

یہاں سنسان جنگل میں یہ گڑھا کیوں کھود رہے ہیں اور پوچھتی: ابا یہ کیوں کھود رہے ہیں؟ اسے کیا خبر تھی کہ ظالم باپ اس چہکتی پھول سی بچی کے لیے قبر کھود رہا ہے تاکہ ہمیشہ کے لیے اسے خاموش کر دے۔

گڑھا کھودتے ہوئے جب میرے پیروں اور کپڑوں پر مٹی آتی تو معصوم بچی اپنے چھوٹے چھوٹے، پیارے اور نازک ہاتھوں سے مٹی جھاڑتی اور توتلی زبان میں کہتی: ابا آپ کے کپڑے خراب ہو رہے ہیں۔ جب میں نے گہرا گڑھا کھود لیا تو ایک دم اس بے گناہ، ہنستی کھیلتی بچی کو اٹھا کر اس گڑھے میں پھینک دیا اور جلدی جلدی اس پر مٹی ڈالنے لگا۔ بچی مجھے حسرت سے دیکھتے ہوئے چیختی رہی، ابا جان، ابا جان! میرے ابا جان! یہ کیا کر رہے ہو؟ ابا آپ کیا کر رہے ہو؟ ابا میں نے کچھ بھی تو نہیں کیا ہے۔ ابا آپ مجھے کیوں مٹی میں دبا رہے ہیں؟ اور میں بہرا اندھا اور گونگا بنا اپنا کام کرتا رہا۔ یا رسول اللہ! مجھ سنگدل اور ظالم کو ذرا بھی تو رحم نہ آیا۔ بچی کو میں زندہ دفن کر کے اطمینان کی سانس لیتا ہوا واپس آ گیا۔“

معصوم بچی کی مظلومیت، بے بسی کا یہ حسرت ناک واقعہ سن کر رحمت عالم ﷺ کا دل بھر آیا، آنکھوں سے ٹپ ٹپ آنسو رواں ہو گئے۔ آپ رو رہے تھے اور کہہ رہے تھے: ”یہ انتہائی سنگ دلی ہے، جو دوسروں پر رحم نہیں کھاتا خدا اس پر کیسے رحم کھائے گا۔“

⑪ عبرت ناک کارگذاری

نبی ﷺ کے سامنے ایک صاحب نے اپنے زمانۂ جاہلیت کی آپ بیتی سنائی اور اس کا حسرت ناک نقشہ کچھ اس طرح کھینچا کہ نبی ﷺ بے قرار ہو گئے:

”یا رسول اللہ! ہم لوگ ناواقف تھے۔ ہمیں کچھ خبر نہ تھی۔ پتھر کے بتوں کو پوجتے تھے اور اپنی پیاری اولاد کو خود اپنے ہی ہاتھوں موت کے گھاٹ اتار دیتے تھے۔ یا رسول اللہ! میری ایک بہت ہی پیاری بچی تھی۔ میں جب بھی اس کو بلاتا وہ دوڑ کر میرے پاس آ جاتی۔ ایک دن میں نے اس کو اپنے پاس بلایا وہ خوشی خوشی دوڑتی ہوئی میرے پاس آئی۔ میں اس کو اپنے ساتھ لے کر چلا۔ آگے آگے میں تھا اور وہ میرے پیچھے دوڑی چلی آ رہی تھی۔ میرے گھر سے کچھ ہی فاصلے پر ایک گہرا کنواں تھا۔ جب میں اس کنویں کے قریب پہنچا تو رک گیا۔ لڑکی بھی میرے قریب آ گئی، پھر یا رسول اللہ! میں نے اس بچی کا ہاتھ پکڑا اور اٹھا کر اس کنویں میں ڈال دیا۔ معصوم بچی کنویں میں چیختی رہی اور بڑی درد بھری آواز میں مجھے ابا! ابا کہہ کر پکارتی رہی۔ یا رسول اللہ! یہی اس کی زندگی کی آخری پکار تھی۔“

خدا کے رسول ﷺ نے یہ درد بھری داستان سنی تو دل بھر آیا اور بے اختیار آنکھوں سے آنسو رواں ہو گئے۔ ایک صحابی نے ان کو برا بھلا کہا کہ تم نے خواہ مخواہ یہ دردناک آپ بیتی سنا کر رسول اللہ ﷺ کو دکھ پہنچایا۔ رسول خدا ﷺ نے سنا تو فرمایا: ”نہیں ان سے کچھ نہ کہو، ان سے کچھ نہ کہو۔ ان پر جو مصیبت پڑی ہے یہ اس کا علاج پوچھنے آئے ہیں۔“ اور پھر انہی کی طرف مخاطب ہو کر فرمایا: ہاں میاں ایک بار پھر تم اپنی آپ بیتی سناؤ۔ صحابی نے دوبارہ اپنی دردناک آپ بیتی سنائی۔ رسول اللہ ﷺ کا عجیب حال تھا۔ روتے روتے آپ ﷺ کی ڈاڑھی تر ہو گئی۔ اور پھر ان سے کہا: تم اسلام لے آئے ہو تو اس برکت سے زمانۂ جاہلیت کے سارے گناہ معاف ہو گئے۔ جاؤ اور اب اچھے کام کرو۔ (مسند دارمی)

خدا ہی بہتر جانتا ہے کہ کتنی بے گناہ اور بے بس بچیاں اس ظلم اور سفاکی کا نشانہ بنیں۔ اور کتنے دنوں تک بیٹیاں اپنے ماں باپ کے ہاتھوں زندہ دفن ہوتی رہیں۔ اگرچہ اس دور میں بھی کچھ رحم دل خدا ترس انسان ضرور تھے۔ جو لڑکیوں کو اس ظلم

اور بربریت سے بچانے کے لیے اپنی کوششیں کرتے رہتے تھے لیکن یہ انفرادی کوششیں اس ہولناک رسم کو ختم نہ کر سکیں۔

⑫ فرزدق کے دادا نے چورانوے (۹۴) بچیوں کو ظالم باپوں کے چنگل سے بچالیا

فرزدق عرب کے مشہور شاعر تھے۔ ان کو اس بات پر بجا فخر تھا کہ ان کے دادا حضرت صَعْصَعَہ نے کتنی ہی لڑکیوں کو اس دور میں زندہ دفن ہونے سے بچایا، جس میں اہل عرب لڑکی کے تصور ہی سے شرم محسوس کرتے تھے۔ حضرت صَعْصَعَہ خود ہی اپنا واقعہ بیان کرتے ہیں:

”ایک بار میں اپنی دو گم شدہ اونٹنیوں کی تلاش میں نکلا۔ دور ایک آگ نظر آئی، کبھی اس کے شعلے بھڑک اٹھتے اور کبھی بجھ جاتے۔ میں نے سوچا چل کر دیکھنا چاہیے، ممکن ہے کسی مصیبت زدہ نے جلا رکھی ہو اور میں اس کے کام آسکا تو ضرور اس کی مصیبت دور کرنے کی کوشش کروں گا۔ چنانچہ میں نے اونٹ تیز کیا اور تھوڑی ہی دیر میں بنی انمار کے محلے میں پہنچ گیا۔ کیا دیکھتا ہوں کہ ایک بوڑھا شخص لمبے لمبے بالوں والا اپنے گھر کے سامنے بیٹھا سوگ منا رہا ہے، اور بہت ساری عورتیں ایک عورت کو گھیرے میں لیے بیٹھی ہیں جو دردزہ میں مبتلا ہے۔ سلام دعا کے بعد میں نے ان سے معاملے کی نوعیت معلوم کی تو پتہ چلا کہ تین روز سے یہ عورت اس تکلیف میں مبتلا ہے۔ بڑے میاں سے یہ گفتگو ہو رہی تھی کہ عورتوں کی آواز آئی، بچہ پیدا ہو گیا۔ بوڑھا چلایا، اگر لڑکا ہے تو خیر اور اگر لڑکی ہے تو میں اس کی آواز سننا نہیں چاہتا۔ میں اسی دم اسے مار ڈالوں گا۔

میں نے بڑی لجاجت سے بڑے میاں سے کہا کہ شیخ! ایسا نہ کیجئے، آپ ہی کی بیٹی ہے۔ رہا روزی کا سوال تو اس کی روزی دینے والا اللہ ہے۔ بوڑھا پھر گرجا: نہیں میں اس کو زندہ نہیں چھوڑ سکتا، میں اسے قتل کر کے ہی دم لوں گا۔ میں نے نرمی سے پھر اصرار کیا تو اس نے ذرا تیور بدل کر کہا کہ اگر تم ایسے ہی رحم دل ہو تو اس کی قیمت دو اور لے جا کر پال لو۔ میں نے بلا تامل کہا: ہاں! میں خریدنے کے لیے تیار ہوں۔ اور میں بچی کو خرید کر خوشی خوشی لوٹ آیا اور میں نے خدا سے عہد کیا کہ اس بچی کو شفقت و محبت سے پالوں گا اور میں نے خدا سے یہ بھی عہد کیا کہ جب بھی کوئی سنگ دل کسی معصوم بچی کو مار ڈالنے کا ارادہ کرے گا میں ہرگز اس کو ایسا نہ کرنے دوں گا۔ قیمت دے کر اس بچی کو حاصل کروں گا اور نہایت پیار و محبت کے ساتھ اس کی پرورش کروں گا۔

پھر یہ سلسلہ چلتا رہا، یہاں تک کہ خدا نے حضرت......کو مبعوث فرمایا۔ اس وقت تک میں چورانوے (۹۴) بچیوں کو ظالم باپوں کے چنگل سے بچا چکا تھا اور پھر تو حضور ﷺ نے اس لعنت کو ہمیشہ کے لیے ختم کر دیا۔

اسلام نے قتل اولاد کی تمام ظالمانہ رسموں سے اپنے معاشرے کو پاک کیا اور خدا کے پیارے بندوں کی پہچان یہ بتائی کہ وہ اولاد کے لیے یہ دعا کرتے رہتے ہیں کہ پروردگار ان کو ہماری آنکھوں کی ٹھنڈک بنا دے:

﴿وَالَّذِيْنَ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَا هَبْ لَنَا مِنْ اَزْوَاجِنَا وَذُرِّيّٰتِنَا قُرَّةَ اَعْيُنٍ.﴾ (سورۃ الفرقان: آیت ۷۴)

”اور رحمٰن کے بندے وہ ہیں جو کہتے ہیں ہمارے رب ہمارے جوڑوں کو اور ہماری اولاد کو ہمارے لیے آنکھوں کی ٹھنڈک بنا دے۔“

⑬ حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اور حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ میں نوک جھوک

رسول کریم ﷺ ایک دن اپنے داماد حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے یہاں پہنچے، گھر میں فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا تنہا

تھیں، اور علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نہیں تھے۔ بیٹی سے پوچھا: ’’کہاں ہیں تمہارے چچا کے بیٹے؟‘‘ بیٹی نے کہا: ’’میرے اور ان کے درمیان کچھ ناگواری ہوگئی، وہ مجھ پر بگڑ گئے اور خفا ہو کر کہیں چلے گئے۔ یہاں انہوں نے قیلولہ بھی نہیں کیا۔‘‘

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک آدمی سے کہا: ’’ذرا دیکھ کے تو آؤ علی کہاں ہیں؟‘‘ اس آدمی نے بتایا: ’’وہ مسجد کی دیوار سے لگے سو رہے ہیں۔‘‘ نبی صلی اللہ علیہ وسلم ان کے پیچھے نکلے، دیکھا کہ وہ چت لیٹے ہوئے ہیں، چادر بھی کچھ سرک کر گر گئی ہے اور جسم پر مٹی لگ رہی ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم ان کی پیٹھ سے مٹی جھاڑتے جا رہے تھے، اور کہہ رہے تھے: ’’اٹھ ابوتراب! اٹھ ابوتراب!‘‘

⑭ حضرت یعقوب علیہ السلام کی ایک عجیب تمنا

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں ایک بار نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک واقعہ سنایا۔ آپ نے بتایا کہ ایک بار کسی آدمی نے حضرت یعقوب علیہ السلام سے پوچھا: حضرت آپ کی آنکھیں کس وجہ سے جاتی رہیں اور آپ کی کمر کس وجہ سے جھک گئی ہے؟ حضرت یعقوب علیہ السلام نے جواب دیا، آنکھیں تو یوسف کے غم میں روتے روتے جاتی رہیں اور کمر اس کے بھائی بنیامین کے صدمے سے جھک گئی ہے۔ حضرت جبرئیل علیہ السلام اسی وقت حضرت یعقوبؑ کے پاس آئے اور بولے: ’’آپ خدا کی شکایت کر رہے ہیں؟‘‘ حضرت یعقوب علیہ السلام بولے: ’’نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کے حضور اپنے غم اور دکھ کی فریاد پیش کر رہا ہوں۔‘‘ حضرت جبرئیل نے فرمایا: ’’آپ نے اپنا جو دکھ بیان کیا ہے، خدا کو سب معلوم ہے۔‘‘ پھر جبرئیل علیہ السلام چلے گئے اور حضرت یعقوب علیہ السلام اپنے کمرے میں داخل ہوئے اور کہنے لگے: اے میرے پروردگار! کیا تجھے ایک بوڑھے آدمی پر رحم نہیں آتا، تو نے میری آنکھیں بھی چھین لیں اور میری کمر بھی جھکا دی۔ پروردگار! میرے دونوں پھولوں کو مجھے لوٹا دے کہ دونوں کو صرف ایک بار سونگھ لوں پھر تو جو چاہے میرے ساتھ سلوک کر۔ حضرت جبرئیل علیہ السلام پھر تشریف لائے، اور بولے! اے یعقوب! اللہ تعالیٰ تمہیں سلام کہتا ہے اور فرماتا ہے کہ یعقوب خوش ہو جاؤ، اگر تمہارے دونوں بیٹے مر گئے ہوتے تو بھی تمہاری خاطر انہیں زندہ کر کے اٹھا دیتا تاکہ تم دونوں کو دیکھ کر اپنی آنکھیں ٹھنڈی کرتے۔

(ترغیب وترہیب ج سوم ص ۳۵۰

⑮ عظیم ماں کی تربیت لوگوں کی تقدیریں بدل دیتی ہے

سوداگروں کا ایک قافلہ بغداد کی طرف جا رہا تھا۔ ان کے ساتھ ایک نوعمر لڑکا بھی تھا۔ جس کو اس کی ماں نے کچھ ہدایات دے کر اس قافلے کے ساتھ اس لیے کر دیا تھا کہ حفاظت کے ساتھ یہ اپنی منزل پر پہنچ جائے اور دین کا علم حاصل کر کے خدا کے بندوں کو خدا کی ہدایات اور روشنی دکھائے۔

قافلہ اطمینان سے چلا جا رہا تھا کہ ایک جگہ کچھ ڈاکوؤں نے اس پر حملہ کر دیا۔ قافلے والوں نے اپنا مال واسباب بچانے کے لیے بڑی چالیں چلیں کہ کسی طرح ان ڈاکوؤں سے اپنا کچھ مال بچا لیں لیکن ڈاکو نہ ان کی چالوں میں آئے اور نہ ان کی رحم کی اپیلوں سے ان کے دل پسیجے۔ قافلے کے ایک ایک آدمی سے انہوں نے سب کچھ چھین لیا۔

ڈاکو جب اپنا کام کر چکے تو ان میں سے ایک نے اس نوعمر غریب اور پریشان حال بچے سے پوچھا:

ڈاکو: کہو میاں تمہارے پاس بھی کچھ ہے؟...... نوعمر لڑکا: جی ہاں میرے پاس چالیس دینار ہیں۔

ڈاکو: تمہارے پاس چالیس دینار ہیں! (ڈاکو کو یقین نہ آیا کہ اس خستہ حال اور غریب کے پاس بھلا چالیس دینار کہاں

سے آئے اور اگر ہوتے بھی تو یہ ہمیں کیوں بتاتا۔ ڈاکو نے سوچا اور اس عجیب و غریب لڑکے کو اپنے سردار کے پاس لے گیا)

ڈاکو: سردار! اس لڑکے کو دیکھیے، کہتا ہے کہ میرے پاس چالیس دینار ہیں۔

سردار: میاں صاحب زادے کیا تمہارے پاس واقعی دینار ہیں؟

نوعمر لڑکا: جی ہاں میرے پاس چالیس دینار ہیں۔

سردار: بھلا تمہارے پاس دینار کہاں رکھے ہیں؟ سردار نے غریب لڑکے کو حیرت سے دیکھتے ہوئے پوچھا۔

نوعمر لڑکا: جی میری کمر سے ایک تھیلی بندھی ہوئی ہے، اس میں ہیں۔

سردار نے لڑکے کی کمر سے تھیلی کھولی، دینار گنے۔ واقعی چالیس دینار تھے۔ سردار حیرت سے کچھ دیر اس لڑکے کو دیکھتا رہا پھر بولا صاحب زادے! تم کہاں جا رہے ہو؟

نوعمر لڑکا: میں دین کا علم حاصل کرنے کے لیے بغداد جا رہا ہوں۔

سردار: کیا وہاں تمہارا جاننے والا کوئی ہے؟

نوعمر لڑکا: جی نہیں وہ ایک اجنبی شہر ہے، میری امی نے مجھے یہ چالیس دینار دیئے تھے کہ میں اطمینان کے ساتھ علم دین حاصل کرسکوں اس اجنبی شہر میں میری ضروریات کا کون خیال کرے گا اور کیوں کسی کا احسان اٹھاؤں۔

سردار بڑی دلچسپی اور حیرت کے ساتھ نوعمر لڑکے کی باتیں سن رہا تھا۔ اس کی سنجیدگی بڑھتی جا رہی تھی۔ وہ سوچ رہا تھا، اس نوعمر نے یہ رقم چھپائی کیوں نہیں اگر یہ نہ بتاتا تو میرے کسی ساتھی کو گمان بھی نہ ہوتا کہ اس پریشان حال مفلس لڑکے کے پاس بھی کچھ ہوسکتا ہے۔ اس لڑکے نے یہ کیوں نہ سوچا کہ میں ایک اجنبی مقام پر جا رہا ہوں، میرے مستقبل اور تعلیم کا دارو مدار اسی رقم پر ہے۔ آخر اس نے یہ رقم چھپائی کیوں نہیں۔ بچے کی سادگی اور سچائی نے اس کے ضمیر کو جھنجھوڑنا شروع کیا، اور اس نے پوچھا: صاحب زادے! تم نے یہ رقم چھپائی کیوں نہیں؟ اگر تم نہ بتاتے اور انکار کر دیتے تو ہمیں شبہ بھی نہ ہوتا کہ تمہارے پاس بھی کوئی رقم ہوسکتی ہے۔

نوعمر لڑکا: جب میں گھر سے نکل رہا تھا تو میری ماں نے مجھے یہ نصیحت کر دی تھی کہ بیٹا کچھ بھی ہو تم جھوٹ ہرگز نہ بولنا۔ بھلا میں ماں کے حکم کو کیسے ٹال دیتا۔

سردار کے اندر کا انسان جاگ گیا۔ وہ سوچنے لگا یہ نوعمر لڑکا اپنی ماں کا ایسا اطاعت گزار ہے کہ وہ اپنا مستقبل تباہ ہوتے ہوئے دیکھ رہا ہے لیکن ماں کا حکم ٹالنے کو تیار نہیں اور میں کتنے عرصے سے برابر اپنے پروردگار کے حکموں کو روندر ہا ہوں، اس نے لڑکے کو گلے سے لگایا، اس کے دینار اس کو واپس کیے، قافلے والوں کا سامان واپس کیا اور خدا کے حضور سجدے میں گر کر گڑ گڑانے لگا۔ سچے دل سے اس نے توبہ کی اور خدا کی رحمت نے اسے اپنی آغوش میں لے لیا، یہ ڈاکو پھر اپنے وقت کا ایک زبردست ولی بنا اور خدا کے بندوں کو لوٹنے والا خدا کے بندوں کو دین کی دولت تقسیم کرنے والا بن گیا۔ عظیم ماں کی تربیت نے صرف نوعمر لڑکے کو ہی اونچا نہیں اٹھایا بلکہ ڈاکوؤں کی بھی تقدیر بدل دی۔ یہ وہی ہونہار لڑکا ہے جس کو ساری اسلامی دنیا عبدالقادر جیلانی رَحِمَہُ اللّٰہُ عَلَیْہِ کے نام سے جانتی ہے اور جس کا نام آتے ہی دل عقیدت و احترام سے جھک جاتے ہیں۔

⑯ مناسب رشتے کی تلاش

بچے کی شادی میں تاخیر بالعموم اس لیے ہوتی ہے کہ مناسب رشتہ نہیں مل پاتا۔ آپ کی یہ خواہش اور کوشش بالکل بجا ہے

کہ آپ کے بیٹے یا بیٹی کے لیے مناسب رشتہ ملے بلکہ یہ فکر و جستجو آپ کا فرض ہے۔ اسلامی تعلیمات کا تقاضا بھی یہی ہے کہ آپ مناسب رشتہ کے لیے پوری جد و جہد کریں۔

اسلام کا مطالبہ آپ سے یہ ہرگز نہیں ہے کہ آپ کو جو بھلا برا رشتہ مل جائے، آنکھ بند کر کے بس اسے قبول ہی کر ڈالیں، اور اس معاملے میں کچھ غور و خوض نہ کریں۔ شادی نہایت اہم معاملہ ہے۔ پوری زندگی کا مسئلہ ہے۔ نہ صرف دنیا کے بننے بگڑنے تک اس کے اثرات محدود ہیں بلکہ آخرت کی زندگی پر بھی اس کے اثرات پڑ سکتے ہیں۔

یہ معاملہ نہایت سنجیدہ ہے۔ شریک حیات کے انتخاب میں سوچ بچار لازمی ہے۔

سوچنے کی بات صرف یہ ہے کہ آپ کی سوچ بچار اسلام کی روشنی میں ہو۔ انتخاب کا جو معیار اسلام نے بتایا ہے وہی آپ کے پیش نظر ہو۔ اس کا جائزہ لینا ضروری ہے اپنی اولاد کے لیے شریک حیات کے انتخاب میں انہیں بنیادوں کو سامنے رکھیے جن کو پیش نظر رکھنے کی اسلام نے ہدایت دی ہے۔ بے لاگ جائزہ لیجیے کہ بچے کی شادی میں کہیں اس لیے تو تاخیر نہیں ہو رہی ہے کہ آپ نے لڑکے یا لڑکی کے انتخاب میں کچھ ایسی باتوں کو اہمیت دے رکھی ہے جن کی دین میں کوئی اہمیت نہیں ہے۔ آپ اور باتوں کو اس لیے اہمیت دے رہے ہیں کہ سماج میں عام طور پر انہی کو اہمیت دی جا رہی ہے یا آپ کو اس لیے ان پر اصرار ہے کہ آپ نے یہ جاننے کی کوشش ہی نہیں کی کہ اس سلسلے میں اسلام کی تعلیمات و ہدایات کیا ہیں۔

⑰ شریک حیات کے انتخاب کا معیار

شریک حیات کے انتخاب میں عام طور پر پانچ باتیں پیش نظر رہتی ہیں:

① مال و دولت
② حسب و نسب
③ حسن و جمال
④ دین و اخلاق
⑤ تعلیم

اس میں کوئی شک نہیں کہ یہ پانچوں باتیں اپنی جگہ اہم ہیں۔ مال و دولت کی اہمیت سے کون انکار کر سکتا ہے۔ بالخصوص اس دور میں۔ خاندان اور حسب و نسب بھی بعض پہلوؤں سے نظر انداز کر دینے کے قابل نہیں ہیں۔ بعض خاندان یا برادریاں جو عرصۂ دراز سے پس ماندہ ہیں ان میں بعض معاشرتی، ذہنی اور اخلاقی کمزوریاں ضرور ہوتی ہیں اور طرز معاشرت، اندازِ فکر اور سلوک و برتاؤ کا فرق بعض اوقات اس درجہ اثر انداز ہوتا ہے کہ خوش گوار ازدواجی زندگی کی توقع ہی نہیں کی جا سکتی۔

انتخاب میں حسن و جمال کو بھی بنیادی اہمیت حاصل ہے اور لڑکی کے انتخاب میں تو خاص طور پر یہی چیز فیصلہ کن ہوتی ہے۔ اس سے انکار کی کیا گنجائش ہے کہ خدا تعالیٰ نے انسان کو ذوقِ جمال دیا ہے اور خوبصورتی پسند کرتے ہی کی چیز ہے۔

تعلیم کی اہمیت اور ضرورت بھی مُسلّم ہے اور دورِ حاضر میں تو تعلیم اور ڈگری کا رشتے کے معاملے میں خصوصی خیال رکھا جانے لگا ہے۔ یہ واقعہ ہے کہ اونچی تعلیم حوصلوں کو بلند کرتی ہے۔ تہذیب سے آراستہ کرتی ہے، عزت و احترام کا ذریعہ بنتی ہے، خوشحال زندگی اور سماج میں وقعت و عظمت کا سبب بنتی ہے۔

رہا دین و اخلاق کا معاملہ تو ظاہر ہے مسلمان کے نزدیک اس کی اہمیت اور قدر تو ہونا ہی چاہیے۔ مسلمان ماں یہ کیسے گوارا کر سکتی ہے کہ وہ زیر تجویز فرد میں سب کچھ تو دیکھے لیکن اس پہلو کو نظر انداز کر دے یا اسے کوئی اہمیت ہی نہ دے۔

آپ کی خواہش، آرزو اور کوشش اگر یہ ہے کہ آپ کی بیٹی یا بیٹے کو ایسا شریک زندگی ملے جو ان پانچوں خوبیوں میں معیاری ہو تو آپ کی تمنا بھی مبارک، آپ کی آرزو بھی درست اور آپ کی کوشش بھی حق بجانب۔ کون نہیں چاہے گا کہ اس کے جگر گوشے کو ایسا ہی جوڑا ملے جو ان پانچوں خوبیوں سے آراستہ ہو۔

اسلام آپ کی اس خواہش، تمنا اور کوشش کی ہرگز ناقدری نہیں کرتا۔ وہ آپ کے ان جذبات کا احترام کرتا ہے۔

اگر آپ کو ایسا جوڑا مل جائے جس میں یہ ساری خوبیاں موجود ہوں تو یقین کیجئے کہ یہ خدا کی خصوصی نوازش ہے، مگر عام حالات میں یہ انتہائی مشکل ہے کہ ہر رشتے کے لیے آپ کو یہ ساری خوبیاں یکجا مل جائیں، کسی میں کچھ خوبیاں ملیں گی تو کچھ خرابیاں بھی ہوں گی۔ دراصل اسی میں آپ کا امتحان ہے کہ آپ انتخاب میں اسلامی نقطہ نظر اپنے سامنے رکھیں اور اُن ہی خوبیوں کو وجہ ترجیح بنائیں جن کو اسلام نے ترجیح دی ہے۔

⑱ رسول خدا ﷺ کی ہدایت

رسول خدا ﷺ کی ہدایت یہ ہے کہ آپ انتخاب کرتے وقت دین و اخلاق کو اولین اہمیت دیں۔ دین و اخلاق کے ساتھ دوسری چار چیزوں میں سے جو بھی میسر آ جائیں اس پر خدا کا شکر ادا کریں اور پھر بے وجہ ٹال مٹول نہ کریں۔ ہاں وہ رشتہ آپ کے لیے ہرگز قابل قبول نہ ہونا چاہیے جس میں ساری خوبیاں تو ہوں مگر دین و اخلاق کی طرف سے مایوسی ہو۔ مسلمان ماں باپ کے لیے دیکھنے کی اولین چیز دین و اخلاق ہے، جو شخص اس سے کورا ہے وہ دوسری تمام چیزوں میں مثالی ہو تو بھی اس لائق نہیں کہ آپ اپنے جگر گوشے کے لیے اس کا انتخاب کریں۔ اسے اپنے گھر کی بہو بنائیں یا اپنا داماد بنائیں۔ دوسری تمام چیزوں کے نقص کی تلافی تو دین و اخلاق سے ہو سکتی ہے، یا یوں کہیے دین و اخلاق کی خاطر دوسری کمزوریوں کو تو گوارا کیا جا سکتا ہے لیکن کسی بڑی سے بڑی خوبی کی خاطر بھی دین و اخلاق سے محرومی کو گوارا نہیں کیا جا سکتا، دین و اخلاق کی تلافی کسی دوسری خوبی سے نہیں ہو سکتی۔ خدا کے رسول ﷺ کی ہدایت ہے:

”نکاح کے لیے عام طور پر عورت میں چار چیزیں دیکھی جاتی ہیں ① مال و دولت ② خاندانی شرافت ③ حسن و جمال ④ دین و اخلاق۔ تم دین دار عورتوں سے شادی کرو تمہارا بھلا ہو۔“

یہ حدیث آپ کو بتاتی ہے کہ آپ اپنے بیٹے کے لیے ایسی بہو بیاہ کر لائیں جو دین دار ہو اور اسلامی اخلاق سے آراستہ ہو۔ ایسی بہو کے ذریعہ ہی آپ کا گھر اسلام کا گہوارہ بن سکتا ہے۔ اور ایسی بہو سے ہی یہ توقع کی جا سکتی ہے کہ اس کی گود سے ایسی نسل اٹھے جو دین و ایمان اور اسلام کے لیے جذبہ اشاعت و جہاد سے سرشار ہو۔

اسی طرح داماد اور بہو کے انتخاب کے لیے بھی آپ ﷺ کی ہدایت ہے کہ دین و اخلاق ہی کو بنیادی اہمیت دینی چاہیے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بیان ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ”جب تمہارے یہاں کوئی ایسا شخص نکاح کا پیغام بھیجے جس کے دین و اخلاق سے تم مطمئن اور خوش ہو تو اس سے اپنے جگر گوشے کی شادی کر دو۔ اگر تم ایسا نہ کرو گے تو زمین میں زبردست فساد پھیل جائے گا۔“

یہ حدیث آپ کو فیصلہ کن انداز میں بتاتی ہے کہ جب آپ کے یہاں کسی ایسے لڑکے کا پیغام آ جائے جس کے دین و اخلاق کی طرف سے آپ کو اطمینان ہو، آپ کی یقینی معلومات یہ ہوں کہ یہ خدا ترس، دین دار، صوم و صلوٰۃ کا پابند اور اسلامی اخلاق سے آراستہ ہے تو پھر بلا وجہ تاخیر اور ٹال مٹول کرنا کسی طرح صحیح نہیں۔ خدا کے بھروسے پر اس کے ساتھ ہی شادی کر دیجئے اور خیر کی توقع رکھیے۔ اس لیے کہ رشتہ نکاح میں مسلمان کے لیے اولین اہمیت کی چیز دین و ایمان ہی ہے اور جس سماج میں دین و ایمان کو نظر انداز کر کے دوسری چیزوں کو اہمیت دی جائے یا مال و دولت اور حسن و جمال کو دین و اخلاق پر ترجیح دی

جائے تو ایسے سماج میں فتنہ وفساد کا طوفان اٹھ کر رہے گا اور دنیا کی کوئی طاقت ایسے سماج کو اس طوفان سے بچا نہ سکے گی۔

⑲ ذرا غور کریں: مرنے سے پہلے موت کی تیاری کیجئے

۱ کیا آپ نے وصیت نامہ لکھ لیا ہے؟
۲ کیا آپ نے توبہ کر لی ہے؟
۳ کیا آپ نے قرض ادا کر دیا ہے؟
۴ کیا آپ نے بیوی کا مہر ادا کر دیا ہے؟
۵ کیا آپ نے تمام مالی حقوق ادا کر دیئے ہیں؟
۶ کیا آپ نے تمام جانی حقوق ادا کر دیئے ہیں؟
۷ کیا آپ کے ذمہ کوئی نماز باقی ہے؟
۸ کیا آپ کے ذمہ کوئی روزہ باقی ہے؟
۹ کیا آپ کے ذمہ کوئی زکوٰۃ باقی ہے؟
۱۰ کیا آپ کے ذمہ کوئی حج فرض باقی ہے؟

⑳ قرآن پاک کا ادب واحترام

سوال: محترم المقام عالی جناب مولانا محمد یونس صاحب پالن پوری دامت برکاتہم زید الطافکم

سلام مسنون

قرآن پاک کے بوسیدہ اوراق کی بے حرمتی، مساجد میں بے ترتیب اور بے ڈھنگے طور پر کلام پاک کا رکھا ہونا نیز بغیر جزدان یا بے حد بے ترتیبی سے رکھے قرآن شریف کو دیکھ کر ہمیں بے حد افسوس ہوتا ہے۔ ہم ”بکھرے موتی“ برابر پڑھتے ہیں اور واقعی یہ ایسی کتاب ہے کہ ہزاروں گھروں میں اسے پڑھا جاتا ہے۔ اگر آپ یہ سوال اپنے جواب کے ساتھ آئندہ اشاعت میں شائع فرما دیں تو امت پر یہ آپ کا احسانِ عظیم ہوگا۔ کلام پاک کے ساتھ اس بے حرمتی کا کیا سدباب ہونا چاہیے، اس پر روشنی ڈالیے تاکہ قرآن حکیم کے ساتھ ہونے والی اس بے حرمتی کی روک تھام ہو سکے۔ آپ کے جواب کا انتظار رہے گا۔

نیاز مند...... محمد افضل لادی والے...... اے/۲۰۱ علی چیمبرس
نزد دار الفلاح، ممبئی پونے روڈ، کوسہ، ممبرا ضلع تھانہ

جواب: آپ نے اللہ کی کتاب قرآن مجید کے تعلق سے جو سوال پوچھا ہے۔ اس پر میں بھی بے حد رنجیدہ ہوں، خاص طور پر جب مساجد یا گھروں میں کلام پاک کی بے حرمتی دکھائی دیتی ہے تو بڑی روحانی اذیت ہوتی ہے۔

پہلے تو یہ سمجھ لیجئے کہ قرآن پاک کا درجہ کیا ہے اور اس کی کس قدر وقعت ہے؟

پہلے آسمانی کتب صرف کتاب الٰہی کہلاتی تھیں مگر قرآن پاک کا اعزاز یہ ہے کہ یہ ”کتاب الٰہی“ بھی ہے اور ”کلام الٰہی“ بھی ہے۔ پورا کلام پاک پہلے لوح محفوظ پر رقم کیا گیا اور پھر حسب ضرورت ۲۳ برسوں میں تھوڑا تھوڑا نازل فرمایا گیا۔ یہ نزول اس طرح عمل میں آتا تھا کہ اللہ جل شانہ، حضرت جبرئیل امین علیہ السلام کو اپنا کلام سناتے اور حضرت جبرئیل امین علیہ السلام نبی پاک ﷺ پر بطور وحی نزول فرماتے۔

اتنی عظیم المرتبت اور آفاقی کتاب جو اللہ کا کلام بھی ہے۔ اس کے ساتھ آج امت کے ذریعہ ہو رہی بے حرمتی پر جتنے آنسو بہائے جائیں، کم ہیں۔ نبی پاک ﷺ اللہ کے آخری رسول اور نبی ہیں جما اور قرآن پاک اللہ کی آخری کتاب ہے یعنی اب صبح قیامت تک نہ کوئی نبی آئے گا اور نہ ہی کوئی دوسری کتاب۔

آج یہ آخری کتاب یعنی قرآن عظیم ہمارے درمیان ہے مگر اس کا حق ادا کرنے سے قاصر ہیں۔ جیسا کہ اس کا حق

ہے۔ آج صرف مرحومین کو ایصال ثواب کے لیے اس کا ورد کیا جاتا ہے یا پھر حلفیہ بیان کے لیے اسے ہاتھوں پر اٹھایا جاتا ہے۔ جب کہ یہ نازل اس لیے کیا گیا تھا کہ اس پر غور و فکر کیا جائے، تدبُّر کیا جائے اور اس کی روشنی میں زندگی کے مراحل طے کیے جائیں، دنیا و عقبیٰ کو سنوارا جائے۔

قرآن پاک کی بے حرمتی خود مسلمانوں کے ہاتھوں ہو، تو اس سے زیادہ افسوس کی بات اور کیا ہوسکتی ہے؟

بات لکھنے کی نہیں لیکن عبرت کے لیے لکھ رہا ہوں کہ آج ہمارا حال یہ ہے کہ خود تو بہترین کپڑے پہن کر گھومتے ہیں اور جب قرآن شریف پر جزدان چڑھانے کی بات آتی ہے تو بیوی سے کہا جاتا ہے کہ پرانی ازار کا کپڑا تراش کر جزدان بنا دو۔ بتایئے کتنی گری ہوئی ذہنیت کا اظہار اس عمل سے ہوتا ہے۔ وہ عظیم الشان کتاب جو اللہ کا کلام ہے اور آپ ﷺ حامل قرآن ہیں، اس کی یہ بے حرمتی کتنی بڑی جسارت ہے؟ کیا اللہ پاک اس توہین آمیز حرکت کو برداشت کریں گے؟

اب میں اس بات پر بھی روشنی ڈالتا چلوں کہ اگر قرآن پاک کے اوراق بوسیدہ ہو چکے ہیں تو اس کے لیے کیا کرنا چاہیے؟

بڑی سیدھی سی بات ہے کہ آپ قرآن کے بوسیدہ اوراق کو مساجد کے باہر لگے باکس میں ڈال دیجئے۔ مساجد کے منتظمین اسے جمع کر کے دریا میں ڈال دیتے ہیں۔ اگر یہی کام آپ گھر بھی چاہیں تو باآسانی کر سکتے ہیں۔ ایک تھیلی مستقل اسی کام کے لیے رکھیے۔ قرآن شریف کے بوسیدہ اوراق، اخبار کے وہ تراشے جن میں دینی باتیں درج ہوں، نیز رمضان المبارک میں روزہ افطار کے ٹائم ٹیبل وغیرہ جن پر قرآنی آیات نیز احادیث شائع کی جاتی ہیں، انہیں گھر میں رکھی ہوئی اس تھیلی میں جمع کرتے جایئے، مہینے دو مہینے میں جب تھیلی بھر جائے تو اسے خود جا کر سمندر میں ڈال آیئے۔ اس طرح قرآن پاک کی بے حرمتی بھی نہیں ہوگی اور نہ ہی غیروں کو کہنے کا موقع ملے گا کہ اپنی مذہبی کتابوں کو جا بجا پھینکتے ہیں۔

خوب سمجھ لیجئے: **با ادب با نصیب، بے ادب بے نصیب!**

کلام پاک یا دیگر دینی کتابوں کے بوسیدہ اوراق کی بے ادبی یا بے حرمتی گناہ عظیم ہے، مسجد میں قرآن پاک کو صاف اور عمدہ جزدان میں لپیٹ کر رکھیے۔ ترتیب سے رکھیے۔ یہ نہیں کہ جہاں جی میں آیا، قرآن شریف اٹھا کر رکھ دیا۔ چھوٹی سائز کے قرآن شریف الگ رکھیے، بڑے سائز کے قرآن الگ رکھیے، یہ نہیں کہ چھوٹے قرآن پر بڑا قرآن رکھ دیا کہ غلطی سے ہاتھ لگ جائے تو قرآن پاک نیچے گر جانے کا خدشہ رہے۔

بہت سے نمازی ممبر پر قرآن شریف رکھ دیتے ہیں۔ یہ بھی غلط ہے۔ قرآن کی جگہ ممبر پر نہیں بلکہ مساجد میں لگے ہوئے طاق یا الماری میں ہونی چاہیے، ممبر تو صرف خطیب و امام کے کھڑے ہونے اور بیٹھنے کی جگہ ہے۔ ممبر خطبہ یا تقریر کے لیے ہوتا ہے اس پر ہرگز ہرگز قرآن مجید نہیں رکھنا چاہیے، اور نہ کوئی دینی کتاب رکھنی چاہیے۔

آپ کی خواہش کا احترام کرتے ہوئے آپ کا یہ سوال بمعہ جواب ''بکھرے موتی'' میں شامل کر رہا ہوں تاکہ زیادہ سے زیادہ قارئین تک پہنچ سکے، اللہ پاک ہمیں اپنی آخری کتاب ''قرآن حکیم'' کی عزت اور توقیر کرنے کی سعادت نصیب فرمائے اور اس کی بے ادبی یا بے حرمتی سے ہمیں محفوظ رکھے۔ (آمین)

وَمَا عَلَيْنَا اِلَّا الْبَلَاغ

(مولانا) محمد یونس پالن پوری

۱۳/ شوال المکرم سنہ ۱۴۲۷ھ...... ۲۶/ اکتوبر سنہ ۲۰۰۷ء

(۲۱) مال سے ہم کتابیں تو خرید سکتے ہیں علم نہیں خرید سکتے

مال سے دنیا کے چند بڑے فائدے تو حاصل کیے جاسکتے ہیں، مگر ہر مشکل میں مال کام نہیں آتا۔ مثلاً:

مال سے ہم عینک تو خرید سکتے ہیں بینائی نہیں خرید سکتے۔

مال سے ہم نرم بستر تو خرید سکتے ہیں میٹھی نیند نہیں خرید سکتے۔

مال سے ہم کتابیں تو خرید سکتے ہیں علم نہیں خرید سکتے۔

مال سے ہم خوشامد تو خرید سکتے ہیں کسی کی محبت نہیں خرید سکتے۔

مال سے ہم زیورات تو خرید سکتے ہیں حُسن نہیں خرید سکتے۔

مال سے ہم گھر میں نوکر تو لا سکتے ہیں بیٹا نہیں لا سکتے۔

مال سے ہم خضاب تو خرید سکتے ہیں شباب نہیں خرید سکتے۔

پس انسان کو چاہیے کہ طالبِ مال بننے کے بجائے طالب علم بن کر دنیا اور آخرت میں سرخروئی حاصل کرے۔

(۲۲) دین دار غرباء اللہ کے قریب ہوں گے

حضرت اُسامہ بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا فرمان ہے: ”قیامت کے روز سب لوگوں سے زیادہ اللہ تعالیٰ کے قریب وہ ہوگا جس کا فاقہ، پیاس اور غم دنیا میں طویل مدت تک رہا۔ اگر وہ غائب ہو جائیں تو لوگ تلاش نہ کریں، جب رات کو لوگ بستر بچھا لیتے ہیں تو وہ رب کے حضور پیشانیاں اور گھٹنے بچھا لیتے ہیں اور جب زمین انھیں کھوتی ہے تو روتی ہے۔ جب تو اُن کو کسی شہر میں دیکھے تو جان لے کہ یہ لوگ اس شہر میں ایمان کی علامت ہیں۔“

(۲۳) دوست کو دوست کیوں کہتے ہیں؟

سلف صالحین سے منقول ہے کہ دوست کا لفظ چار حروف سے مل کر بنا ہے، جس کی تفصیل یہ ہے:

د: سے درد؛ یعنی جو دُکھ درد کو بانٹنے والے ہوں۔

و: سے وفا؛ یعنی جن کی آپس میں وفا ایسی ہو کہ زندگی بھر ساتھ نبھائیں۔

س: سے سچائی؛ یعنی ایک دوسرے کے ساتھ سچائی کا معاملہ کریں۔

ت: سے تابعداری؛ یعنی ہر ایک دوسرے کی بات ماننے کے لیے تیار رہے۔

(۲۴) حضرت حسن بصری رحمہ اللہ تعالیٰ کی سوانح حیات پڑھ لیجیے

❶ اُم المؤمنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو کسی نے خوشخبری دی کہ ان کی کنیز ”خیرۃ“ نے ایک لڑکے کو جنم دیا ہے۔ یہ خبر سن کر ام المؤمنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا دل باغ باغ ہوگیا، چہرۂ مبارک پر خوشی کی لہر دوڑ گئی۔ پہلی فرصت میں بچہ کو دیکھنے کا شوق دل میں پیدا ہوا، لہٰذا زچہ اور بچہ دونوں کو اپنے گھر بلانے کے لیے پیغام بھیجا۔ انھیں اپنی اس کنیز سے بے حد پیار تھا۔ اس کا بہت خیال رکھا کرتی تھیں۔ آپ کی دلی خواہش تھی کہ وہ زچگی کے ایام یہاں گزارے۔

❷ پیغام بھیجے ابھی تھوڑی ہی دیر گزری تھی کہ آپ کی کنیز ”خیرۃ“ اپنے ہاتھوں میں نومولود بچہ کو اٹھائے پہنچ گئی۔ جب

حضرت ام سلمہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کی نگاہ بچے کے معصوم چہرے پر پڑی تو وفورِ شوق سے آگے بڑھیں اور اسے اپنی گود میں لے کر پیار کیا۔ یہ بچہ کیا تھا قدرت کا انمول ہیرا، اتنا خوبصورت گلِ رخ، ماہ جبیں اور صحت مند کہ کیا کہنے! ہر دیکھنے والا قدرت کے اس شاہکار کو دیکھتا ہی رہ جاتا۔

حضرت ام سلمہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہَا نے اپنی کنیز سے پوچھا: اے خیرۃ! کیا بچے کا نام تجویز کرلیا ہے؟ اس نے کہا۔ امی جان! ابھی نہیں، یہ میں نے آپ پر چھوڑ رکھا ہے، جو نام آپ کو پسند ہو رکھ دیجئے۔

فرمایا: ہم اس کا نام اللہ تعالیٰ کی رحمت و برکت سے 'حسن' تجویز کرتے ہیں۔ پھر ہاتھ اٹھائے اور نومولود کے حق میں دعا کی۔

③ حسن کی پیدائش سے صرف ام المؤمنین حضرت امّ سلمہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہَا کا گھر ہی خوشیوں کا گہوارہ نہ بنا بلکہ مدینہ منورہ کا ایک اور گھرانہ اس خوشی میں برابر کا شریک رہا اور وہ تھا، کاتبِ وحی حضرت زید بن ثابت رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کا گھرانہ، وہ خوشی میں اس لیے شریک تھے کہ نومولود کا باپ یسار ان کا غلام تھا اور ان کے دل میں اپنے غلام کی بڑی عزت تھی اور اسے قدر کی نگاہ سے دیکھتے تھے۔

④ حسن بن یسار نے جو بعد میں حسن بصری کے نام سے مشہور ہوئے، رسولِ اقدس صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کے گھر میں آپ کی زوجہ محترمہ ہند بنت ابی امیہ کی گود میں پرورش و تربیت پائی، جو ام سلمہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کے نام سے مشہور تھیں۔

حضرت امّ سلمہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہَا عرب خواتین میں سب سے بڑھ کر عقل مند، سلیقہ شعار، محتاط، حساس، پیکرِ حسن و جمال اور صاحبِ فضل وکمال تھیں۔ علم و ہنر اور تقویٰ وخشیت میں ممتاز مقام پر فائز تھیں۔ آپ سے "۳۷۸" احادیث مروی ہیں، زمانۂ جاہلیت میں آپ کا شمار ان خواتین میں ہوتا تھا جو لکھنا جانتی تھیں۔

حضرت حسن بصری کا تعلق ام المؤمنین حضرت امّ سلمہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہَا کے ساتھ صرف ان کی کنیز کے بیٹے کی حیثیت سے ہی نہیں تھا بلکہ اس سے بھی کہیں گہرا اور قریبی تعلق پایا جاتا ہے، وہ اس طرح کہ بسا اوقات حسن کی والدہ خیرۃ حضرت امّ سلمہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کے کسی ضروری کام کو نپٹانے کے لیے گھر سے باہر جاتیں تو یہ بچپن میں بھوک و پیاس کی وجہ سے رونے لگتے۔ حضرت امّ سلمہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہَا انھیں اپنی گود میں لے لیتیں۔ ماں کی غیر حاضری میں بچے کو تسلی اور دلاسہ دینے کے لیے اپنی چھاتی اس کے منہ کو لگاتیں، دودھ اتر آتا، بچہ جی بھر کر پیتا اور خاموش ہوجاتا۔

اس طرح حضرت امّ سلمہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہَا کی حسن بصری کے ساتھ دو نسبتیں تھیں۔ ایک امّ المؤمنین کے اعتبار سے ماں کی اور دوسری رضاعی ماں ہونے کی۔

⑤ امہات المؤمنین کے باہمی خوشگوار تعلقات اور گھروں کے آپس میں قرب وربط کی وجہ سے اس خوش نصیب بچے کو تمام گھروں میں آنے جانے کا موقع ملتا رہتا اور اس طرح سے اہلِ خانہ کے پاکیزہ اخلاق واطوار اپنانے کی سعادت حاصل ہوئی۔

حضرت حسن بصری رَحِمَہُ اللہُ تَعَالٰی بیان کرتے ہیں کہ بچپن میں ازواجِ مطہرات کے گھروں میں میرے آنے جانے اور کھیل کود سے چہل پہل رہتی اور تمام گھر خوشیوں کا گہوارہ بنے رہتے۔ فرماتے ہیں کہ بعض اوقات میں اُچھلتا کودتا ہوا گھروں کی چھتوں پر چڑھ جاتا، مجھے کوئی روک ٹوک نہ تھی۔

⑥ حضرت حسن بصری کا بچپن انوارِ نبوت کی چمکیلی اور معطر فضاؤں میں ہنستے کھیلتے گزرا اور یہ رشد وہدایت کے ان میٹھے

چشموں سے جی بھر کر سیراب ہوئے جو امہات المؤمنین کے گھروں میں جاری وساری تھے۔ بڑے ہوئے تو مسجدِ نبوی میں کبار صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین کے سامنے زانوئے تلمذ کے شرف سے نوازے گئے۔ اور ان سے علم حاصل کرنے میں کوئی کسر نہ اٹھا رکھی۔

انہیں حضرت عثمان بن عفان، حضرت علی بن ابی طالب، حضرت ابوموسیٰ اشعری، حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہم جیسے جلیل القدر صحابہ کرام سے احادیث روایت کرنے کا شرف حاصل ہوا۔ لیکن سب سے بڑھ کر امیر المؤمنین حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے پیار تھا، دینی مسائل میں ان کے مضبوط دلائل، عبادت میں گہری دلچسپی اور دنیوی زیب و زینت سے بے رغبتی نے بہت متاثر کیا تھا۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا سحر انگیز بیان، حکمت و دانش سے لبریز باتیں، مسجع و مقفّٰی عبارتیں اور دل ہلا دینے والی نصیحتیں ان کے دل پر اثر انداز ہوئیں، تو ان کے ہو کر رہ گئے۔

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے تقویٰ و اخلاق کا رنگ ان پر چڑھا اور حضرت حسن بصری نے فصاحت و بلاغت میں حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا اسلوب اختیار کیا۔

حضرت حسن بصری جب اپنی عمر کی چودہ بہاریں دیکھ چکے تو اپنے والدین کے ہمراہ بصرہ منتقل ہو گئے اور وہیں اپنے خاندان کے ساتھ مستقل رہائش اختیار کر لی۔ اس طرح حسن بصرہ کی طرف منتقل ہوئے اور لوگوں میں حسن بصری کے نام سے مشہور ہوئے۔

⑦ جن دنوں حضرت حسن بصری بصرہ میں آباد ہوئے، بلادِ اسلامیہ میں یہ شہر علوم وفنون کا سب سے بڑا مرکز تصور کیا جاتا تھا، اس کی مرکزی مسجد صحابہ کرام اور تابعین عظام سے بھری رہتی تھی۔

مسجد کا ہال اور صحن مختلف علوم وفنون کے حلقہ ہائے درس سے آباد تھا۔ حضرت حسن بصری اُمتِ محمدیہ علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کے جید وممتاز عالم دین، مفسر قرآن حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حلقہ درس میں شامل ہوئے اور ان سے تفسیر، حدیث اور تجوید کا علم حاصل کیا، فقہ، لغت اور ادب جیسے علوم دیگر صحابہ کرام سے حاصل کئے۔ یہاں تک کہ یہ ایک راسخ عالم دین اور فقیہ کے مرتبہ کو پہنچے۔ علم میں رسوخ کی وجہ سے عام لوگ دیوانہ وار ان کی طرف متوجہ ہوئے، لوگ ان کے پاس بیٹھ کر خاموشی سے ایسے مواعظ سنتے جن سے پتھر دل بھی موم ہو جاتے، اور گنہگار آنکھوں سے آنسو ٹپک پڑتے، آپ کی زبان سے نکلنے والی حکمت و دانش کی باتوں کو لوگ سرمایہ حیات سمجھتے ہوئے اپنے دلوں میں محفوظ کر لیتے اور آپ کی قابلِ رشک سیرت کو اپنانے کے لیے ہر دم کوشاں رہتے۔

⑧ حضرت حسن بصری کا نام پورے ملک میں مشہور ہو گیا۔ لوگ اپنی مجلسوں میں ان کا ذکرِ خیر کرنے لگے۔ حکمراں ان کی خیریت دریافت کرنا اپنے لیے سعادت سمجھتے، ان کے شب و روز کے معمولات سے آگاہی کی دلی تمنا رکھتے۔

خالد بن صفوان بیان کرتے ہیں کہ میں عراق کے ایک قدیم شہر ''حیرہ'' میں بنوامیہ کے جرنیل اور فاتح قسطنطنیہ مسلمہ بن عبدالملک سے ملا، اُس نے مجھ سے دریافت کیا۔

خالد! مجھے حسن بصری رحمہ اللہ تعالیٰ کے متعلق کچھ بتاؤ۔ میرا خیال ہے اُنہیں جتنا تم جانتے ہو کوئی اور نہیں جانتا۔

میں نے کہا: آپ کا اقبال بلند ہو، ہر دم کامیابی آپ کے قدم چومے، بلاشبہ میں اُن کے متعلق آپ کو بہتر معلومات بہم پہنچا سکتا ہوں، کیونکہ میں ان کا پڑوسی بھی ہوں اور ہم نشین بھی، بلکہ اہلِ بصرہ میں سب سے زیادہ انہیں جانتا ہوں، اس نے

کہا: ان کے متعلق کچھ مجھے بھی بتائیں۔ میں نے کہا: ان کا باطن ظاہر جیسا ہے، ان کے قول وفعل میں کوئی تضاد نہیں پایا جاتا۔ جب وہ کسی کو نیکی کا حکم دیتے ہیں، پہلے خود اس پر عمل کرتے ہیں۔ جب کسی کو برائی سے روکتے ہیں تو خود بھی اس برائی کے قریب نہیں پھٹکتے۔ میں نے دنیاوی مال ومتاع سے انہیں بالکل مستغنی و بے نیاز پایا، جو علم وتقویٰ کا خزانہ ہے، لوگ اسے حاصل کرنے کے لیے دیوانہ وار ان کی طرف لپکتے ہیں، وہ لوگوں کے محبوبِ نظر ہیں۔ یہ باتیں سن کر جرنیل مسلمہ بن عبدالملک پکار اٹھا:

”خالد! اب بس کیجیے! اتنا ہی کافی ہے، بھلا وہ قوم کیسے گمراہ ہوسکتی ہے، جس میں حسن بصری رحمہ اللہ تعالیٰ جیسی عظیم المرتبت شخصیت موجود ہو۔“

⑨ جب حجاج بن یوسف ثقفی عراق کا گورنر بنا اور اس نے اپنے دورِ حکومت میں ظلم وتشدد کی انتہا کردی، تو حضرت حسن بصری رحمہ اللہ تعالیٰ ان معدودے چند اشخاص میں سے ایک تھے جنہوں نے اس کی سرکشی اور ظلم وجور کو آگے بڑھ کر روکا، اس کے برے کارناموں کی ڈٹ کر مخالفت کی اور حق بات ڈنکے کی چوٹ سے اس کے منہ پر کہی۔

حجاج بن یوسف نے وسط شہر میں اپنے لیے ایک عالیشان محل تعمیر کروایا۔ جب اس کی تعمیر مکمل ہوگئی، اس نے افتتاحی تقریب میں لوگوں کو دعوتِ عام دی تاکہ وہ عظیم الشان محل کو دیکھیں، اس کی سیر کریں، بزبانِ خود تعریف کریں اور دعائیہ کلمات سے نوازیں۔

حضرت حسن بصری رحمہ اللہ تعالیٰ کے دل میں خیال آیا کہ اس سنہرے موقع کو ہاتھ سے نہ جانے دیا جائے۔ وہ یہ نیت لے کر گھر سے نکلے کہ آج لوگوں کو نصیحت کریں گے، انہیں دنیاوی مال ومتاع سے بے رغبتی اختیار کرنے کا درس دیں گے۔ اور جو اللہ کے یہاں انعامات ہیں، انہیں حاصل کرنے کی ترغیب دیں گے۔ جب آپ موقع پر پہنچے تو دیکھا کہ لوگ اس عالیشان اور بلند وبالا محل کے چاروں طرف جمع ہیں اور عمارت کی خوبصورتی پر فریفتہ، اس کی وسعت پر انگشت بدنداں اور اس کی آرائش وزیبائش سے مرعوب نظر آتے ہیں۔ آپ نے لوگوں کو جھنجھوڑتے ہوئے کہا:

ہمیں یہ معلوم ہے کہ فرعون نے اس سے زیادہ مضبوط، خوبصورت اور عالیشان محلات تعمیر کیے تھے لیکن اللہ تعالیٰ نے فرعون کو ہلاک کردیا اور اس کے محلات کو بھی تباہ کردیا۔

کاش! ”حَجّاج“ کو یہ معلوم ہوجائے کہ آسمان والے اس سے ناراض ہیں اور زمین والوں نے اسے دھوکے میں رکھا ہوا ہے۔

وہ پورے جوش وولولہ سے حجاج کے خلاف برس رہے تھے۔ ان کے منہ سے الفاظ تیروں کی طرح نکل رہے تھے، مجمع ان کی شعلہ بیانی پر دم بخود تھا۔ یہاں تک کہ سامعین میں سے ایک شخص نے حجاج بن یوسف کے انتقامی جذبے سے خوفزدہ ہوکر حضرت حسن بصری رحمہ اللہ تعالیٰ سے کہا: جناب! اب بس کیجیے، اتنا ہی کافی ہے، کیوں اپنے آپ کو ہلاکت کے منہ میں دے رہے ہیں۔

حضرت حسن بصری رحمہ اللہ تعالیٰ نے اس نیک دل شخص سے کہا: میرے بھائی! اللہ تعالیٰ نے اہل علم سے یہ پیمان لیا ہے کہ وہ ظالم کے منہ پر بغیر کسی خوف کے حق بات کی تبلیغ کرتے رہیں گے اور کبھی اس راہِ وفا میں جفا کا گزر نہیں ہونے دیں گے۔ یہی ہمیشہ حق والوں کا وطیرہ رہا ہے اور یہی فریضہ آج میں ادا کر رہا ہوں۔

⑩ دوسرے روز حجاج گورنر ہاؤس میں آیا تو اس کا چہرہ غصے سے لال پیلا تھا۔ اس نے غضب ناک انداز میں اہل مجلس

سے کہا: لاکھ لعنت ہے تمہارے وجود پر، بزدلو! کمینو! میری آنکھوں سے دور ہو جاؤ، کتنے افسوس کی بات ہے کہ بصرے کا ایک غلام ابن غلام مجمع عام میں بے لگام جو جی میں آتا ہے میرے خلاف کہہ جاتا ہے اور تم میں کوئی بھی ایسا نہیں جو اس کی زبان کو روکے، شرم کرو، حیا کرو۔ اے گروہ بزدلان اقلیم من! کان کھول کر سنو! اللہ کی قسم! اب میں اس کا خون تمہیں پلا کر رہوں گا۔ اسے آج ایسی عبرتناک سزا دوں گا کہ دنیا انگشت بدنداں رہ جائے گی۔ پھر اس نے تلوار اور چمڑے کی چادر منگوائی۔ یہ دونوں چیزیں فوراً اس کی خدمت میں پیش کر دی گئیں۔ اس نے جلاد کو حکم دیا، وہ پلک جھپکتے ہی سامنے آ کھڑا ہوا۔ پھر پولیس کو حکم دیا کہ حسن بصری کو گرفتار کر کے لایا جائے۔

پولیس تھوڑی ہی دیر میں انھیں پکڑ کر لے آئی۔ منظر بڑا ہی خوفناک تھا، ہر طرف دہشت پھیلی ہوئی تھی، لوگوں کی نظریں اوپر اٹھی ہوئی تھیں، ہر شخص مغموم تھا، دل کانپ رہے تھے۔ جب حضرت حسن بصری رحمہ اللہ تعالیٰ نے تلوار، جلاد اور چمڑے کی چادر کو دیکھا تو وہ زیرِ لب مسکرائے اور کچھ پڑھنا شروع کر دیا۔

جب وہ حجاج کے سامنے آئے تو ان کے چہرے پر مؤمن کا جاہ وجلال، مسلمان کی شان وشوکت اور مبلغ کی آن بان کا عکس جمیل نمایاں تھا۔

حجاج بن یوسف نے ان کی طرف دیکھا تو اس پر ہیبت طاری ہوگئی، غصہ کافور ہوگیا اور بڑی دھیمی آواز میں کہا: ابو سعید حسن بصری! میں آپ کو خوش آمدید کہتا ہوں، آیئے تشریف رکھیے اور میرے قریب بیٹھیں۔ آپ بیٹھنے لگے تو کہا: ذرا اور قریب ہو جایئے یہاں تک کہ انہیں اپنے ساتھ تخت پر بٹھا لیا۔ لوگ یہ منظر حیرت، استعجاب اور خوف کے ملے جلے جذبات سے دیکھ رہے تھے۔ جب حضرت حسن بصری رحمہ اللہ تعالیٰ بڑے اطمینان سے تخت پر بیٹھ گئے، تو حجاج نے ان سے دینی مسائل دریافت کرنے شروع کر دیے۔

حضرت حسن بصری رحمہ اللہ تعالیٰ ہر سوال کا جواب بڑی دلجمعی، سحر بیانی اور عالمانہ انداز میں دیتے رہے۔ حجاج بن یوسف ان کے جوابات سے بہت متاثر ہوا اور کہنے لگا:

ابو سعید! تم واقعی علماء کے سردار ہو، پھر قیمتی عطر منگوایا اور ان کی ڈاڑھی کو محبت بھرے انداز میں لگا کر رخصت کیا۔

حضرت حسن بصری رحمہ اللہ تعالیٰ دربار سے نکلے تو حجاج کا دربان بھی ان کے پیچھے ہولیا۔ تھوڑی دور جا کر اس نے کہا: اے ابو سعید! حجاج نے آج آپ کو کسی اور غرض سے بلوایا تھا، لیکن اس کی طرف سے یہ حسنِ سلوک دیکھ کر میں دنگ رہ گیا۔ مجھے ایک بات بتائیں، جب آپ گرفتار ہو کر دربار میں تشریف لائے تھے، آپ نے تلوار، جلاد اور چمڑے کی چادر کو دیکھا تو آپ کے ہونٹ حرکت کر رہے تھے۔ آپ کیا پڑھ رہے تھے؟

حضرت حسن بصری رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: میں نے اس وقت یہ دُعا کی تھی:

"الٰہی! تو مجھ پر کی گئی نعمتوں کا والی ہے۔ ہر مصیبت کے وقت میرا ملجا و ماویٰ ہے۔

الٰہی! ساری مخلوق کے دل تیرے قبضے میں ہیں۔

الٰہی! حجاج کے غصے کو میرے لیے ٹھنڈا اور سلامتی والا کر دے، جس طرح تو نے اپنے خلیل ابراہیم علیہ السلام پر آگ کو ٹھنڈا اور سلامتی والا کر دیا تھا۔"

مدعی لاکھ برا چاہے تو کیا ہوتا ہے…… وہی ہوتا ہے جو منظورِ خدا ہوتا ہے

میری دُعا کو اللہ تعالیٰ نے قبول کیا اور حجاج کا غصہ محبت میں بدل گیا۔

⑪ حضرت حسن بصری کو جابر و ظالم حکمرانوں کے ساتھ کئی مرتبہ اسی نوعیت کا پالا پڑا، لیکن آپ ہر دفعہ اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے حکمرانوں کی نگاہ میں محترم اور ان کے دلوں پر اپنی عظمت و خودداری کے گہرے نقوش ثبت کر کے واپس لوٹے۔

اسی قسم کا ایک حیرت انگیز واقعہ اُس وقت پیش آیا جب خدا ترس، منصف مزاج، سادہ منش، پاک بیں، پاک طینت، خوش گہر اور پاکیزہ خو خَلِیْفَۃُ الْمُسْلِمِیْن حضرت عمر بن عبدالعزیز رَحِمَہُ اللّٰہُ تَعَالٰی کی وفات حسرت آیات کے بعد یزید بن عبدالملک مسند خلافت پر جلوہ گر ہوا۔ اس نے عُمَر بِن ھُبَیْرَہ فزاری کو عراق کا گورنر مقرر کیا۔ پھر اس کے اختیارات میں اضافہ کر کے خراسان کا علاقہ بھی اس کے ماتحت کر دیا۔

یزید بن عبدالملک نے عنانِ اقتدار سنبھالتے ہی ایسا طرزِ عمل اختیار کیا جو سلف صالحین کے طرزِ عمل کے بالکل برعکس تھا۔ وہ اپنے گورنر عُمَر بن ہُبَیرَہ کو کثرت سے خط لکھتا اور ان خطوط میں ایسے احکامات جاری کرتا جو بسا اوقات حق کے منافی ہوتے اور انہیں فوری طور پر نافذ کرنے کا حکم دیتا۔

ایک دن عُمَر بن ہُبَیرَہ نے حسن بصری اور عامر بن شرحبیل کو مشورے کے لیے بلایا اور عرض کیا کہ امیر المومنین یزید بن عبدالملک کو اللہ تعالیٰ نے مسند خلافت عطا کی ہے جیسا کہ آپ کو معلوم ہے، اُس نے مجھے عراق اور خراسان کا گورنر مقرر کیا ہے، کبھی کبھی وہ مجھے ایسے سرکاری خطوط ارسال کرتا ہے جن میں بعض ایسے اقدامات کرنے کا حکم ہوتا ہے جو میرے نزدیک مبنی بر انصاف نہیں ہوتے کیا ایسے احکامات سے پہلو تہی اختیار کرنے کا دینی لحاظ سے میرے لیے کوئی جواز نکلتا ہے؟

حضرت عامر بن شُرَحبِیل نے ایسا جواب دیا جس میں خلیفہ کے لیے نرم رویہ اور گورنر کو خوش کرنے کا انداز پایا جاتا تھا۔ لیکن حضرت حسن بصری رَحِمَہُ اللّٰہُ تَعَالٰی خاموش بیٹھے رہے۔

گورنر عُمَر بِن ھُبَیْرَہ نے حسن بصری رَحِمَہُ اللّٰہُ تَعَالٰی کی طرف دیکھا اور کہا ابوسعید! آپ کی اس سلسلہ میں کیا رائے ہے؟ آپ نے فرمایا: ”اے ابن ہبیرہ! ہوسکتا ہے کہ آسمان سے ایک ایسا سخت گیر فرشتہ نازل ہو جو قطعاً اللہ تعالیٰ کے حکم کی نافرمانی نہیں کرتا۔ وہ تجھے تخت سے اٹھا کر اور اس محل کی وسعتوں سے نکال کر ایک تنگ و تاریک قبر میں ڈال دے، وہاں تو یزید کو نہیں دیکھ سکے گا، وہاں تجھے وہ عمل ملے گا جس میں تو نے اپنے اور یزید کے رب کی مخالفت کی تھی۔

اے ابن ہبیرہ! اگر تو اللہ کا ہو جائے اور ہر دم اس کی اطاعت میں سرگرم رہے تو وہ تجھے یقیناً دنیا و آخرت میں یزید کے شر سے محفوظ رکھے گا۔ اور اگر تو اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کرتے ہوئے یزید کا ساتھ دے گا تو پھر اللہ تعالیٰ بھی تجھے یزید کے ظلم و ستم کے حوالے کر دے گا۔ اے ابن ہبیرہ! خوب اچھی طرح جان لو! مخلوق میں خواہ کوئی بھی ہو اس کا وہ حکم نہیں مانا جائے گا جس میں اللہ تعالیٰ کی نافرمانی پائی جاتی ہو۔ یہ باتیں سن کر ابن ہبیرہ! اتنا روئے کہ آنسوؤں سے ان کی ڈاڑھی تر ہو گئی، پھر وہ حضرت عَامِر بن شُرَحْبِیْل شَعْبِی کو چھوڑ کر حضرت حسن بصری رَحِمَہُ اللّٰہُ تَعَالٰی کی طرف مائل ہوئے اور حد درجہ ان کی عزت و اکرام بجا لائے۔

جب دونوں بزرگ گورنر کی ملاقات سے فارغ ہو کر مسجد میں پہنچے، لوگ ان کے ارد گرد جمع ہو گئے اور ان سے، گورنر کے ساتھ ہونے والی باتیں معلوم کرنے لگے۔ حضرت عامر رَحِمَہُ اللّٰہُ تَعَالٰی نے لوگوں کے سامنے برملا کہا:

لوگو! ہمیں ہر حال میں اللہ سبحانہٗ و تعالیٰ کو مخلوق پر ترجیح دینی چاہیے، مجھے قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضے میں میری جان ہے! آج حسن بصری رَحِمَہُ اللّٰہُ تَعَالٰی نے گورنر عُمَر بِن ھُبَیْرَہ کو کوئی ایسی بات نہیں کہی جسے میں نہ جانتا ہوں لیکن میں نے اپنی گفتگو میں گورنر کی خوشنودی کو ملحوظِ خاطر رکھا اور حسن بصری رَحِمَہُ اللّٰہُ تَعَالٰی نے اپنی گفتگو میں اللہ تعالیٰ کی رضا کو

پیشِ نظر رکھا۔ اللہ تعالیٰ نے مجھے گورنر کی نظروں میں گرا دیا اور حسن بصری رَحِمَہُ اللہُ تَعَالیٰ کو اُس کی نگاہوں میں محبوب بنا دیا۔

⑫ حضرت حسن بصری رَحِمَہُ اللہُ تَعَالیٰ اسّی (۸۰) برس تک زندہ رہے۔ اس دوران دنیا کو اپنے علم وعمل، حکمت و دانش اور فہم وفراست سے فیضیاب کرتے رہے۔ انہوں نے نئی نسل کے لیے جو عظیم ورثہ چھوڑا وہ ان کے رقت انگیز پند ونصائح ہیں جو رہتی دنیا تک خزاں گزیدہ دلوں کے لیے بہار بنے رہیں گے، ان کی نصیحتیں دلوں میں گداز اور ارتعاش پیدا کرتی رہیں گی، ان کے رقت انگیز مواعظ کے اثر کی بنا پر احساسِ ندامت سے آنکھوں میں آنسوؤں کی جھڑیاں لگتی رہیں گی، بیتاب آنسو بہتے رہیں گے، پریشان حال لوگوں کو راہنمائی ملتی رہے گی اور غفلت شعار انسانوں کو دنیا کی حقیقت سے آگاہی حاصل ہوتی رہے گی۔

ایک شخص نے حضرت حسن بصری رَحِمَہُ اللہُ تَعَالیٰ سے دنیا کے متعلق پوچھا۔ آپ نے فرمایا: مجھ سے دنیا وآخرت کے متعلق پوچھتے ہو، سنو! دنیا وآخرت کی مثال مشرق ومغرب جیسی ہے، جتنا زیادہ تم ایک کے قریب جاؤ گے اتنا ہی دوسرے سے دور ہوتے جاؤ گے۔

تم کہتے ہو کہ میں دنیا کے اوصاف بیان کروں، میں تمہارے سامنے اس گھر کی کیا صفت بیان کروں، جس کا آغاز مشیت وتکلیف پر مبنی ہے اور جس کا انجام فنا وبربادی ہے۔ اس میں جو حلال ہے اس کا حساب لیا جائے گا اور جو حرام ہے اس کے استعمال پر سزا دی جائے گی۔ جو اس میں تونگر ومالدار ہوا وہ فتنے میں مبتلا ہوا، اور جو فقیر ومحتاج ہوا وہ حزن وملال کا شکار ہوا۔

اسی طرح ایک شخص نے آپ سے آپ کا حال دریافت کیا: تو آپ نے فرمایا:

بھائی! میرا حال کیا پوچھتے ہو، افسوس! ہم نے اپنی جانوں پر کتنے ظلم ڈھائے، ہم نے اپنے دین کو کمزور کر دیا اور دنیاوی حرص نے ہمیں موٹا کر دیا، ہم نے اپنے اخلاق بوسیدہ کر دیئے اور اپنے بستر اور کپڑے نئے بنوا لیے۔ ہم میں سے ایک اپنے بائیں پہلو پر ٹیک لگائے مزے سے پڑا رہتا ہے اور غیروں کے مال بڑی بے پروائی سے ہڑپ کیے جاتا ہے۔

پھر تو نمکین کے بعد میٹھا کھانے کے لیے منگواتا ہے، ٹھنڈے کے بعد گرم پیتا ہے، خشک کے بعد تر کھجوریں کھاتا ہے، پاپی پیٹ میں درد اٹھتا ہے اور قے آنے لگتی ہے، پھر گھر میں شور مچاتا ہے کہ جلدی چورن لاؤ تا کہ کھانا ہضم ہو جائے۔ اے گھٹیا نادان! اللہ کی قسم! تو اپنے دین کے سوا کچھ بھی ہضم نہیں کر سکے گا۔

احمق! تیرا پڑوسی کہاں اور کس حال میں ہے؟ تیری قوم کا بھوکا یتیم کہاں ہے؟ وہ مسکین کہاں ہے جو تیری طرف دیکھتا رہتا ہے؟ وہ مخلوق کہاں ہے جس کی نگرانی اور دیکھ بھال کی اللہ تعالیٰ نے تجھے وصیت کی تھی؟ کاش! تجھے علم ہوتا تو محض ایک گنتی کا ہندسہ ہے، جب ایک دن کا سورج غروب ہوتا ہے تو تیری زندگی کا ایک دن کم ہو جاتا ہے۔

⑬ یکم رجب سنہ ۱۱۰ ہجری جمعرات اور جمعہ کی درمیانی شب حضرت حسن بصری رَحِمَہُ اللہُ تَعَالیٰ نے اپنے رب کی صدا پر لبیک کہتے ہوئے اپنی جان جاں آفریں کے سپرد کی۔ صبح کے وقت جب ان کی وفات کی خبر لوگوں میں پھیلی تو بصرے میں کہرام مچ گیا۔ آپ کو غسل دیا گیا، کفن پہنایا گیا اور اس مرکزی مسجد میں نمازِ جنازہ پڑھائی گئی جس میں زندگی کا بیشتر حصہ عالم، معلم اور داعی ومبلغ کی حیثیت میں گزارا۔ بصرہ کے تمام باشندے نمازِ جنازہ میں شریک ہوئے، اس روز بصرہ کی مرکزی مسجد میں نمازِ عصر کی جماعت نہیں ہوئی کیونکہ شہر میں نماز پڑھنے والا کوئی فرد باقی نہیں رہا تھا۔

اللہ تعالیٰ اس خوش گہر، پاکیزہ خو، سادہ منش، شیریں سخن، پاک طینت، پاک بیں، فرخندہ اور خندہ جبیں عظیم المرتبت شخصیت کی قبر کو منور کرے۔

آسماں تیری لحد پر شبنم افشانی کرے

⑭ حضرت حسن بصری رَحِمَہُ اللّٰہُ تَعَالٰی کے مفصل حالاتِ زندگی معلوم کرنے کے لیے درج ذیل کتابوں کا مطالعہ کریں۔

①	الطبقات الکبریٰ	۱۷۹،۱۸۲،۱۸۸،۱۹۵،۱۹۷،۲۰۲
②	الطبقات الکبریٰ	۳/۲۳۳/۲۳۷
③	حلیة الاولیاء اصفہانی	۲/۱۳۱،۱۶۱
④	تاریخ خلیفہ بن خیاط	۱۲۳،۱۸۹،۲۸۷،۳۳۱،۳۵۴
⑤	وفیات الاعیان ابن خلکان	۱/۳۵۴،۱۳۹
⑥	شذرات الذھب	۱/۱۳۸،۱۳۹
⑦	میزان الاعتدال	۱/۲۵۴
⑧	امالی المرتضیٰ	۱/۱۵۲،۱۵۳،۱۵۸،۱۶۰
⑨	البیان و التبیین	۲/۱۷۳،۳/۱۴۴
⑩	المحبر محمد بن حبیب	۲۳۵،۳۷۸
⑪	کتاب الوفیات احمد بن حسن بن علی	۱۰۸،۱۰۹
⑫	حسن بصری. احسان عباس	

㉕ ایران کی تین شہزادیوں نے مدینہ منورہ کے تین دیندار لڑکوں کو پسند کیا

جس روز ایران کے آخری بادشاہ یزدگرد کو ذلت آمیز انداز میں موت کے گھاٹ اتار دیا اُس روز اس کے تمام جرنیل، حفاظتی دستہ اور اہلِ خانہ مسلمانوں کے ہاتھوں قیدی بن گئے اور مالِ غنیمت کو سمیٹ کر مدینہ منورہ لایا گیا۔ اس عظیم فتح کے موقع پر جس کثیر تعداد میں قیمتی قیدی مدینہ منورہ میں لائے گئے، اس کی تاریخ میں مثال نہیں ملتی، ان قیدیوں میں ایران کے آخری بادشاہ یزدگرد کی تین بیٹیاں بھی تھیں۔

① لوگ قیدیوں کی طرف متوجہ ہوئے اور انھوں نے پلک جھپکتے ہی انہیں خرید لیا اور رقم بیت المال میں جمع کرادی۔ صرف ایران کے بادشاہ یزدگرد کی بیٹیاں باقی رہ گئیں۔ وہ بلاشبہ حسن و جمال کا پیکر، پری رُخ اور سیمیں بدن دوشیزائیں تھیں جب اُنہیں فروخت کرنے کے لیے پیش کیا گیا تو مارے ذلت و رسوائی کے ان کی آنکھیں زمین میں گڑ گئیں۔ حسرت و یاس اور انکساری و درماندگی کی وجہ سے ان کی غزالی آنکھوں سے آنسو بہہ نکلے، انہیں دیکھ کر حضرت علی بن ابی طالب کرم اللہ وجہہ کے دل میں ترس آگیا اور یہ خیال آیا کہ انہیں وہ شخص خریدے جو اُن سے حسنِ سلوک سے پیش آئے۔ اس میں حیران ہونے کی بھی کوئی بات نہیں، رسول اکرم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا تھا:

”شکست خوردہ قوم کے معزز افراد پر ترس کھایا کرو۔“

حضرت علی رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے حضرت عمر بن خطاب رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے کہا:

”اے امیر المؤمنین! بادشاہ کی بیٹیوں کے ساتھ امتیازی سلوک ہونا چاہیے۔“

حضرت عمر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے فرمایا: ”آپ سچ کہتے ہیں، لیکن اس کی صورت کیا ہو؟“

حضرت علی رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے فرمایا: ”ایک تو ان کی قیمت زیادہ لگائیں اور دوسرے ان کو اختیار دے دیں جس پر یہ

راضی ہوجائیں ان کے ہاتھ انہیں دے دیا جائے اور ان پر قطعاً کوئی جبر نہ ہو۔"

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو یہ سن کر بہت خوشی ہوئی اور حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اس تجویز کو نافذ کردیا۔

ان میں سے ایک نے حضرت عبداللہ بن عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو پسند کیا۔ دوسری نے حضرت محمد بن ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اور تیسری حسن و جمال کی وجہ سے جسے ملکۂ خواتین کہا جاتا تھا، اس نے اپنے لیے نواسۂ رسول حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو پسند کیا۔

❷ تھوڑے ہی عرصہ بعد ملکۂ خواتین نے اپنی دلی رغبت سے اسلام قبول کرلیا، یہ دین قیم کی راہ پر گامزن ہوئیں، غلامی سے آزاد کردی گئیں، کنیز سے آزاد ہوکر بیوی کا باعزت مقام حاصل کیا، پھر اس نے سوچا کہ ماضی کی تمام شرکیہ یادیں یکسر بھلادی جائیں اور اس نے اپنا نام شاہ زندہ سے بدل کر غزالہ رکھ لیا۔

غزالہ کے نصیب میں بہترین رفیق حیات آیا۔ بڑی خوشگوار زندگی بسر ہونے لگی، مہینے لمحوں میں گزرنے لگے۔ اب ایک ہی دلی خواہش باقی رہ گئی تھی کہ اسے چاند سا بیٹا نصیب ہوجائے۔ اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ نے اس کی یہ خواہش بھی پوری کردی، ایک مہتاب چہرہ بیٹے نے جنم لیا۔ برکت کے لیے اس کا نام دادا کے نام پر علی رکھا گیا۔ لیکن غزالہ کے لیے یہ خوشی چند لمحات سے زیادہ دیکھنا نصیب نہ ہوئی، کیونکہ اپنے بیٹے کو جنم دیتے ہی اللہ کو پیاری ہوگئی۔

❸ اس نومولود کی پرورش ونگہداشت ایک کنیز کے سپرد کردی گئی جس نے اسے ماں جیسا پیار دیا، اس نے اس پر اپنی محبت کو اس طرح نچھاور کیا جس طرح کوئی ماں اپنے اکلوتے بیٹے سے پیار کرتی ہے اور اس کی اس طرح پرورش کی کہ یہ نومولود بڑا ہوکر اسے ہی اپنی حقیقی ماں سمجھنے لگا۔

❹ حضرت علی بن حسین رحمہ اللہ تعالیٰ جب سن شعور کو پہنچے تو حصولِ علم کی طرف شوق و رغبت سے متوجہ ہوئے۔ پہلا مدرسہ گھر ہی تھا اور یہ کتنا اچھا مدرسہ تھا۔

پہلے استاد اُن کے والد حسین بن علی رضی اللہ تعالیٰ عنہما تھے اور یہ کتنے عظیم استاد تھے، دوسرا مدرسہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی مسجد تھا۔ مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں ان دنوں صحابہ کرام اور تابعین عظام رحمہ اللہ تعالیٰ کی چہل پہل تھی۔ صحابہ کرام اور تابعین عظام بڑی ہی دلی رغبت کے ساتھ پھولوں جیسے نونہال بیٹوں کو کتابِ الٰہی پڑھایا کرتے تھے اور اس میں غور وتدبّر کی تلقین کرتے، حدیثِ رسول ان کے سامنے بیان کرتے اور اس کے مقاصد سمجھاتے۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت اور غزوات کے واقعات بیان کرتے، مختلف شعراء کے اشعار پڑھ کر سناتے اور پھر ان کے مطالب بیان کرتے اور ان کے دلوں میں حبِ الٰہی، خشیتِ الٰہی اور تقویٰ کی جوت جگاتے۔ اس طرح یہ نونہال باعمل علماء اور باکردار راہنما بن کر اُبھرتے۔

❺ حضرت علی بن حسین رحمہ اللہ تعالیٰ کے دل میں قرآنی علم نے گھر کرلیا۔ اس کے سوا کسی اور علم کی طرف دل راغب ہی نہ ہوا۔ قرآن مجید کے وعدہ و وعید کی وجہ سے ان کے احساسات میں لرزہ طاری ہوجاتا۔ جب قرآن مجید کی کوئی ایسی آیت پڑھتے جس میں جنت کا تذکرہ ہوتا تو دل شوق و رغبت سے اس کے حصول کا متمنی ہوتا، اور جب قرآن مجید کی ایسی آیت پڑھتے جس میں جہنم کا تذکرہ ہوتا تو ایک گرم اور لمبی سانس لیتے، انھیں یوں محسوس ہوتا جیسے جہنم کی آگ کا دہکتا ہوا شعلہ ان کے دامن میں اُتر آیا ہے۔

❻ حضرت علی بن حسین رحمہ اللہ تعالیٰ جوانی اور علم کے نکتہ عروج پر پہنچے تو مدنی معاشرے کو ایک ایسا جوان ملا جو بنو

ہاشم کے جوانوں میں عبادت اور تقویٰ میں مثالی شان رکھنے والا، فضل و شرف اور اخلاق و کردار میں سب سے بڑھ کر، نیکی و بردباری میں سب سے اعلیٰ مقام پر فائز، ان کی عبادت اور تقویٰ کا یہ حال تھا کہ وضو اور نماز کے درمیان ان کے بدن میں کپکپی طاری ہو جاتی اور ان کا جسم مسلسل رعشے کی زد میں آ جاتا اور اس سلسلے میں ان سے بات کی جاتی تو فرماتے:

’’تم پر بڑا افسوس ہے، کیا تم جانتے نہیں کہ میں کس کے سامنے کھڑا ہونے والا ہوں؟ کیا تم جانتے نہیں کہ کس کے ساتھ میں سرگوشی کرنے کا ارادہ رکھتا ہوں؟‘‘

۷ اس ہاشمی نوجوان کی نیکی، تقویٰ اور عبادت گزاری سے متاثر ہو کر لوگوں نے اسے زین العابدین کے نام سے پکارنا شروع کر دیا اور اسی نام سے آپ مشہور ہو گئے۔ یہاں تک کہ لوگ ان کے اصلی نام کو بھول گئے، غرضیکہ لقب اصلی نام پر غالب آ گیا، ان کی سنجیدہ ریزی اور نماز کے دوران دنیا کی بے نیازی کی وجہ سے اہلِ مدینہ نے انہیں ’’فنافی السجود‘‘ کا لقب دے دیا۔ ان کے باطن کی صفائی اور دل کی پاکیزگی کی وجہ سے لوگوں نے انہیں پاک باز و پاک طینت شخصیت قرار دے دیا۔

۸ حضرت زین العابدین رَحِمَہُ اللہُ تَعَالیٰ کا اس بات پر یقین تھا کہ عبادت کا مغز دُعا ہے۔ وہ کعبہ شریف کے پردے سے چمٹ کر گھنٹوں رب جلیل کی بارگاہ میں دُعائیں کرتے۔ بیت اللہ کے ساتھ کتنی ہی مرتبہ چمٹ کر انھوں نے یہ دعا کی:

’’پروردگار! تو نے بے پایاں رحمت مجھ پر نچھاور کی، مجھ پر انعام و اکرام کی بے انتہا بارش کی۔ میں بلا خوف و خطر تیری بارگاہ میں التجا کرتا ہوں، محبت و الفت کی بنا پر تجھ سے سوالی ہوں، تیری بارگاہ سے مزید رحمت کا ملتجی ہوں۔ تیرے حقوق کی ادائیگی کے لیے ہمت و طاقت کی التجا ہے۔ الٰہی! میں تجھ سے اس بے چارے گہرے پانی میں ڈوبنے والے کے مانند مانگتا ہوں جسے کنارے لگنے کے لیے تیرے سوا کوئی سہارا نظر نہ آتا ہو۔ الٰہی! کرم فرما اور میری زندگی کی منجدھار میں پھنسی ہوئی ناؤ کو کنارے لگا دے، بلاشبہ تو سب سے بڑھ کر اپنی مخلوق پر کرم کرنے والا ہے۔‘‘

۹ حضرت طاؤس بن کیسان رَحِمَہُ اللہُ تَعَالیٰ نے ایک مرتبہ دیکھا کہ یہ بیت اللہ کے سایے میں کھڑے مضطرب شخص کی طرح پیچ و تاب کھا رہے ہیں۔ سخت بیمار کی طرح کراہ رہے تھے، محتاج کی طرح دُعا کر رہے تھے۔ حضرت طاؤس بن کیسان رَحِمَہُ اللہُ تَعَالیٰ کھڑے انتظار کر رہے تھے، یہاں تک کہ انہوں نے رونا بند کر دیا، دعا سے فارغ ہوئے تو طاؤس بن کیسان نے ان سے کہا: ’’اے اللہ کے رسول صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کے نواسے! میں نے آج تیری حالت دیکھی ہے، تجھ میں تین خوبیاں ایسی پائی جاتی ہیں جو تجھے خوف سے بچا لیں گی۔‘‘

حضرت زین العابدین نے پوچھا: ’’اے طاؤس! وہ کون سی خوبیاں ہیں؟‘‘

آپ نے فرمایا: ’’ایک تو آپ رسول اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کے نواسے ہیں، دوسری تجھے اپنے نانا کی شفاعت حاصل ہو گی اور تیسری اللہ تعالیٰ کی رحمت تیرے شاملِ حال ہو گی۔‘‘

انہوں نے فرمایا: ’’اے طاؤس! قرآن مجید کی درج ذیل آیت سننے کے بعد میں سمجھتا ہوں کہ میرا رسول کے ساتھ انتساب مجھے فائدہ نہ دے گا۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿فَاِذَا نُفِخَ فِی الصُّوْرِ فَلَآ اَنْسَابَ بَیْنَھُمْ یَوْمَئِذٍ وَّلَا یَتَسَآءَلُوْنَ﴾ (سورۂ مؤمنون: آیت ۱۰۱)

’’تو جب صور پھونکا جائے گا تو اس دن ان کے درمیان کوئی حسب و نسب کام نہ آئے گا اور نہ ایک دوسرے کو پوچھیں گے۔‘‘

جہاں تک میرے نانا کی شفاعت کا تعلق ہے، اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد میرے پیش نظر ہے:

﴿وَلَا يَشْفَعُوْنَ إِلَّا لِمَنِ ارْتَضٰى﴾ (سورۂ انبیاء: آیت ۲۸)

"کسی کی سفارش نہیں کرتے بجز اس کے جس کے حق میں سفارش سننے پر اللہ راضی ہو۔"

اور جہاں تک اللہ تعالیٰ کی رحمت کا تعلق ہے، اس سلسلے میں ارشادِ ربانی ہے:

﴿إِنَّ رَحْمَتَ اللّٰهِ قَرِيْبٌ مِّنَ الْمُحْسِنِيْنَ﴾ (سورۂ اعراف: آیت ۵۶)

"بے شک اللہ کی رحمت نیک کردار لوگوں سے قریب ہے۔"

تقویٰ اور خوفِ خدا نے حضرت زین العابدین میں بہت سی خوبیاں پیدا کر دیں۔ فضل و شرف اور نرمی و بردباری کے خوگر ہوئے، ان مثالی اوصاف کے دل پذیر تذکروں سے سیرت کی کتابیں مزیّن ہیں اور تاریخ کے صفحات چمک رہے ہیں۔

حضرت حسن بن حسن بیان کرتے ہیں۔ میرے اور چچازاد بھائی زین العابدین کے درمیان ایک مرتبہ اختلاف پیدا ہو گیا، میں ان کے پاس گیا وہ مسجد میں اپنے ساتھیوں کے ہمراہ بیٹھے ہوئے تھے، غصے میں آ کر میں نے جو منہ میں آیا اُنہیں کہہ دیا۔ لیکن وہ میری کڑوی کسیلی باتیں خاموشی سے سنتے رہے اور مجھے کوئی جواب نہ دیا۔ میں غصّے کا بھرپور اظہار کر کے چلا گیا، رات کو میرے دروازے پر کسی نے دستک دی، یہ دیکھنے کے لیے اُٹھا کہ اس وقت میرے دروازے پر کون ہو سکتا ہے۔ میں نے دیکھا کہ زین العابدین کھڑے ہیں، مجھے اس بات میں کوئی شک نہ رہا کہ یہ اب اپنا بدلہ لینے آئے ہیں، لیکن اُنھوں نے فرمایا:

"میرے بھائی! آج صبح جو آپ نے میرے بارے میں کہا اگر اس میں آپ سچ ہیں تو اللہ تعالیٰ مجھے معاف کر دے اور اگر آپ ان باتوں میں سچے نہیں ہیں تو اللہ تعالیٰ آپ کو معاف کر دے۔"

یہ کہا، مجھے سلام کیا اور واپس چلے گئے۔ میں نے اُنہیں روکا اور عرض کیا، "آئندہ میں کوئی ایسی بات نہیں کروں گا جو آپ کو ناگوار گزرے۔ بھائی مجھے معاف کر دیجیے۔"

اُن کا دل نرم ہو گیا اور فرمایا: "کوئی بات نہیں! میرے بارے میں آپ کو بات کرنے کا حق پہنچتا ہے۔"

⑩ مدینہ منورہ کا ایک باشندہ بیان کرتا ہے کہ ایک مرتبہ زین العابدین مسجد سے باہر نکلے اور میں بھی ان کے پیچھے ہو لیا، میں بغیر کسی وجہ کے انہیں گالیاں دینے لگا، لوگ یہ سن کر مجھ پر پل پڑے، مجھے اپنی جان کے لالے پڑ گئے۔ قریب تھا کہ وہ میرا کچومر نکال دیتے، زین العابدین رَحِمَهُ اللّٰهُ تَعَالٰی نے لوگوں کی طرف دیکھا اور فرمایا: رُک جاؤ۔ تو وہ سب رک گئے، جب آپ نے مجھے کانپتے ہوئے دیکھا تو بڑی خندہ پیشانی سے میری طرف متوجہ ہوئے، مجھے دلاسہ دینے لگے تاکہ میرا خوف جاتا رہے۔

پھر آپ نے فرمایا: "آپ نے مجھے اپنی معلومات کے مطابق گالی دی، لیکن وہ عیب جن پر پردہ پڑا ہوا ہے، آپ نہیں جانتے، وہ تو کہیں زیادہ ہیں۔" پھر مجھ سے پوچھا "کیا تمہاری کوئی ایسی ضرورت ہے جسے پورا کر کے ہم تمہاری مدد کر سکیں۔"

میں شرمندہ ہوا اور کچھ کہہ نہ سکا۔ جب انھوں نے میری شرمساری دیکھی تو اپنی قیمتی چادر اُتار کر مجھ پر ڈال دی اور ایک ہزار درہم مجھے عنایت کیے۔

ایک غلام کہتے ہیں کہ میں زین العابدین علی بن حسین رَحِمَهُ اللّٰهُ تَعَالٰی کا غلام تھا۔ اُنھوں نے مجھے کسی کام کے لیے بھیجا میں نے تاخیر کر دی، جب میں ان کے پاس آیا تو بڑے غصے سے کوڑا پکڑا اور میری پٹائی شروع کر دی، میں رونے لگا، مجھے غصہ بھی بہت آیا، آپ نے اس سے پہلے کسی کو مارا بھی نہیں تھا۔

میں نے کہا: ’’اے علی بن حسین! اللہ سے ڈریں، ایک تو آپ مجھ سے خدمت لیتے ہیں، میں آپ کے حکم کے مطابق ہر کام پوری محنت سے کرتا ہوں، اوپر سے آپ میری پٹائی کرتے ہیں، یہ کہاں کا انصاف ہے؟‘‘

میری یہ بات سن کر رو پڑے اور فرمایا: ’’ابھی مسجد نبوی ﷺ میں جاؤ، دو رکعت نماز پڑھو پھر یہ دُعا کرو، الٰہی! علی بن حسین کو معاف کر دے، اگر آج آپ یہ کریں گے تو میری غلامی سے آپ آزاد ہوں گے۔‘‘ میں مسجد گیا، نماز پڑھی اور دُعا کی۔ جب میں گھر واپس لوٹا تو آزاد تھا۔

⑪ اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے حضرت زین العابدین رَحِمَہُ اللّٰہُ تَعَالٰی پر بڑی وافر مقدار میں مال و دولت اور رزق کے خزانے کھول رکھے تھے۔ تجارت میں انہیں بہت نفع ہوتا تھا۔ زراعت میں بھی بڑی فراوانی میسّر تھی۔

یہ دونوں کام آپ کے نوکر چاکر انجام دیا کرتے تھے۔ زراعت وتجارت کے ذریعے وافر مقدار میں مال و دولت ان کے ہاتھ لگتا، لیکن اس تونگری و فراوانی نے ان کے اندر نخوت یا تکبر کا کوئی شائبہ پیدا نہیں کیا۔ البتہ دنیا کے مال کو انھوں نے آخرت کی کامیابی کا ذریعہ بنایا۔ ان کی دولت وثروت ہر لحاظ سے ان کے لیے مفید و کارآمد ثابت ہوئی۔ رازداری اور پوشیدہ انداز میں صدقہ وخیرات کرنا انہیں بہت محبوب تھا۔ جب رات کا اندھیرا چھا جاتا تو یہ اپنی کمزور کمر پر آٹے کے تھیلے اٹھاتے اور مدینے کے ان ضرورت مندوں کے گھر چپکے سے چھوڑ آتے، جو خودداری کی وجہ سے لوگوں کے سامنے دستِ سوال دراز نہیں کرتے تھے۔ یہ کام سرانجام دینے کے لیے رات کی تاریکی میں اس وقت نکلتے جبکہ لوگ سوئے ہوئے ہوتے۔

مدینہ منورہ میں بہت سے گھر خوشحالی سے زندگی بسر کر رہے تھے، جنہیں یہ بھی پتہ نہیں تھا کہ ان کے پاس وافر مقدار میں رزق کہاں سے آتا ہے۔ حضرت زین العابدین علی بن حسین رَحِمَہُ اللّٰہُ تَعَالٰی فوت ہو گئے اور ان لوگوں کے پاس آٹا آنا بند ہو گیا تب پتہ چلا کہ یہ کہاں سے آتا تھا۔

حضرت زین العابدین کو غسل دینے کے لیے جب تختے پر رکھا گیا، غسل دینے والوں نے پیٹھ پر سیاہ نشان دیکھا تو کہنے لگے، یہ کیا ہے؟ انہیں بتایا گیا کہ یہ آٹے کی بوریاں اُٹھانے کی وجہ سے نشان پڑا، جو وہ مدینے کے تقریباً ایک سو گھروں میں پہنچایا کرتے تھے، آج اس طرح فیاضی کے ساتھ خرچ کرنے والا دنیا سے رخصت ہو گیا۔

⑫ حضرت زین العابدین بن حسین رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ اپنے غلاموں کو اس کثرت اور فیاضی سے آزاد کیا کرتے تھے کہ اس کا چرچا مشرق ومغرب میں سفر کرنے والے مسافروں تک پہنچ چکا تھا۔ ان کا یہ کارنامہ لوگوں کی فکر ونظر کے اُفق سے بھی کہیں بلند تھا، اس کی پرواز تخیلات سے بھی کہیں اونچی تھی، کوئی عام انسان اس کا تصور بھی نہیں کر سکتا۔

یہ ہر اُس غلام کو آزاد کر دیا کرتے تھے، جو اُن سے حسن سلوک سے پیش آتا، اس کی آزادی اس کے حسن سلوک کا بدلہ ہوگی۔ یہ اُس غلام کو بھی آزاد کر دیا کرتے تھے جو نافرمانی کرتا اور پھر توبہ کر لیتا۔ اُسے اپنی توبہ کے بدلے آزادی مل جاتی۔ ان کے متعلق یہ بیان کیا جاتا ہے کہ انھوں نے اپنی زندگی میں ایک ہزار غلام آزاد کیے۔ آپ اپنے کسی غلام یا کسی کنیز سے ایک سال سے زائد خدمت نہیں لیا کرتے تھے۔

عید الفطر کی رات بہت زیادہ غلاموں کو آزاد کیا کرتے تھے، ان سے یہ مطالبہ کیا کرتے تھے قبلہ رخ ہو کر اللہ تعالیٰ سے یہ دعا کریں:

’’الٰہی! علی بن حسین کو معاف کر دے۔‘‘ اس طرح انہیں دہری خوشی نصیب ہوتی، ایک خوشی عید کی اور دوسری خوشی آزادی کی۔

⑬ حضرت زین العابدین علی بن حسین رَحِمَہُ اللّٰہُ تَعَالٰی کی محبت لوگوں کے دلوں میں اتر چکی تھی۔ لوگ انھیں بڑی عزت کی نگاہ سے دیکھا کرتے تھے، لوگوں کے دلوں میں ان کا بہت مرتبہ تھا۔ گویا یہ لوگوں کے بے تاج بادشاہ تھے۔ ان کے دور میں یہ مقام کسی اور کو حاصل نہ تھا، لوگوں کو ان سے سچی محبت تھی، ان کے ساتھ بڑی تعظیم سے پیش آتے، بڑا ہی گہرا تعلق تھا، لوگوں کی نگاہیں ہر دم ان کی متلاشی رہتیں۔ گھر سے نکلتے ہوئے یا گھر میں داخل ہوتے ہوئے، مسجد جاتے ہوئے یا مسجد سے واپس آتے ہوئے لوگ ان کی زیارت کی سعادت حاصل کیا کرتے تھے۔

⑭ ایک مرتبہ کا ذکر ہے کہ ہشام بن عبدالملک حج کے لیے مکہ معظمہ آیا۔ اس وقت وہ ولی عہد تھا، وہ طواف کرنا اور حجرِ اسود کو چومنا چاہتا تھا، حفاظتی دستے نے لوگوں کو ہٹو بچو کرتے ہوئے اس کے لیے راستہ بنانا شروع کر دیا۔ لیکن لوگوں میں سے ایک شخص نے ان کی طرف دیکھا ہی نہیں اور نہ ہی ان کے لیے راستہ بنایا بلکہ وہ یہ کہہ رہا تھا: ’’یہ گھر اللہ کا ہے، تمام لوگ اس کے بندے ہیں۔‘‘

اسی دوران دور سے ’’لَاإِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ‘‘ اور ’’اللّٰہ اکبر‘‘ کی آوازیں سنائی دینے لگیں، لوگ ٹکٹکی لگا کر اس کی طرف دیکھنے لگے، وہ کیا دیکھتے ہیں کہ لوگوں کے جھرمٹ میں ایک خوبصورت، چھریرے بدن اور روشن چہرے والا شخص احرام باندھے بڑے ہی وقار کے ساتھ بیت اللہ کی جانب چلا آ رہا ہے۔ اس کی پیشانی پر سجدوں کا نشان نمایاں ہے۔ لوگ عقیدت کا اظہار کرتے ہوئے اس کے لیے راستہ بنا رہے ہیں اور اسے محبت وعقیدت کی نظر سے دیکھ رہے ہیں، وہ شخص حجرِ اسود تک پہنچا اور اسے بڑے ہی باوقار انداز میں چوما۔

ہشام بن عبدالملک کے حاشیہ برداروں میں سے ایک شخص نے اس سے پوچھا، یہ کون ہے جس کی لوگ اس انداز میں تعظیم بجا لا رہے ہیں۔ ہشام نے کہا، میں اسے نہیں جانتا۔

دنیائے عرب کا مشہور شاعر فرزدق وہاں موجود تھا۔ اس نے کہا، اگر ہشام اس کو نہیں جانتا تو کیا ہوا میں اسے جانتا ہوں اور تمام دنیا اسے جانتی ہے۔ یہ حضرت حسین رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کا فرزند ارجمند علی ہے جسے لوگ زین العابدین کے نام سے جانتے ہیں، پھر برجستہ ان کی شان میں اشعار کہے جن کا ترجمہ درج ذیل ہے:

① یہ وہ شخص ہے جس کے قدموں کی آہٹ کو وادی بطحاء جانتی ہے
بیت اللہ بھی اس کو جانتا ہے اور حل و حرم بھی اسے جانتے ہیں

② یہ اللہ کے بندوں میں سب سے بہتر انسان کا نواسہ ہے
یہ متقی پرہیزگار، پاک صاف اور ممتاز انسان ہے

③ یہ فاطمۃ الزہرا کا پوتا ہے، اگر تو نہیں جانتا تو سن لے
اس کے نانا خاتم الانبیاء صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ ہیں

④ تیرا یہ کہنا کہ یہ کون ہے اسے کوئی نقصان نہیں دے گا
تو اسے اگر نہیں جانتا عرب و عجم تو اسے جانتے ہیں

⑤ اس کے دونوں ہاتھ بڑے فیاض ہیں
لوگ اس کی فیاضی سے خوب مستفیض ہوتے ہیں

⑥ یہ نرم طبیعت ہے اس میں ترش روئی کا شائبہ تک نہیں ہے

دو خوبیوں نے اس کو آراستہ کیا ہے وہ حسن اخلاق اور نرم طبیعت ہے

⑦ تشہد کے علاوہ اس کی زبان پر لا نہیں آتا
اگر تشہد نہ ہوتا تو یہ لا بھی نعم ہوتا

⑧ اس کے احسانات خلق خدا پر عام ہیں
جن کی وجہ سے تاریکیاں، غربت و افلاس ختم ہو گئے

⑨ جب قریش نے اسے دیکھا تو اس کا ایک شخص پکار اٹھا
یہ وہ شخص ہے جس پر حسنِ اخلاق ختم ہے

⑩ یہ حیا کی وجہ سے اپنی نگاہیں نیچی رکھتا ہے
اور لوگ اس کی ہیبت سے نگاہیں جھکا لیتے ہیں

⑪ اس کی ہتھیلی ریشم کی طرح نرم ہے اور اس سے کستوری کی خوشبو آتی ہے
اور اس کی ناک کھڑی ہے جس سے شخصی عظمت آشکار ہوتی ہے

⑫ اس کا اصل رسول ﷺ سے مشتق ہوا ہے
اس کا حسب و نسب کس قدر عمدہ ہے

حضرت زین العابدین رحمہ اللہ تعالیٰ ہر اُس شخص کے لیے نادر نمونہ تھے، جو پوشیدہ اور علانیہ اللہ تعالیٰ سے ڈرتا ہے اور جو اللہ تعالیٰ کے عذاب سے ڈرتے ہوئے اور اس کے ثواب کا لالچ کرتے ہوئے اپنے آپ کو بچا بچا کر رکھتے ہیں۔

نوٹ: بندے کے والد صاحب بیانات میں عربی کے یہ اشعار مع ترجمہ درد بھرے انداز میں پڑھتے تھے، مجمع بہت روتا تھا، اللہ تعالیٰ ان کی مغفرت فرمائے اور جنت نصیب فرمائے! آمین!

⑮ حضرت زین العابدین رحمہ اللہ تعالیٰ کے مفصل حالاتِ زندگی معلوم کرنے کے لیے درج ذیل کتابوں کا مطالعہ کریں۔

①	طبقات ابن سعد	۲۱۱/۵	②	تاریخ البخاری	۶۲۶/۶
③	المعارف	۲۱۴	④	المعرفہ و التاریخ	۵۴۴،۳۶۰/۱
⑤	الجرح والتعدیل	۱۷۸/۳	⑥	طبقات الفقہاء (شیرازی)	۶۳
⑦	تاریخ ابن عساکر	۵۱۵/۱۲	⑧	الاسماء واللغات	۳۴۳/۱
⑨	وفیات الاعیان	۳۶۶/۳	⑩	تاریخ اسلام	۳۴/۴
⑪	العبر	۱۱۱/۱	⑫	البدایۃ والنہایۃ	۱۰۳/۹
⑬	النجوم الزاہرہ	۲۲۹/۱			

㉖ حضرت ثُمامہ بن اُثال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا واقعہ

حضرت مولانا صاحب دامت برکاتہم ...... السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

بعد سلام عرض ہے کہ بارہا آپ کے وعظ میں حضرت ثُمامہ بن اُثال کا واقعہ سنتا ہوں جو میں نے کسی کتاب میں پڑھا نہیں ہے حالانکہ میں بفضلہٖ وکرمہ علم کی دولت کے حصول میں کچھ عرصہ دے چکا ہوں، برائے کرم تفصیلی خطاب سے مستفیض فرما کر قلبی فرحت کا موقع عنایت کیجیے۔ فقط والسلام

جوابِ خط

رسول اللہ ﷺ نے سنہ ۶ ہجری میں دعوتِ اسلامی کا دائرہ وسیع کرنے کا ارادہ فرمایا۔ اس کے لیے آپ ﷺ نے عرب و عجم کے حکمرانوں کو آٹھ دعوتی خط لکھے۔ آپ نے جن حکمرانوں کے پاس یہ خطوط ارسال فرمائے تھے، ان میں سے ایک ثُمامہ بن اُثال حنفی تھا، ثمامہ کو اہم حکمرانوں میں شامل کرنا اور اس کے یہاں دعوتی خط روانہ کرنا حیرت انگیز اور قابلِ تعجب اس لیے نہیں تھا کہ وہ نہایت بااثر اور اہم شخصیت کا مالک تھا۔ وہ دورِ جاہلیت میں عرب کا ایک حکمراں قبیلہ بنو حنیفہ کا ایک سربرآوردہ رئیس اور علاقہ یمامہ کے ان بادشاہوں میں سے تھا جن کی کوئی بات ٹھکرائی نہیں جاتی تھی۔

جب ثُمامہ کے پاس رسول اللہ ﷺ کا قاصد پہنچا تو اس نے اس کے ساتھ نہایت توہین آمیز اور غیر ذمہ دارانہ رویہ اپنایا۔ جھوٹے پندار اور جاہلانہ غرور نے اس کو گناہ پر جمادیا اور اس نے دعوتِ حق سے اپنے کان بند کرلیے، پھر شیطان اس پر سوار ہوگیا، وہ رسول اللہ ﷺ پر بے خبری کی حالت میں اچانک حملہ کرکے آپ ﷺ کا کام تمام کردینا چاہتا تھا اور اپنے اس ناپاک منصوبے کی تکمیل کے لیے وہ کسی مناسب موقع کا انتظار کرنے لگا۔ مگر اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کو اس کے شر سے محفوظ رکھا۔ ثُمامہ اگرچہ رسول اللہ ﷺ کے ارادۂ قتل سے باز آگیا لیکن وہ آپ کے صحابہ کو قتل کرنے کے ارادے سے دست بردار نہیں ہوا، وہ برابر ان کی تاک میں لگا رہا، آخرکار وہ چند صحابہ پر قابو پانے میں کامیاب ہوگیا اور ان کو نہایت دردناک طریقے سے شہید کرڈالا۔ اس وجہ سے رسول اللہ ﷺ نے صحابہ میں اس بات کا اعلان فرمادیا کہ وہ جہاں کہیں ملے، قتل کردیا جائے۔ صحابہ کے قتل اور نبی کریم ﷺ کے اس اعلان کے کچھ ہی دنوں بعد ثُمامہ نے عمرہ ادا کرنے کا ارادہ کیا اور اس ارادے سے وہ اپنے علاقہ یمامہ سے مکہ کی سمت روانہ ہوا، وہاں پہنچ کر وہ کعبہ کا طواف اور اس میں رکھے ہوئے بتوں کے لیے قربانی کا ارادہ رکھتا تھا لیکن اپنے اس سفر کے دوران وہ مدینہ کے قریب ایک راستے سے گزرتے ہوئے اچانک ایک ایسی آفت میں پھنس گیا جس کا اسے وہم وگمان تک نہیں تھا۔ ہوا یہ کہ رسول اللہ ﷺ کے بھیجے ہوئے کچھ مسلمانوں پر مشتمل ایک فوجی دستے نے جو اس خطرے کے پیشِ نظر کہ کہیں کوئی شرپسند رات کی تاریکی سے فائدہ اٹھاکر مدینہ کے باشندوں کو نقصان نہ پہنچادے ثُمامہ کو دیکھا اور اسے گرفتار کرلیا (حالانکہ ان میں سے کوئی بھی اسے پہچانتا نہ تھا) اور اس کو مدینہ لائے اور اُسے مسجد کے ایک ستون سے باندھ دیا اور اس بات کا انتظار کرنے لگے کہ رسول اللہ ﷺ بہ نفس نفیس اس قیدی کے حالات سے واقفیت حاصل کرکے اس کے بارے میں کوئی فیصلہ صادر فرمائیں گے۔ جب رسول اللہ ﷺ گھر سے مسجد کی طرف آئے اور اس میں داخل ہونے کا ارادہ کیا تو آپ کی نظر ثمامہ پر پڑی جو ستون سے بندھا ہوا تھا۔ آپ نے صحابہ کرام سے دریافت فرمایا: ”جانتے ہو تم لوگوں نے کس کو گرفتار کیا ہے؟“

صحابہ کرام نے عرض کیا: نہیں، اے اللہ کے رسول ﷺ! ہم اس سے واقف نہیں ہیں۔

”یہ قبیلہ بنی حنیفہ کا سردار ثُمامہ بن اُثال ہے۔ اس کے ساتھ حسنِ سلوک سے پیش آنا۔“ آپ ﷺ نے قیدی کا تعارف کراتے ہوئے فرمایا۔ پھر آپ واپس گھر تشریف لے گئے اور گھر والوں سے کہا کہ ”تمہارے پاس جو بھی کھانا ہو، اسے جمع کرکے ثُمامہ بن اثال کے پاس بھیج دو۔“ پھر آپ ﷺ نے ہدایت فرمائی کہ ”میری اونٹنی کا دودھ صبح وشام دُوہ کر اس کو پیش کیا جائے۔“ پھر آپ ثُمامہ کو اسلام کی طرف مائل کرنے کے خیال سے اس کے پاس تشریف لے گئے اور اس سے پوچھا کہ ”ثُمامہ! تمہارا کیا خیال ہے؟ تم ہماری طرف سے کس قسم کے سلوک کی توقع رکھتے ہو؟“

”میں آپ کے متعلق اچھا گمان اور آپ سے اچھے برتاؤ کی اُمید رکھتا ہوں لیکن اگر آپ میرے قتل کا فیصلہ کرتے ہیں تو

ایک ایسے شخص کو قتل کرائیں گے جو قتل کا مجرم ہے، اور اگر احسان کر کے مجھے چھوڑ دیں تو ایک احسان شناس کو اپنا ممنون کرم پائیں گے اور اگر آپ کو مال کی خواہش ہے تو وہ بھی فرمایئے، جتنا مال چاہیں گے، دیا جائے گا۔‘‘ اس نے جواب دیا۔

اس گفتگو کے بعد رسول اللہ ﷺ نے ثمامہ کو اس کے حال پر چھوڑا اور دو روز تک اس سے کوئی تعرض نہیں کیا۔ اس دوران اس کے پاس حسبِ معمول کھانے پینے کی چیزیں اور اونٹنی کا دودھ برابر پہنچتا رہا۔ دو دن بعد رسول اللہ ﷺ پھر اس کے پاس تشریف لائے اور وہی سوال کیا۔ ’’ثمامہ! تمہارا کیا خیال ہے تم ہم سے کس قسم کے سلوک کی توقع رکھتے ہو؟‘‘

اس نے جواب دیا۔ ’’میرے پاس کہنے کی وہی باتیں ہیں جو اس سے پہلے میں کہہ چکا ہوں، اگر آپ میرے اوپر احسان کرتے ہیں تو ایک ایسے شخص پر احسان کریں گے جو اس کی قدر پہچانتا ہے اور اگر میرے قتل کا فیصلہ کرتے ہیں تو آپ کا یہ فیصلہ حق بہ جانب ہوگا کیونکہ میں آپ کے آدمیوں کو قتل کر کے اس کا مستحق قرار پا چکا ہوں۔ اور اگر آپ کو مال کی خواہش ہے تو بتایئے، جو چاہیں گے آپ کو پیش کیا جائے گا۔‘‘

اس موقع پر بھی آپ ﷺ نے اس سے مزید کچھ نہیں کہا بلکہ اس کو چھوڑ کر چلے گئے۔ البتہ اگلے روز آپ ﷺ پھر اس کے پاس گئے اور پھر وہی سوال دہرایا۔ ’’ثمامہ! تم کو ہماری طرف سے کس طرح کے برتاؤ کی امید ہے؟‘‘

اور اس نے بھی حسبِ سابق وہی جواب دیا۔ ’’اگر آپ میرے اوپر احسان کرتے ہیں تو ایک احسان شناس شخص پر احسان کریں گے اور مجھے قتل کرا دیتے ہیں تو میں اس کا مستحق ہوں، اور اگر آپ کو مال کی ضرورت ہو تو فرمایئے آپ کا مطلوبہ مال میں آپ کو پیش کر دوں۔‘‘

اس سوال و جواب کے بعد رسول اللہ ﷺ نے صحابہ کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا کہ ’’ثمامہ کو رہا کر دو!‘‘ اور حسبِ ارشاد اس کی زنجیریں کھول دی گئیں۔ رہائی پا کر ثمامہ مسجد سے نکلا اور مدینے کے باہر بقیع کے قریب واقع کھجوروں کے ایک باغ میں گیا جس میں کنواں تھا، اپنی سواری کو اسی کنویں کے پاس بٹھا کر اس کے پانی سے خوب اچھی طرح غسل کیا اور پاک صاف ہو کر پھر اسی راستے سے چل کر مسجد میں واپس آ گیا، اس نے مسجد میں مسلمانوں کی ایک مجلس کے قریب پہنچ کر بہ آوازِ بلند کلمۂ شہادت پڑھ کر اپنے اسلام لانے کا اعلان کیا پھر رسول اللہ ﷺ کی طرف متوجہ ہو کر بولا۔ ’’اے محمد! خدا کی قسم! روئے زمین پر کوئی چہرہ میرے نزدیک آپ کے چہرے سے زیادہ مبغوض اور قابلِ نفرت نہ تھا مگر اب یہ مجھے ہر چہرے سے زیادہ محبوب ہے، اور خدا کی قسم! آپ کے دین سے زیادہ قابل نفرت میرے نزدیک کوئی دین نہ تھا، لیکن اب یہ مجھے تمام ادیان سے زیادہ پسندیدہ ہے، اور خدا کی قسم! آپ کے شہر سے زیادہ ناپسندیدہ میرے نزدیک کوئی دوسرا شہر نہیں تھا مگر اب آپ کا یہ شہر مجھے تمام شہروں سے زیادہ پسند ہے۔‘‘

تھوڑی دیر رک کر پھر بولے۔ ’’میں نے آپ کے کچھ ساتھیوں کو قتل کیا ہے، اس کی تلافی کے لیے آپ میرے اوپر کیا عائد کرتے ہیں؟‘‘ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ ’ثمامہ! اس سلسلے میں تمہارے اوپر نہ قصاص ہے نہ دیت کیونکہ اسلام نے تمہاری تمام سابقہ زیادتیوں اور غلط کاریوں کو حرف غلط کی طرح مٹا دیا ہے۔‘‘

پھر آپ ﷺ نے اسلام لانے کی وجہ سے جنت کی خوشخبری دی، اُن کا چہرہ فرطِ مسرت سے چمک اُٹھا۔ کہنے لگے کہ ’’خدا کی قسم! میں نے آپ کے جتنے صحابہ کو قتل کیا ہے اس سے کئی گنا تعداد میں مشرکین کو قتل کروں گا اور اپنی ذات کو، اپنی تلوار کو اور اُن لوگوں کو جو میرے ماتحت اور ہم نوا ہیں، آپ کی اور آپ کے دین کی نصرت و تائید کے لیے وقف کرتا ہوں۔‘‘

قدرے توقف کے بعد پھر کہا: ’’اے اللہ کے رسول ﷺ! آپ کے سواروں نے مجھے اس وقت گرفتار کیا تھا جب

میں عمرہ کی نیت سے نکلا تھا تو آپ کے خیال میں اب مجھے اس سلسلے میں کیا کرنا چاہیے؟'' رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ ''تم مکہ جا کر عمرہ ادا کرلو۔ مگر یہ عمرہ اب تم اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی شریعت کے مطابق ادا کرو گے۔'' پھر آپ ﷺ نے مناسکِ حج اور افعالِ عمرہ کی تعلیم دی۔

حضرت ثُمامہ بن اُثال رضی اللہ تعالیٰ عنہ عمرہ کی ادائیگی کے لیے روانہ ہوئے، جب بطن مکہ میں پہنچے تو وہیں کھڑے ہوکر بلند آواز سے تلبیہ پڑھنا شروع کردیا:

لَبَّیْکَ اَللّٰھُمَّ لَبَّیْکَ لَبَّیْکَ لَاشَرِیْکَ لَکَ لَبَّیْکَ. اِنَّ الْحَمْدَوَالنِّعْمَۃَ لَکَ وَالْمُلْکَ لَاشَرِیْکَ لَکَ.

میں حاضر ہوں! خدایا میں حاضر ہوں، میں حاضر ہوں تیرا کوئی شریک نہیں۔ میں حاضر ہوں، بیشک ساری تعریفیں اور تمام نعمتیں تیرے لیے ہیں اور اقتدار تیرا ہے، تیرا کوئی شریک نہیں۔

وہ دنیا کے سب سے پہلے مسلمان تھے جو تلبیہ پڑھتے ہوئے مکہ میں داخل ہوئے قریش کے لوگ ناگہانی اور غیر متوقع آواز کو سن کر سہم گئے اور غضبناک ہوکر دوڑے، انہوں نے اپنی تلواریں بے نیام کرلیں اور آواز کی طرف لپکے تاکہ اس شخص پر ٹوٹ پڑیں جو اُن کے کچھار میں گھس آیا تھا۔ وہ لوگ ثُمامہ کی طرف بڑھے تو انھوں نے تلبیہ کی آواز اور تیز کردی۔ وہ ان کی طرف نہایت لاپرواہی اور بے خوفی کے ساتھ دیکھ رہے تھے۔ ایک قریشی جوان نے تیر چلا کر ان کو شہید کرنا چاہا مگر دوسروں نے اس کو یہ کہتے ہوئے ایسا کرنے سے روک دیا کہ ''تیرا برا ہو، جانتا ہے یہ کون ہے؟ یہ یمامہ کا بادشاہ ثُمامہ بن اُثال ہے۔ اگر تم نے اس کو کوئی نقصان پہنچایا تو اس کے قبیلے والے ہمارے یہاں غلے کی برآمد روک کر ہم کو بھوکوں ماردیں گے۔'' پھر وہ لوگ اپنی تلواریں میان میں کرکے حضرت ثُمامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سامنے آئے اور ان سے بولے: ''ثُمامہ! یہ تم کو کیا ہوگیا ہے؟ کیا تم بے دین ہوگئے ہو؟ اور تم نے اپنے اور اپنے آباؤ اجداد کا دین ترک کردیا ہے؟''

''نہیں! میں بے دین نہیں ہوا ہوں، بلکہ میں نے سب سے اچھے دین محمد ﷺ کے دین کی پیروی اختیار کرلی ہے۔'' حضرت ثُمامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جواب دیا، اس کے بعد انھوں نے کہا: ''اس گھر والے کی قسم! میرے واپس جانے کے بعد یمامہ کے گیہوں کا ایک دانہ اور وہاں کی پیداوار کا کوئی حصہ اس وقت تک تمہارے یہاں نہیں پہنچ سکتا جب تک کہ تم سب کے سب محمد ﷺ کا اتباع نہ اختیار کرلو۔''

حضرت ثُمامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے قریش کی آنکھوں کے سامنے رسول اللہ ﷺ کے بتائے ہوئے طریقے کے مطابق عمرہ کے ارکان ادا کیے، انھوں نے غیر اللہ اور بتوں کے لیے نہیں، خدا تعالیٰ کی خوشنودی کے لیے قربانی کے جانور ذبح کیے اور اپنے وطن واپس لوٹ آئے۔ واپس آکر انھوں نے اپنے قبیلہ والوں کو قریش کے یہاں غلے کی سپلائی روک دینے کا حکم دیا، قبیلہ والوں نے ان کے اس حکم کی تعمیل کی اور اہلِ مکہ کے یہاں اپنی پیداوار کی سپلائی بند کردی۔

اقتصادی پابندی جو ثُمامہ بن اُثال رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے قریش کے خلاف لگائی تھی، بتدریج سخت سے سخت تر ہوتی چلی گئی، اس کے نتیجے میں غلے کی قیمتوں میں غیر معمولی اضافہ ہوگیا، لوگوں میں فاقہ کشی عام ہوگئی اور ان کی تکلیف اور پریشانی زیادہ بڑھ گئی اور جب نوبت یہاں تک پہنچی کہ ان کو اپنے اور بال بچوں کی بھوک سے مرجانے کا شدید خطرہ لاحق ہوگیا تو انھوں نے رسول اللہ ﷺ کو لکھا۔

ہم آپ کے متعلق پہلے سے یہ بات جانتے ہیں کہ آپ صلہ رحمی کرتے ہیں اور دوسروں کو اس کی تاکید کرتے ہیں مگر اس وقت ہم جس صورت حال کا سامنا کررہے ہیں وہ یہ ہے کہ آپ نے ہمارے ساتھ قطع رحمی کا طرزِ عمل اختیار کررکھا ہے، آپ

نے ہمارے باپوں کو تلوار سے قتل کیا، اور بیٹوں کو بھوکوں مار رہے ہیں۔ ثُمامہ بن اُثال رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے غلے کی برآمد پر پابندی لگا کر ہمیں سخت تکلیف اور پریشانی میں مبتلا کر دیا ہے۔ اگر آپ مناسب سمجھیں تو اس کو لکھ دیں کہ وہ غلہ وغیرہ پر عائد پابندی ختم کر دے۔

رسول اللہ ﷺ نے حضرت ثُمامہ کو لکھ دیا کہ وہ قریش کے خلاف پیداوار کی برآمد کی لگائی ہوئی بندش ختم کر دیں، چنانچہ انھوں نے آپ کے حکم کے مطابق وہ پابندی اُٹھالی اور قریش کے یہاں کی سپلائی جاری کر دی۔

حضرت ثُمامہ بن اُثال رضی اللہ تعالیٰ عنہ زندگی بھر اپنے دین کے وفادار اور نبی کریم ﷺ کے ساتھ کیے ہوئے عہد کے پابند رہے۔ جب رسول اللہ ﷺ کی وفات ہوگئی اور اہلِ عرب اجتماعی اور انفرادی طور پر اللہ کے دین سے نکلنے لگے اور مسیلمہ کذاب نے بنو حنیفہ میں نبوت کا جھوٹا دعویٰ کر کے انھیں اپنے اوپر ایمان لانے کی دعوت دینی شروع کی تو حضرت ثُمامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس کے سامنے ڈٹ گئے، انھوں نے اپنی قوم کو سمجھایا کہ ”بنو حنیفہ کے لوگو! خبردار اس گمراہ کن دعوت کو ہرگز قبول نہ کرنا جس میں نورِ ہدایت کا دور دور تک پتہ نہیں ہے۔ خدا کی قسم! یہ شقاوت و بدبختی ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے ہم میں سے ان لوگوں پر مسلط کیا ہے جو اسے اختیار کریں، اور زبردست امتحان و آزمائش ہے، ان لوگوں کے لیے جو اس سے انکار کریں۔“ انھوں نے مزید فرمایا: ”بنو حنیفہ والو! ایک وقت میں دو نبی نہیں ہو سکتے محمد ﷺ اللہ تعالیٰ کے آخری نبی ہیں۔ ان کے بعد کوئی نبی نہیں ہے، نہ ان کی نبوت میں کسی کو شریک کیا گیا ہے۔“

﴿حٰمٓ تَنْزِيْلُ الْكِتٰبِ مِنَ اللّٰهِ الْعَزِيْزِ الْعَلِيْمِ غَافِرِ الذَّنْبِ وَقَابِلِ التَّوْبِ شَدِيْدِ الْعِقَابِ ذِي الطَّوْلِ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ اِلَيْهِ الْمَصِيْرُ﴾ (سورۂ مؤمن: آیت ۳۱)

”حا، میم اس کتاب کا نزول اللہ کی طرف سے ہے، جو زبردست ہے۔ سب کچھ جاننے والا گناہ معاف کرنے والا اور توبہ قبول کرنے والا ہے۔ سخت عذاب دینے والا اور بڑا صاحبِ فضل ہے۔ کوئی معبود اس کے سوا نہیں، اسی کی طرف سب کو پلٹنا ہے۔“

پھر فرمایا کہ کہاں اللہ کا یہ عظیم کلام اور کہاں مسیلمہ کذاب کا قول:

يَاضِفْدَعُ نَقِّيْ مَا تُنَقِّيْنَ. لَاالشَّرَابَ تَمْنَعِيْنَ وَلَاالْمَاءَ تُكَدِّرِيْنَ.

”اے مینڈک! تم جتنا چاہو ٹرٹر کرتے رہو، اپنی اس ٹرٹر سے نہ تم پانی پینے سے روک سکتے ہو، نہ پانی کو گدلا کر سکتے ہو۔“

پھر وہ اپنے قبیلے کے ان لوگوں کو لے کر الگ ہوگئے جو اسلام پر ثابت قدم رہ گئے تھے اور راہِ خدا میں جہاد اور اس کے دین کو زمین پر غالب کرنے کے لیے مرتدین کے ساتھ جنگ و قتال میں مشغول ہوگئے۔

اللہ تعالیٰ حضرت ثُمامہ بن اُثال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اسلام اور مسلمانوں کی طرف سے بہترین جزا دے اور اُس جنت سے نوازے، جس کا وعدہ متقیوں سے کیا گیا ہے۔

اور ہم کو بھی جنت الفردوس میں داخل فرمائے۔ آمین۔

㉗ پوشیدہ قرضہ ادا کر دیجیے جس حور سے چاہیں نکاح کر لیجیے اور جس دروازے سے چاہیں جنت میں داخل ہو جائیے

ابویعلیٰ میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں کہ تین کام ہیں جو انھیں ایمان کے ساتھ کر لے وہ جنت کے تمام دروازوں میں سے جس سے چاہے جنت میں چلا جائے اور جس کسی حورِ جنت سے چاہے نکاح کر لے۔

① جو اپنے قاتل کو معاف کر دے۔ ② پوشیدہ قرض ادا کر دے۔

③ ہر فرض نماز کے بعد دس مرتبہ سورۂ اخلاص: قُلْ هُوَاللّٰهُ اَحَدٌ ...... الخ کو پڑھ لے۔

حضرت ابو بکر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے پوچھا، یا رسول اللہ! جو اِن تینوں کاموں میں سے ایک کر لے؟ آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے فرمایا، ایک پر بھی یہی درجہ ہے۔ (تفسیر ابن کثیر، جلد ۵، صفحہ ۶۱۶)

(۲۸) مسلمان رسم و رواج ٹوٹنے پر تڑپتے ہیں اور سنتِ نبوی کے چھوٹنے پر ٹس سے مس نہیں ہوتے

آج کل کے مشینی دور کا عام انسان خود بھی ایک مشین کی طرح زندگی گزار رہا ہے۔ کام کاج کی زیادتی اور معاشی و معاشرتی پریشانیوں نے اسے اُلجھا رکھا ہے۔ پُر آسائش زندگی کے باوجود اسے وسائل اور اطمینانِ قلب کی کمی کا شکوہ رہتا ہے۔ ایک طرف مادی ترقی نے اسے اپنی ذات کے خول میں بند کر دیا ہے، دوسری طرف سائنسی علوم نے عقل کو اس قدر مسحور کر رکھا ہے کہ دینی علوم کی اہمیت دلوں سے نکلتی جا رہی ہے، اپنی زبان سے ”دین و دنیا برابر“ کا نعرہ لگانے والے بھی عملاً دنیا دارانہ زندگی بسر کر رہے ہیں۔ رسم و رواج ٹوٹنے پر تڑپتے ہیں اور سنتِ نبوی کے چھوٹنے پر ٹس سے مس نہیں ہوتے۔ مسلمان نوجوان فرنگی تہذیب کے اس قدر دلدادہ بن چکے ہیں کہ لباس و طعام اور نشست و برخاست میں فرنگی طور طریقوں کو اپنانا روشن خیالی کی علامت سمجھتے ہیں۔ کفر و الحاد نے مسلمان معاشرے پر اپنے مکروہ سائے ڈالنے شروع کر دیے ہیں۔ جبکہ جدید تعلیم نے جلتی پر تیل کا کام کر دیا ہے۔ بقول اکبر الہ آبادی

خوش تو ہیں ہم بھی جوانوں کی ترقی سے   لب خندہ سے نکل جاتی ہے فریاد بھی ساتھ
ہم سمجھتے تھے کہ لائے گی فراغت تعلیم   کیا پتہ تھا کہ چلا آئے گا الحاد بھی ساتھ

آج کل کے مسلمان بچے ماں باپ کی گود سے ہی انگریزی زبان کے الفاظ اس طرح سیکھ رہے ہیں جس طرح ماضی میں کلمہ طیبہ اور قرآن کی آیتیں سیکھا کرتے تھے۔ جب بچے کی اُٹھان ہی ایسی ہو تو کیا گِلہ اور کیا شکوہ کہ بچہ بڑا ہو کر ماں باپ کا نافرمان بنتا ہے۔

طفل سے بو آئے کیا ماں باپ کے اطوار کی   دودھ ڈبوں کا ہے اور تعلیم ہے سرکار کی

بعض عورتوں کا تو یہ نظریہ ہوتا ہے کہ بچہ بڑا ہو کر خود بخود سنور جائے گا، لہٰذا بچہ کی بری حرکات و سکنات دیکھ کر خود تھوڑا بہت ڈانٹ لیتی ہیں، باپ کو روک ٹوک نہیں کرنے دیتیں۔ حالانکہ بچپن کی بگڑی عادتیں جوانی میں بھی پیچھا نہیں چھوڑتیں۔ بچہ سیال فولاد کی طرح بچپن میں جس سانچے میں ڈھل جائے ساری عمر اسی طرح رہتا ہے۔ رہی سہی کسر کالج اور یونیورسٹی کی تعلیم پورا کر دیتی ہے جس سے نوجوان طبقہ ”مان کر چلنے“ کے بجائے ”منوا کر چلنے“ کا عادی ہو جاتا ہے، اب اگر اُنہیں روک ٹوک کی جائے تو یہ ماں کو دقیانوسی سمجھتے ہیں اور باپ سے یوں نفرت کرتے ہیں جیسے پاپ سے نفرت کی جاتی ہے۔

ہم ایسی سب کتابیں قابل ضبطی سمجھتے ہیں   جن کو پڑھ کر بچے باپ کو خبطی سمجھتے ہیں

اکثر نوجوان جب یونیورسٹیوں کی تعلیم پا کر نکلتے ہیں تو دین کے ہر مسئلے کو عقل کی ترازو پر تولنا ان کا محبوب مشغلہ بن چکا ہوتا ہے۔ پھر اگر اعلیٰ تعلیم حاصل کرنے کے لیے بیرونِ ملک جانے کا موقع مل جائے تو عموماً ”ظُلُمَاتٌ بَعْضُهَا فَوْقَ بَعْضٍ“ (اندھیرے در اندھیرے) والا معاملہ ہو جاتا ہے۔ ایسے حضرات کو اپنی اصلاح کے بجائے دین کی اصلاح کی فکر زیادہ

ہوتی ہے۔ میاں بیوی خود دین کے مطابق ڈھلنے کے بجائے دین کو اپنی مرضی و سہولت کے مطابق ڈھالتے رہتے ہیں۔

خدا کے فضل سے میاں بیوی دونوں مہذب ہیں   اُنہیں غصہ نہیں آتا اُنہیں غیرت نہیں آتی

دین کی سچی محبت رکھنے والے حضرات کے لیے لمحہ فکریہ ہے کہ ان کی اولاد کی اچھی تربیت کیسے ہو؟ جن گھروں میں اولاد کی تربیت کے لیے کوششیں ہو بھی رہی ہیں وہاں خاطر خواہ نتائج مرتب نہیں ہو رہے۔ انھیں بھی علمی تعاون کی ضرورت محسوس ہوتی ہے۔

㉙ برش، منجن اور ٹوتھ پیسٹ سے مسواک کا ثواب نہیں ملے گا

خیال رہے کہ جہاں تک نظافت اور دانتوں کی صفائی اور ستھرائی کا حکم ہے وہاں تک تو دانتوں کی صفائی کے لیے کوئی چیز بھی استعمال کرے، نظافت اور صفائی کا حصول ہو جائے گا اور عام نظافت اور صفائی کے حکم کی تعمیل کا نیت کے پائے جانے پر ثواب مل جائے گا۔ مگر مسواک کی جو فضیلت ہے اس سے نماز کا ثواب ۷۰۔۷۵ گنا بڑھ جاتا ہے، یہ فضیلت اور اُخروی ثواب احادیث میں مسواک کی قید سے مقید ہونے کی وجہ سے اسی سے متعلق رہے گا۔ اسی طرح مسواک کے جو بنیادی صحتی فوائد ہیں، وہ منجن و ٹوتھ پیسٹ سے حاصل ہو جائیں گے۔

اس دور میں خصوصاً جدید تعلیم یافتہ لوگوں میں اور نئی عمر اور نئے ذہن والے لوگوں میں برش اور پیسٹ رائج ہے، اس سے وہ دنیاوی صفائی و نظافت تو حاصل کرلیں گے مگر مسواک کی سنت اور اس کے ثواب سے محروم رہیں گے۔ افسوس کہ اب تو مدارس کے ماحول نے بھی مسواک کے بجائے ٹوتھ پیسٹ کو اختیار کرلیا ہے۔ اسلام کے طور اور طریقہ کو چھوڑ کر مغربیت پر فدا ہو رہے ہیں۔ یہ مطلب نہیں کہ وہ ممنوع ہے مگر سنت کے ثواب سے محروم اور حضرات انبیاء کرام عَلَیْہِمُ السَّلَامُ کے طریق سے تو ہٹ کر ہے۔ کتبِ فتاویٰ سے بھی اس کی تائید ہوتی ہے۔ چنانچہ فتاویٰ رحیمیہ میں ہے:

”جب مسواک کی موجودگی میں انگلیاں جن کے لیے آنحضرت ﷺ کا عمل اور قول ثابت ہے، مسواک کے قائم مقام نہیں ہو سکتیں تو برش وغیرہ کیسے مسواک کے قائم مقام ہو سکتے ہیں۔ اس لیے کہ سنت درخت کی مسواک ہے۔“

(توضیح المسائل، صفحہ ۳۵، فتاویٰ رحیمیہ، جلد ۱، صفحہ ۱۲۶)

اسی طرح فضائل مسواک میں آیا ہے:

”منجن کا استعمال جائز ہے۔ لیکن محض منجن پر اکتفا کر لینے سے مسواک کی فضیلت حاصل نہ ہوگی“ (صفحہ ۷۳)

سعایہ میں حاشیہ ہدایہ جونفوری کے حوالہ سے ہے کہ ”انگلیوں سے مَلنا مسواک ملنے اور پائے جانے کی صورت میں سنت ادا کرنے والا نہ ہوگا۔“ (صفحہ ۱۱۷)

ان اکابر کی تصریحات سے معلوم ہوا کہ نظافت اور صفائی اور چیز ہے، سنت کا ثواب اور چیز ہے۔ منجن اور پیسٹ کے استعمال سے عام صفائی و پاکیزگی حاصل ہو جائے گی مگر مسواک کا ثواب نہ ملے گا۔ لہٰذا سنت کے ثواب اور اس کی تاکید و ترغیب کے پیشِ نظر اُمت مسلمہ کا فریضہ ہے کہ مسواک کی سنت کو ترک نہ کریں۔ منجن اور پیسٹ کے علاوہ خصوصاً نماز کے اوقات میں مسواک کا اہتمام رکھیں تاکہ نبیوں والا طریقہ ماحول میں رائج ہو۔

㉚ مسواک کرتے وقت یہ نیت کیجیے

امام غزالی نے لکھا ہے کہ مسواک کرتے وقت یہ نیت کرے کہ ”خدا کے ذکر اور تلاوت کے لیے منہ صاف کرتا ہوں۔“

اس کی شرح احیاء میں ہے کہ محض ازالہ گندگی کی نیت نہ کرے بلکہ اس کے ساتھ یعنی صفائی کی نیت کے ساتھ ذکر وتلاوت کی نیت کرے تا کہ اس کا بھی ثواب ملے۔ (اتحاف السادہ، جلد۲، صفحہ ۳۴۸)

(۳۱) مسواک کرنے کا مسنون طریقہ

علامہ ابن نجیم نے البحر الرائق میں لکھا ہے کہ مسواک کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ مسواک دانت کے اوپری حصہ اور نچلے حصہ اور تالو پر ملے اور مسواک ملنے میں دائیں جانب پہلے کرے پھر بائیں جانب کم از کم تین بار اوپر کے دانتوں کو اسی طرح تین بار نیچے کے دانتوں کو ملے، مسواک دائیں ہاتھ سے پکڑ کر لمبائی اور چوڑائی دونوں میں کرے۔

طحطاوی علی المراقی میں طریقہ مسواک بیان کرتے ہوئے لکھا ہے کہ دانت کے اندرونی حصہ اور دانت کے باہری حصہ دونوں جانب کرے اور منہ کے اوپری حصہ میں بھی کرے۔ (طحطاوی علی المراقی، صفحہ ۳۸)

علامہ شامی نے لکھا ہے کہ مسواک دانتوں کے باہری حصہ پر گھما گھما کر کرے اور چوڑے دانت کے اوپری حصہ کے اور دونوں دانتوں کے جوڑ میں بھی کرے۔ (شامی، جلد۱، صفحہ ۱۱۴)

(۳۲) مسواک پکڑنے کا مسنون طریقہ

مسواک پکڑنے کا مسنون طریقہ یہ ہے کہ دائیں ہاتھ کی خنصر (سب سے چھوٹی اُنگلی) کو مسواک کے نیچے کرے اور بنصر (اس کے بغل والی) اور سبابہ یعنی انگشت شہادت مسواک کے اوپر رکھے اور انگوٹھا مسواک کے سرے کے نیچے رکھے، اور مسواک دائیں ہاتھ سے پکڑے۔ (عن ابن مسعود: السعایہ، صفحہ ۱۱۹، عمدۃ القاری، جلد۳، صفحہ ۱۷۵)

(۳۳) مسواک کی موٹائی کتنی ہو؟

مسواک کی موٹائی چھوٹی اُنگلی کے برابر ہو۔ (السعایہ، صفحہ ۱۱۸، عمدۃ القاری، صفحہ ۱۸۵)

مطلب یہ ہے کہ ایسی ہو کہ سہولت سے کچلا جائے اور نرم ہو۔ اگر اس سے موٹا ملے تو نہ چھوڑے، لے لے کہ اسے بھی کیا جا سکتا ہے۔

(۳۴) مسواک کی لمبائی کتنی ہو؟

مسواک ایک بالشت سے زائد نہ ہو ورنہ اس پر شیطان سوار ہو جاتا ہے، ہاں مسواک کرتے وقت چھوٹا ہو جائے کوئی حرج نہیں۔ (السعایہ، صفحہ ۱۱۹)

(۳۵) مسواک کو بچھا کر نہ رکھیے بلکہ کھڑی کر کے رکھیے، جنون سے حفاظت ہوگی

مسواک کو بچھا کر نہ رکھیے، بلکہ کھڑی کر کے رکھیں۔ (السعایہ، صفحہ ۱۱۹، الشامی، صفحہ ۱۱۵)

مسواک کو دھو کر رکھے اور پھر کرتے وقت دھوئے۔ مسواک زمین پر نہ رکھے کہ جنون کا اندیشہ ہے، بلکہ طاق یا کسی اور اونچے مقام، دیوار وغیرہ پر کھڑی رکھیے۔ (شامی جلد۱، صفحہ: ۱۱۵)

حضرت سعید بن جبیر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے نقل کیا گیا ہے کہ جو شخص مسواک کو زمین پر رکھنے کی وجہ سے مجنون ہو جائے تو وہ اپنے نفس کے علاوہ کسی کو ملامت نہ کرے کہ یہ خود اس کی اپنی غلطی ہے۔

㊱ مسواک کرنے میں مندرجہ ذیل باتوں کا خیال رکھیے ورنہ کئی بیماریوں کا اندیشہ ہے

مسواک کو مٹھی میں پکڑ کر نہ کرے اس سے مرض بواسیر پیدا ہوتا ہے۔ (السعایہ، صفحہ ۱۱۹)

مسواک لیٹ کر نہ کرے کہ اس سے تلی بڑھتی ہے۔ (طحطاوی، صفحہ ۳۸)

مسواک کو چوسے نہیں کہ اس سے نابینائی، اندھا پن آتا ہے۔ ہاں مگر مسواک نئی ہو تو پہلی مرتبہ صرف چوسا جا سکتا ہے۔ (السعایہ، صفحہ ۱۹۹)

پہلی مرتبہ نئی مسواک کو چوسنا جذام اور برص کو دفعہ کرتا ہے۔ موت کے علاوہ تمام بیماریوں سے شفا ہے، اس کے بعد چوسنا نسیان پیدا کرتا ہے۔ (اتحاف السادہ، صفحہ ۵۳۱، شامی جلد ۱، صفحہ ۱۱۵)

㊲ بلا اجازت دوسرے کی مسواک استعمال کرنا مکروہ ہے

مسواک کرنے سے پہلے بھی دھوئے اور کرنے کے بعد دھو کر رکھے، ورنہ شیطان مسواک کرنے لگتا ہے۔ (طحطاوی، صفحہ ۳۷)

مسواک کو ہمیشہ اپنے پاس جیب وغیرہ میں رکھنا بہتر ہے، تاکہ جب جہاں نماز وضو کا موقع ہو مسواک کی فضیلت کے ساتھ ہو۔ (فضائل مسواک، صفحہ ۷۹)

㊳ دینداروں کے ساتھ دشمنی نہ رکھیے

ہم کسی مؤذن یا کسی خادمِ مسجد سے خواہ دربان ہو، صفائی کرنے والا ہو یا غسل خانوں کو صاف کرنے والا ہو کبھی دشمنی پیدا نہ کریں۔ خصوصاً اگر یہ لوگ اپنے فرضِ منصبی کو محض ثواب سمجھ کر یا کسی اور اچھی نیت سے کرتے ہوں تب تو اور زیادہ ان کا احترام کرنا چاہیے، اور یہ ادب اگرچہ سب مسلمانوں کے لیے ہے لیکن ان کی خاص رعایت کرنا ضروری ہے۔ اللہ تعالیٰ کی عظمت کا خیال کر کے ان لوگوں سے عداوت نہ کریں، وہ خدا کے دربار کے خادم ہیں جن میں سب سے زیادہ مرتبہ مؤذن کا ہے کیونکہ وہ اکثر صبح کی اذان کے لیے صبح صادق سے پہلے جاگ اٹھتا ہے اور پچھلی راتوں کو خدائی لشکروں کے ساتھ دربارِ خاص میں حاضر ہوتا ہے۔

㊴ نفس کے باریک باریک دھوکوں سے بچیے

جب تک اپنے نفس کے باریک باریک دھوکوں کی مبالغہ کے ساتھ تفتیش نہ کر لیں اس وقت تک کسی مسلمان سے قطع تعلق اور بول چال بند کرنے میں جلدی نہ کریں، کیونکہ اکثر ایسا ہوتا ہے کہ قطع تعلقی تو خواہشِ نفس کی وجہ سے ہوتی ہے اور نفس یہ سمجھاتا ہے کہ میں تو اللہ کے واسطے قطع تعلق کرتا ہوں اور اس پر بہت سے دلائل بھی باندھتا ہے، اگر ہم اس بات پر غور کر لیا کریں کہ قطع تعلقی کے گناہ کی وجہ سے ہمارا کوئی عمل آسمان تک نہیں پہنچے گا تو ہرگز قطع تعلقی میں جلدی نہ کریں گے۔

㊵ مخالف کے ساتھ خیر خواہی کا معاملہ کیجیے

جو شخص بھی ہمارا مخالف ہو اور ہماری بدخواہی میں لگا رہتا ہو، ہمیں چاہیے کہ ہم اس کی خیر خواہی اور احسان وسلوک کا معاملہ کرتے رہیں، ہمیں حق تعالیٰ کے ساتھ اس کے بندوں کے بارے میں ویسا ہی معاملہ کرنا چاہیے جیسا کہ وہ ہمارے

ساتھ کر رہا ہے جیسے ہم دن رات اللہ تعالیٰ کی نافرمانیاں کر رہے ہیں لیکن اس کے باوجود اللہ تعالیٰ کے الطاف و احسانات منقطع نہیں ہوتے، ایسا ہی معاملہ ہمیں اس کی مخلوق کے ساتھ کرنا چاہیے۔

اس سے معلوم ہوا کہ ہر وہ شخص جو اللہ کی طرف بلانے والا ہو اس پر یہ بات واجب ہے کہ ادب اور تمیز سے باہر ہونے والوں کا علاج نرمی اور حکمت سے کرے اور ان سے سلوک و احسان سے پیش آتا رہے، کیونکہ وہ راعی ہے اور ہر راعی سے اس کی رعیت کے بارے میں سوال ہوگا۔ علامہ عبدالوہاب شعرانی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ مجھے اُن ذاکرین سے نفرت ہوگئی جو میرے پاس رہتے تھے اور میں نے ان کو چھوڑ دینے کا ارادہ کیا تو اسی رات مجھے سید علی خواص رحمہ اللہ تعالیٰ کی زیارت ہوئی۔ دیکھا کہ مجھ سے فرما رہے ہیں کہ تم کو رسول اللہ ﷺ حکم فرماتے ہیں کہ اپنے لوگوں کی صحبت پر اللہ تعالیٰ کی رضامندی کے لیے صبر کرتے رہو اور اچھی نصیحت سے ہر وقت ان کی خبرگیری کرتے رہو۔ اس شخص کی طرح نہ بنو جس کی بکریاں دشوار گزار زمین میں منتشر ہوگئیں اور غصہ میں ان کو جنگل میں بھیڑیے کے واسطے چھوڑ آیا کہ وہ ان کو پھاڑ کھائے۔

جب کوئی ظالم ہمارے اوپر ظلم کرے تو اپنے آپ کو اس سے بھی زیادہ کا مستحق سمجھیں۔ جو شخص آگ میں جلانے کے قابل ہو پھر ذرا سی راکھ اس پر ڈال کر اس سے صلح کر لی جائے تو اس کے خوش ہونے کا مقام ہے کہ بڑی بلا آنے سے نجات ملی اور تھوڑی سی ہی پر ٹل گئی۔

جب اللہ تعالیٰ مخلوق کے سامنے ہمارے عیوب ظاہر کر دیں تو ہم حق تعالیٰ کا شکر بجا لائیں اور جب وہ ہم کو اپنے بندوں میں رسوا کریں تو یہ سمجھ کر اللہ تعالیٰ سے راضی رہیں کہ اس نے ہمارے ساتھ یہ برتاؤ کسی حکمتِ کاملہ ہی کی وجہ سے کیا ہے جس پر ہم جیسوں کی نظر نہیں پہنچ سکتی۔ پس ہم کو اس معاملہ میں خدا تعالیٰ کی پیروی کرنی چاہیے اور یہ کہنا چاہیے کہ خدا کا شکر ہے کہ اس نے مخلوق پر ہمارے عیبوں کو اس لیے ظاہر کر دیا کہ وہ ہم کو ان سے مطلع کر دیں تاکہ ہم ان سے باز رہیں، آئندہ ہمیشہ ان سے بچتے رہیں۔ کیونکہ انسان کی حالت یہ ہے کہ جب کسی عیب کے ساتھ لوگوں میں اس کی تنقیص ہونے لگتی ہے تو وہ اپنے ظاہر و باطن کو اس سے بچا لیتا ہے۔

پھر اس صورت میں دوسروں کو ملامت ہرگز نہیں کرنی چاہیے کیونکہ حقیقت میں ملامت کے قابل ہم ہی ہیں کہ ہم نے خدا تعالیٰ سے غافل ہو کر ایسے افعال کا ارتکاب کیا جو کہ بدنامی اور پردہ دری کا سبب بن گئے اور ہم اللہ تعالیٰ کی نگہداشت رکھتے اور اس سے پوری طرح شرماتے تو ہرگز تنہائی میں کوئی گناہ نہ کرتے، پھر جب ہم اس بات سے نہ رُکے کہ اللہ تعالیٰ ہمارے افعال کو جانتے ہیں تو اس نے مخلوق کو ہمارے حال کی خبر کر دی کہ ان عیبوں سے ہم باز آ جائیں اور اس میں منجانب اللہ ہمارے لیے بہت بڑی دھمکی ہے کہ ہمیں مخلوق کی تو پرواہ ہے اور خدا تعالیٰ کے مطلع ہونے کی ذرا بھی پرواہ نہیں ہے۔

(۴۱) حکیم ترمذی کا عجیب خواب

حکیم ترمذی رحمہ اللہ تعالیٰ کو اللہ تعالیٰ نے دین کا بھی حکیم بنایا تھا اور دنیا کی بھی حکمت دی تھی۔ ترمذ کے رہنے والے تھے۔ دریا آمو کے بالکل کنارے پر ان کا مزار ہے۔ آپ اپنے وقت کے ایک بہت بڑے محدث بھی تھے اور طبیب بھی۔ اللہ رب العزت نے آپ کو حسن و جمال اتنا دیا تھا کہ دیکھ کر دل فریفتہ ہو جاتا تھا، اس کے ساتھ ساتھ اللہ تعالیٰ نے آپ کو باطنی حسن و جمال بھی عطا کیا ہوا تھا۔ اللہ رب العزت نے ان کو اپنے علاقے میں قبولیت تامہ عطا کر رکھی تھی۔

آپ عین جوانی کے وقت ایک دن اپنے مطب میں بیٹھے تھے کہ ایک عورت آئی اور اس نے اپنا چہرہ کھول دیا۔ وہ بڑی حسینہ و جمیلہ تھی۔ کہنے لگی کہ میں آپ پر فریفتہ ہوں، بڑی مدت سے موقع کی تلاش میں تھی، آج تنہائی ملی ہے، آپ میری خواہش پوری کریں۔ آپ کے دل پر خوفِ خدا غالب ہوا تو رو پڑے۔ آپ اس انداز سے روئے کہ وہ عورت نادم ہو کر واپس چلی گئی۔ وقت گزر گیا اور آپ اس بات کو بھول گئے۔

جب آپ کے بال سفید ہو گئے اور کام بھی چھوڑ دیا تو ایک مرتبہ آپ مصلّے پر بیٹھے تھے، ایسے ہی آپ کے دل میں خیال آیا کہ فلاں وقت جوانی میں ایک عورت نے اپنی خواہش کا اظہار کیا تھا، اس وقت اگر میں گناہ کر بھی لیتا تو آج میں توبہ کر لیتا۔ لیکن جیسے ہی دل میں یہ خیال گزرا تو رونے بیٹھ گئے۔ کہنے لگے، اے رب کریم! جوانی میں تو یہ حالت تھی کہ میں گناہ کا نام سن کر اتنا رویا کہ میرے رونے سے وہ عورت نادم ہو کر چلی گئی تھی، اب میرے بال سفید ہو گئے تو کیا میرا دل سیاہ ہو گیا۔ اے اللہ! میں تیرے سامنے کیسے پیش ہوں گا، اس بڑھاپے کے اندر جب میرے جسم میں قوت ہی نہیں رہی تو آج میرے دل میں گناہوں کا خیال کیوں پیدا ہوا۔

روتے ہوئے اسی حالت میں سو گئے۔ خواب میں رسول اللہ ﷺ کی زیارت نصیب ہوئی۔ پوچھا، حکیم ترمذی! تو کیوں روتا ہے؟ عرض کیا، میرے محبوب! جب جوانی کا وقت تھا، جب شہوت کا دور تھا، جب قوت کا زمانہ تھا، جب اندھے پن کا وقت تھا، اس وقت تو خشیت کا یہ عالم تھا کہ گناہ کی بات سن کر میں اتنا رویا کہ وہ نادم ہو کر چلی گئی، لیکن اب جب بڑھاپا آیا ہے، تو اے اللہ کے محبوب! میرے بال سفید ہو گئے، لگتا ہے کہ میرا دل اس قدر سیاہ ہو گیا ہے کہ میں سوچ رہا تھا کہ میں اُس عورت کی خواہش پوری کر لیتا اور بعد میں توبہ کر لیتا۔ میں اس لیے آج بہت پریشان ہوں۔ رسول اللہ ﷺ نے تسلی دیتے ہوئے فرمایا: ”یہ تیری کمی اور قصور کی بات نہیں، جب تو جوان تھا تو اُس زمانے کو میرے زمانے سے قرب کی نسبت تھی، ان برکتوں کی وجہ سے تیری کیفیت اتنی اچھی تھی کہ گناہ کی طرف خیال ہی نہ گیا۔ اب تیرا بڑھاپا آگیا ہے تو میرے زمانے سے دوری ہو گئی ہے، اس لیے اب دل میں گناہ کا وسوسہ پیدا ہو گیا تھا۔“

(۴۲) گھر میں داخل ہو کر سورۂ اخلاص پڑھ لیجیے ان شاء اللہ روزی میں برکت ہوگی

طبرانی میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں کہ جو شخص سورۂ اخلاص کو گھر میں جاتے وقت پڑھ لے تو اللہ تعالیٰ اُس گھر والوں سے اور اس کے پڑوسیوں سے فقیری دور کر دے گا۔ (تفسیر ابن کثیر، جلد ۵، صفحہ ۲۱۶)

(۴۳) حضرت عبداللہ بن مبارک کا انتقال کیسے ہوا؟

استاذ المحدثین حضرت عبداللہ بن مبارک رحمہ اللہ تعالیٰ کے پاس حدیث پاک پڑھنے والے ہزاروں طلباء ہوتے تھے۔ مُکَبِّر جیسے نماز میں آگے تکبیر کہتے ہیں اسی طرح لوگ ان سے حدیث پاک آگے نقل کرتے تھے۔ ایک مجمع میں انمُکَبِّرِیْن کی تعداد گیارہ سو (۱۱۰۰) تھی۔ مجمع کا اندازہ آپ خود لگالیں۔ ایک مجمع میں دواتوں کو گنا گیا تو اس مجمع میں چالیس ہزار (۴۰۰۰۰) دواتیں تھیں۔ اتنے بڑے مجمع میں وہ حدیث پاک کا درس دیا کرتے تھے۔ جب ان کے آخری لمحات آئے۔ بستر پر لیٹے ہوئے تھے اور کیفیت بدل رہی تھی۔ اسی اثناء میں اپنے شاگردوں سے فرمایا کہ مجھے اٹھا کر نیچے زمین پر لٹا دو۔ شاگرد حیران تھے کہ اب کیا کریں؟ اس وقت چپس کے فرش نہیں ہوتے تھے، فقط مٹی ہوتی تھی۔ پھر فرمایا، مجھے اٹھاؤ اور

زمین پر لٹادو۔ شاگردوں نے حکم کی تعمیل کی اور مٹی پر لٹا دیا۔ انھوں نے دیکھا کہ وقت کے اتنے بڑے شیخ اپنے رخسار کو زمین پر ملنے لگے اور یہ کہہ رہے تھے کہ اے اللہ! تو عبداللہ کے بڑھاپے پر رحم فرما۔

میرے دوستو! جن کی زندگی حدیث پاک کی خدمت میں گزری، جب وہ اپنے آخری وقت میں اللہ تعالیٰ کے حضور اس طرح عاجزی کرتے تھے تو ہمیں بھی عاجزی وانکساری کرنی چاہیے، کیونکہ ہمارے پاس تو عمل بھی نہیں ہے۔ ہم واقعی قابل رحم ہیں، اللہ رب العزت ہمارے حال پر رحم فرمائے۔ آمین۔

(۴۴) جوحال آدمی کو اللہ سے قریب کردے وہ اچھا حال ہے

صحابہ کرام کی اس بات پر بڑی نظر ہوتی تھی کہ ہمارے اوپر غم اور پریشانیاں آ رہی ہیں یا نہیں۔ وہ اس کو اللہ تعالیٰ کی محبت کی علامت سمجھتے تھے، بھوک اور فاقہ آتا تھا تو وہ خوش ہوتے تھے کہ فاقے وہ نعمتیں ہیں جو پروردگارِ عالم اپنے پیاروں کو عطا کیا کرتے ہیں۔ غم اور پریشانی پر خوش ہوتے تھے کہ پروردگار نے ہمیں اپنا سمجھا ہے اس لیے یہ پریشانی بھیجی ہے۔

ایک صحابیہ کا واقعہ ہے کہ گھر کے اندر لیٹی ہوئی تھیں میاں نے کہا کہ مجھے پانی لا دے۔ کہنے لگی کہ بہت اچھا وہ گئیں اور پانی کا پیالہ لے کر آگئیں۔ مگر رات کا وقت تھا میاں کو نیند آگئی۔ اب یہ خدا کی بندی پانی کا پیالہ لے کر انتظار میں کھڑی رہی کہ میاں کی آنکھ کھلے گی تو میں انھیں پانی کا پیالہ پیش کردوں گی۔ جب صبح کا وقت ہونے لگا تو ان کی آنکھ کھلی۔ انھوں نے دیکھا کہ بیوی پانی کا پیالہ لے کر ان کے انتظار میں کھڑی ہے۔ یہ دیکھ کر بہت خوش ہوئے۔ کہنے لگے کہ اچھا! میں تجھ سے اتنا خوش ہوں کہ تو آج جو بھی مطالبہ کرے گی میں تیرے اس مطالبے کو پورا کردوں گا۔ بیوی نے کہا: اچھا! پھر میرا مطالبہ یہ ہے کہ آپ مجھے طلاق دے دیجیے۔ اب پریشان ہوئے کہ اتنی محبت کرنے والی، اتنی خدمت کرنے والی، اتنی وفادار، اتنی نیک بیوی طلاق کا مطالبہ کر رہی ہے۔ اور قول بھی میں دے بیٹھا ہوں۔ پوچھنے لگے کہ طلاق کیوں چاہتی ہے؟ بیوی نے کہا کہ آپ نے خود ہی کہا ہے جو مطالبہ کرے گی میں پورا کروں گا۔ اب اپنے قول کو نبھائیے اور مجھے طلاق دے دیجیے۔ فرمانے لگے، صبح کو ہم نبی اکرم ﷺ کے پاس جائیں گے اور اپنا مسئلہ پیش کریں گے، کہنے لگی: بہت اچھا! فجر کی نماز کے بعد چل پڑے۔ ابھی راستے میں جا رہے تھے کہ خاوند کا پاؤں کسی پتھر سے اٹکا اور وہ نیچے گر گیا۔ اس کے بدن سے کچھ خون نکلا، بیوی نے فوراً دوپٹہ پھاڑا اور اس کا زخم صاف کر کے پٹی باندھی اور کہنے لگی کہ نہیں اب مسئلہ پوچھنے کی ضرورت نہیں کیونکہ اب مجھے آپ سے طلاق لینے کی ضرورت نہیں ہے۔ وہ کہنے لگے یہ کیا بات ہوئی، طلاق مانگی تھی تو بھی میری سمجھ میں بات نہ آئی۔ جب مطالبہ چھوڑ دیا تو بھی یہ بات سمجھ میں نہیں آ رہی، اصل بات کیا ہے؟ بیوی نے کہا، گھر چلیں وہاں بتاؤں گی۔ جب گھر پہنچے تو خاوند نے بیٹھتے ہی کہا کہ بتائیے، اصل بات کیا تھی؟ کہنے لگی: آپ نے ہی تو نبی اکرم ﷺ کی حدیث سنائی تھی کہ جب اللہ تعالیٰ کسی سے محبت کرتے ہیں تو پریشانیاں اس کی طرف یوں دوڑتی ہیں جس طرح پانی اونچی جگہ سے نیچی جگہ کی طرف جاتا ہے۔ میں آپ کی بیوی ہوں، کتنا عرصہ آپ کے ساتھ گزار چکی ہوں۔ میں نے آپ کے گھر میں دولت دیکھی، سکھ دیکھا، آرام دیکھا خوشیاں دیکھیں مگر میں نے آپ کے گھر میں کبھی غم اور پریشانی نہیں دیکھی۔ میرے دل میں خیال پیدا ہوا کہ کہیں ایسا تو نہیں کہ آپ کے دل میں نفاق ہو جس کی وجہ سے ہمارے ساتھ اللہ تعالیٰ کا برتاؤ اپنے پیاروں جیسا نہیں ہے۔ اس لیے میں نے کہا کہ میرے آقا ﷺ کی حدیث سچی ہے جو کچھ دیکھ رہی ہوں یہ غلط ہوسکتا ہے۔ لہٰذا میں نے چاہا تم سے طلاق لے لوں۔ لیکن جب راستے میں جاتے ہوئے آپ کو زخم لگا، پریشانی آئی تو میں نے فوراً سمجھ لیا کہ آپ کے ایمان میں کسی قسم

کا شک نہیں کیا جاسکتا۔ اب میں ساری زندگی آپ کی بیوی بن کر آپ کی خدمت کروں گی۔

(۴۵) مالک تو سب کا ایک، مالک کا کوئی ایک ہزاروں میں نہ ملے گا لاکھوں میں تو دیکھ

بھرے بازار میں کتے، بلی اور خنزیر

حضرت مولانا احمد علی لاہوری رَحِمَہُ اللّٰہُ تَعَالٰی اپنے بیانات میں ایک عجیب بات ارشاد فرمایا کرتے تھے کہ میں ایک دفعہ بازار جارہا تھا۔ وہاں مجھے ایک مجذوب نظر آئے، میں نے ان کے قریب ہوکر سلام کیا۔ انھوں نے سلام کا جواب دیا اور پہچان کر پوچھا، احمد علی! انسان کہاں بستے ہیں؟ میں نے حیران ہوکر بھرے بازار کی طرف اشارہ کرکے کہا، حضرت! یہ سب انسان ہی تو ہیں۔ جب یہ کہا تو انھوں نے حیران ہوکر اِدھر اُدھر دیکھا اور حسرت بھرے لہجے میں کہا، یہ سب انسان ہیں؟ ان کی توجہ کی تاثیر ایسی تھی کہ جب میری نگاہ مجمع پر دوبارہ پڑی تو مجھے بازار میں کتے، بلّی اور خنزیر چلتے ہوئے نظر آئے۔ جب وہ کیفیت ختم ہوئی تو میں نے دیکھا کہ وہ مجذوب جاچکے تھے۔ یہ واقعہ اپنے بیانات میں سنا کر حضرت رَحِمَہُ اللّٰہُ تَعَالٰی فرماتے تھے:

مالک تو سب کا ایک، مالک کا کوئی ایک ہزاروں میں نہ ملے گا لاکھوں میں تو دیکھ

جی ہاں! لاکھوں میں سے کوئی ہی ہوگا جو سر کے بالوں سے لے کر پاؤں کے ناخنوں تک اپنے آپ کو پروردگار کے حوالے کردے اور کہہ دے کہ اللہ! میں تیرا بندہ ہوں، تیرے حکموں کے مطابق میری آئندہ زندگی گزرے گی۔ اس کو کہتے ہیں: اُدْخُلُوْا فِي السِّلْمِ كَآفَّةً ”تم پورے کے پورے سلامتی میں داخل ہوجاؤ۔“ مگر میرے دوستو! ہم تو اپنی مرضی کے مالک بنے پھرتے ہیں۔ ہم دوستوں میں بیٹھ کر کہتے ہیں کہ ہم کام تو وہ کریں گے جس کے لیے ہمارا دل کہے گا اور پھر اللہ رب العزت کی طرف سے خاص رحمتیں بھی طلب کرتے ہیں۔ یاد رکھیے کہ جب تک ہم اپنے آپ کو اللہ رب العزت کے سپرد نہیں کریں گے تب تک اللہ رب العزت کی طرف سے خاص رحمتیں نازل نہیں ہوں گی۔

(۴۶) کتے کی دس صفات

حیوان اپنے مالک کا زیادہ وفادار ہوتا ہے جبکہ انسان اپنے پروردگار کا اتنا وفادار نہیں ہوتا۔ حضرت حسن بصری رَحِمَہُ اللّٰہُ تَعَالٰی فرمایا کرتے تھے کہ کتے کے اندر دس صفات ایسی ہیں کہ اگر ان میں سے ایک صفت بھی انسان کے اندر پیدا ہوجائے تو وہ ولی اللہ بن جائے۔ فرماتے ہیں کہ:

❶ کتے کے اندر قناعت ہوتی ہے جو مل جائے یہ اُسی پر قناعت کرلیتا ہے، راضی ہوجاتا ہے، یہ قانعین یا صابرین کی علامت ہے۔

❷ کتا اکثر بھوکا رہتا ہے، یہ صالحین کی نشانی ہے۔

❸ کوئی دوسرا کتا اس پر زور کی وجہ سے غالب آجائے تو یہ اپنی جگہ چھوڑ کر دوسری جگہ چلا جاتا ہے، یہ راضین کی علامت ہے۔

❹ اس کا مالک اسے مارے بھی تو یہ اپنے مالک کو چھوڑ کر نہیں جاتا۔ یہ صادقین کی نشانی ہے۔

❺ اگر اس کا مالک بیٹھا کھانا کھا رہا ہو تو یہ باوجود طاقت اور قوت کے اس سے کھانا نہیں چھینتا، دور سے ہی بیٹھ کر دیکھتا

رہتا ہے۔ یہ مساکین کی علامت ہے۔

❻ جب مالک اپنے گھر میں ہو تو یہ دُور جوتے کے پاس بیٹھ جاتا ہے۔ ادنیٰ جگہ پہ راضی ہو جاتا ہے۔ یہ متواضعین کی علامت ہے۔

❼ اگر اس کا مالک اسے مارے اور یہ تھوڑی دیر کے لیے چلا جاتا ہے اور پھر مالک اسے دوبارہ ٹکڑا ڈال دے تو دوبارہ آ کر کھانا کھا لیتا ہے اس سے ناراض نہیں ہوتا، یہ خاشعین کی علامت ہے۔

❽ دنیا میں رہنے کے لیے اس کا اپنا کوئی گھر نہیں ہوتا، یہ متوکلین کی علامت ہے۔

❾ رات کو یہ بہت کم سوتا ہے، یہ محبین کی علامت ہے۔

❿ جب مرتا ہے تو اس کی کوئی میراث نہیں ہوتی۔ یہ زاہدین کی علامت ہے۔

غور کریں کہ کیا ان صفات میں سے کوئی صفت ہم میں بھی موجود ہے؟

ہم نے تو جہنم کی بہت کی تدبیر لیکن تیری رحمت نے گوارا نہ کیا

㊼ گناہ کرنے کی چار وجوہات ہیں

عموماً گناہ کرنے کی چار وجوہات ہوتی ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ان تمام وجوہات کے جوابات قرآن مجید میں ارشاد فرما دیئے ہیں۔

پہلی وجہ: یہ ہوتی کہ آدمی یہ سمجھتا ہے کہ مجھے گناہ کرتے وقت کوئی نہیں دیکھ رہا ہے۔ پروردگارِ عالم نے اس کا جواب یوں دیا ہے: ”اِنَّ رَبَّكَ لَبِالْمِرْصَادِ“ کہ تیرا رب تیری گھات میں لگا ہوا ہے۔ (سورۂ فجر: آیت ۱۴) شکاری جب شکار پر اپنا نشانہ باندھتا ہے تو تھوڑی دیر کے لیے بہت ہی زیادہ متوجہ ہو کر اس کی طرف دیکھتا ہے۔ توجہ کی اس کیفیت کے ساتھ دیکھنے کو ”مرصاد“ کہتے ہیں۔ گویا اللہ تعالیٰ اس قدر غور سے انسان کو دیکھ رہا ہے۔

دوسری وجہ: گناہ کرنے کی یہ ہوتی ہے کہ انسان سمجھتا ہے کہ میرے پاس کوئی نہیں ہے۔ اس کے جواب میں فرمایا کہ جب تم تین ہوتے ہو تو وہ چوتھا ہوتا ہے: ”وَهُوَ مَعَكُمْ اَيْنَمَا كُنْتُمْ“ کہ وہ تمہارے ساتھ ہوتا ہے تم جہاں کہیں بھی ہوتے ہو۔ (سورۃ الحدید: آیت ۴)

تیسری وجہ: گناہ کرنے کی یہ ہوتی ہے کہ آدمی کے دل میں یہ احساس ہوتا ہے کہ میری حرکتوں کا کسی کو پتہ نہیں چلا، جبکہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: ”يَعْلَمُ خَآئِنَةَ الْأَعْيُنِ وَمَا تُخْفِي الصُّدُوْرُ“ قنیہ وہ جانتا ہے تمہاری آنکھوں کی خیانت کو اور جو تمہارے دلوں میں چھپا ہوا ہے۔ (سورۂ مؤمن: آیت ۱۹)

چوتھی وجہ: گناہ کرنے کی یہ ہوتی ہے کہ آدمی یہ کہتا ہے کہ میں اگر یہ برائی کرتا بھی ہوں تو کوئی میرا کیا کر لے گا۔ جی ہاں! جب انسان باغی ہو جائے اور گناہ پر جرأت بڑھ جائے تو وہ بے شرم ہو کر ایسی باتیں کہہ دیتا ہے۔ اللہ رب العزت اس کا بھی جواب دیتے ہیں، فرمایا: ”اِنَّ اَخْذَهٗ اَلِيْمٌ شَدِيْدٌ“ اس پروردگار کی پکڑ بڑی دردناک اور بڑی شدید ہے۔ (سورۂ ہود: آیت ۱۰۲) ”وَلَا يُوْثِقُ وَثَاقَهٗ اَحَدٌ“ ایسے باندھے گا کہ تمہیں ایسے کوئی دوسرا باندھ نہیں سکتا۔ (سورۂ فجر: آیت ۲۶) ”فَاِنِّيْ اُعَذِّبُهٗ عَذَابًا لَّا اُعَذِّبُهٗ اَحَدًا مِّنَ الْعٰلَمِيْنَ“ میں پروردگار وہ عذاب دوں گا کہ جہانوں میں کوئی دوسرا عذاب دے نہیں سکتا۔

(سورۂ مائدہ: آیت ۱۱۵)

گناہ کرنے کی ان وجوہات کا جواب قرآن مجید میں دینے کی وجہ یہ تھی کہ انسان گناہوں سے بچ جائے اور اپنے پروردگار کا فرماں بردار بندہ بن جائے، شیطان کی یہ کوشش ہوتی ہے کہ انسان کو گناہوں میں مست رکھے اور رحمٰن کی یہ کوشش ہوتی ہے کہ انسان ظاہر ہو یا پوشیدہ جو بھی گناہ کرتا ہے اس کو چھوڑ دے۔ اب بندے کو چاہیے کہ اپنے پروردگار کی آواز پر لبیک کہتے ہوئے گناہوں بھری زندگی کو چھوڑ دے اور نیکیوں والی زندگی کو اختیار کرے۔

(۴۸) حضرت جنید بغدادی نبی کریم ﷺ کی قرابت کے واسطے کی خاطر بالقصد کشتی ہار گئے

حضرت جنید بغدادی رحمہ اللہ تعالیٰ اپنے وقت کے شاہی پہلوان تھے۔ بادشاہِ وقت نے اعلان کروا رکھا تھا کہ جو شخص ہمارے پہلوان کو گرائے گا اس کو بہت زیادہ انعام دیا جائے گا۔ سادات کے گھرانے کا ایک آدمی بہت کمزور اور غریب تھا، نانِ شبینہ کو ترستا تھا، اس نے سنا کہ وقت کے بادشاہ کی طرف سے اعلان ہو رہا ہے کہ جو ہمارے پہلوان کو گرائے گا ہم اسے اتنا زیادہ انعام دیں گے۔ اس نے سوچا کہ جنید کو رستمِ زماں کہا جاتا ہے، میں اسے گرا تو نہیں سکتا مگر میرے گھر میں غربت بہت زیادہ ہے، مجھے پریشانی بھی بہت ہے اور سادات میں سے ہوں، اس لیے کسی کے آگے جا کر اپنا حال بھی نہیں کہہ سکتا، چلو میں مقابلہ کی کوشش کرتا ہوں۔ چنانچہ اس نے جنید سے کشتی لڑنے کا اعلان کر دیا۔ وقت کا بادشاہ بہت حیران ہوا کہ اتنے بڑے پہلوان کے مقابلے میں ایک کمزور سا آدمی۔ بادشاہ نے اس سے کہا کہ تو شکست کھا جائے گا۔ اس نے کہا کہ نہیں میں کامیاب ہو جاؤں گا۔

مقابلے کے لیے دن متعین کر دیا گیا، بادشاہِ وقت بھی کشتی دیکھنے کے لیے آیا، جب دونوں پہلوانوں نے پنجہ آزمائی شروع کی تو وہ سید صاحب کہتے ہیں، جنید! تو رستم زماں ہے، تیری بڑی عزت ہے، تجھے بادشاہ سے روزینہ ملتا ہے، لیکن دیکھ میں سادات میں سے ہوں، غریب ہوں، میرے گھر میں اس وقت پریشانی اور تنگی ہے، آج اگر تو گر جائے گا تو تیری عزت پر وقتی طور پر حرف آئے گا لیکن میری پریشانی دور ہو جائے گی، اس کے بعد اس نے کشتی لڑنا شروع کر دی۔ جنید حیران تھے کہ اگر چاہتے تو بائیں ہاتھ کے ساتھ اس کو نیچے پٹخ سکتے تھے، مگر اس نے نبی کریم ﷺ کی قرابت کا واسطہ دیا تھا۔ یہ محبوب ﷺ کی نسبت تھی، جس سے جنید کا دل پسیج گیا تھا۔ دل نے فیصلہ کیا کہ جنید! اس وقت عزت کا خیال نہ کرنا، تجھے محبوب ﷺ کے ہاں عزت مل جائے، تو تیرے لیے یہی کافی ہے، چنانچہ تھوڑی دیر پنجہ آزمائی کی اور اس کے بعد جنید خود ہی چت ہو گئے اور وہ کمزور آدمی ان کے سینے پر بیٹھ گیا اور کہنے لگا کہ میں نے ان کو گرا لیا۔

بادشاہ نے کہا، نہیں کوئی وجہ بن گئی ہو گی لہٰذا دوبارہ کشتی کروائی جائے۔ چنانچہ دوبارہ کشتی ہوئی، جنید خود ہی گر گئے اور اسے اپنے سینے پر بٹھا لیا، بادشاہ بہت ناراض ہوا، اس نے جنید کو بہت زیادہ لعن طعن کی حتیٰ کہ اس نے کہا کہ جی چاہتا ہے کہ جوتوں کا ہار تیرے گلے میں ڈال کر پورے شہر میں پھرادوں۔ تو اتنے کمزور آدمی سے ہار گیا۔ آپ نے وقتی ذلت کو برداشت کر لیا، گھر آ کر بتایا تو بیوی بھی پریشان ہوئی اور باقی اہلِ خانہ بھی پریشان ہوئے کہ تو نے اپنی عزت کو آج خاک میں ملا دیا، مگر جنید کا دل مطمئن تھا۔ اس صفت کی وجہ سے جنید بغدادی بنے ہیں اور اللہ نے ان سے خوب دین کا کام لیا۔

(۴۹) اللہ نے کہا: تو نے اسے میری بندی سمجھ کر معاف کر دیا، جا میں تجھے اپنا بندہ سمجھ کر معاف کر دیتا ہوں

ایک آدمی کی بیوی سے کوئی غلطی ہوگئی، نقصان کر بیٹھی، اگر وہ چاہتا تو اسے سزا دے سکتا تھا، اگر وہ چاہتا تو اسے طلاق دے کر گھر بھیج سکتا تھا، کیونکہ وہ حق بجانب تھا۔ تاہم اس آدمی نے یہ سوچا کہ میری بیوی نقصان تو کر بیٹھی ہے، چلو میں اس اللہ کی بندی کو معاف کر دیتا ہوں۔ کچھ عرصہ کے بعد اس شخص کی وفات ہوگئی، کسی کو خواب میں نظر آیا، خواب دیکھنے والے نے پوچھا کہ سناؤ! آگے کیا معاملہ بنا؟ کہنے لگا کہ اللہ رب العزت نے میرے اوپر مہربانی فرما دی۔ اس نے پوچھا، وہ کیسے؟ کہنے لگا کہ ایک مرتبہ میری بیوی غلطی کر بیٹھی تھی، میں چاہتا تو سزا دے سکتا تھا، مگر میں نے اس کو اللہ کی بندی سمجھ کر معاف کر دیا۔ پروردگارِ عالم نے فرمایا کہ تو نے اسے میری بندی سمجھ کر معاف کر دیا، جا میں تجھے اپنا بندہ سمجھ کر معاف کر دیتا ہوں۔

(۵۰) خواب میں کھارا پانی اپنے کھیت میں دیکھنا اور اس کی تعبیر

سُؤال: بخدمت حضرت مولانا صاحب دامت برکاتہم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

بعد سلام عرض ہے کہ میں خواب میں اپنے کھیت کا حال دیکھتا ہوں کہ وہ کھارے پانی سے بھرا ہوا ہے، تو میرے لیے اپنے کھیت کی یہ حالت نفع بخش ہے، یا ضرر رساں، برائے کرم جواب دے کر تشویش قلب کو دفع کیجئے۔ فقط والسلام

جَوَابْ: آپ کا اپنے کھیت کو اس حالت پر دیکھنا نقصان دہ ثابت ہوگا، کیونکہ کھارا پانی قابلِ زراعت نہیں ہے، لہٰذا کھیت سماوی آفات کا شکار ہو سکتا ہے، اب آپ برے خواب سے بچاؤ کے لیے سنتوں کا اہتمام لازم سمجھئے۔ اور آیت: ﴿لَهُمُ الْبُشْرٰى فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَفِي الْاٰخِرَةِ لَا تَبْدِيْلَ لِكَلِمٰتِ اللّٰهِ ذٰلِكَ هُوَالْفَوْزُ الْعَظِيْمُ﴾ پڑھنے کا اہتمام کیجیے اور ہمیشہ باوضو رہنے کا بھی اہتمام کیجیے۔

(۵۱) حضرت عقبہ بن عامر کو حضور کی بڑی عجیب نصیحت

مسند احمد میں ہے کہ حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک روز میری رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے ملاقات ہوئی۔ میں نے جلدی سے آپ کا ہاتھ تھام لیا اور کہا: یا رسول اللہ! مؤمن کی نجات کس عمل پر ہے۔ آپ نے فرمایا: اے عقبہ! زبان تھامے رکھ، اپنے گھر میں ہی بیٹھا رہا کر اور اپنی خطاؤں پر روتا رہ۔ پھر دوبارہ جب حضور سے میری ملاقات ہوئی تو آپ نے خود میرا ہاتھ پکڑ لیا اور فرمایا: عقبہ! کیا میں تمہیں تورات، انجیل، زبور اور قرآن میں اتری ہوئی تمام سورتوں سے بہتر تین سورتیں بتاؤں۔ میں نے کہا: ہاں حضور! ضرور ارشاد فرمایئے۔ اللہ تعالیٰ مجھے آپ پر فدا کرے۔ پس آپ نے مجھے سورہ قل هُوَاللّٰهُ اَحَدٌ اور قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ اور قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ النَّاسِ بتائیں۔ پھر فرمایا، دیکھو عقبہ! انہیں نہ بھولنا اور ہر رات انہیں پڑھ لیا کرنا۔ فرماتے ہیں کہ پھر نہ میں انہیں بھولا اور نہ کوئی رات ان کے پڑھے بغیر گزاری۔ میں نے پھر آپ سے ملاقات کی اور جلدی کر کے آپ کے دستِ مبارک کو اپنے ہاتھ میں لے کر عرض کیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! مجھے بہترین اعمال ارشاد فرمایئے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: سُن! جو تجھ سے کٹے تو اس سے جُڑ، جو تجھے محروم رکھے تو اُسے

دے، جو تجھ پر ظلم کرے تو اس سے درگزر کر اور معاف کردے۔ (تفسیر ابن کثیر، جلد ۵، صفحہ ۶۱۶)

(۵۲) "اللہ کا رنگ اختیار کرو" اس کا کیا مطلب ہے؟

سُؤال: بخدمت حضرت مولانا صاحب دامت برکاتہم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

بعد سلام عرض ہے کہ "اللہ کا رنگ اختیار کرو" اس کا کیا مطلب ہے؟ جیسا کہ قرآن مجید میں ہے: "صِبْغَةَ اللّٰهِ وَمَنْ اَحْسَنُ مِنَ اللّٰهِ صِبْغَةً." (سورۂ بقرہ، آیت ۱۳۸)

(اللہ کا رنگ اختیار کرو۔ اللہ تعالیٰ سے اچھا اور رنگ کس کا ہوگا)۔

جَوَاب: مذکورہ آیت سے دو چیزیں بتلانا مقصود ہے:

❶ نصاریٰ کی ایک رسم کی تردید کرنا۔ ❷ علاماتِ ایمان کا مؤمن کی ذات اور افعال میں ظہور ہونا چاہیے۔

❶ نصاریٰ کی یہ رسم جاری تھی کہ جو بچہ پیدا ہو اس کو ساتویں روز ایک رنگین پانی میں نہلاتے تھے اور بجائے ختنہ کے اسی نہلانے کو بچہ کی طہارت اور دینِ نصرانیت کا پختہ رنگ سمجھتے تھے۔ اس رسم کا نام ان کے یہاں بپتسمہ ہے۔ جو ان کے یہاں لازم تھا، جس کے بغیر وہ کسی کو پاک تصور نہیں کرتے تھے۔ اس آیت نے بتلا دیا کہ یہ پانی کا رنگ تو ڈھل کر ختم ہو جاتا ہے، اس کا بعد میں کوئی اثر نہیں رہتا، نیز ختنہ نہ کرنے کی وجہ سے جو گندگی اور ناپاکی جسم میں رہتی ہے، اس سے بھی یہ رنگ نجات نہیں دیتا، اصل رنگ دین وایمان کا رنگ ہے، جو ظاہری اور باطنی پاکی کی ضمانت بھی ہے اور باقی رہنے والا بھی ہے۔

❷ علاماتِ ایمان کا مؤمن کی ذات اور افعال میں ظہور ہونا چاہیے۔ دین وایمان کو رنگ فرما کر اس طرف اشارہ ہو گیا کہ جس طرح رنگ آنکھوں سے محسوس ہوتا ہے مؤمن کے ایمان کی علامت اس کے چہرہ بشرہ اور تمام حرکات وسکنات، معاملات وعادات میں ظاہر ہونی چاہیے۔ واللہ اعلم۔ (تفسیر مسجد نبوی، معارف القرآن، جلد ۱، صفحہ ۳۵۶)

(۵۳) سو (۱۰۰) بکھرے موتی پڑھ لیجیے

❶ ساتھیوں کو چاہیے کہ رات کے آخری حصے میں تہجد کے لیے اٹھیں۔ حضرت سیّدنا صدیق اکبر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کا قول ہے: "رات کے آخری حصہ میں مرغ کا تجھ پر اٹھنے میں سبقت لے جانا، تیرے لیے باعث ندامت ہے۔"

❷ رات کو اٹھو اس لیے کہ عشاق رات کو راز و نیاز کرتے ہیں، دوست کے دروازے اور چھت کے اردگرد پرواز کرتے ہیں۔ ہر جگہ کے دروازے رات کو بند کر دیئے جاتے ہیں، سوائے دوست کے دروازے کے جسے رات کو کھول دیتے ہیں۔

❸ نہایت خشوع وخضوع کے ساتھ چار رکعت، آٹھ رکعت یا بارہ رکعت تہجد ادا کرے۔ حضرت خواجہ ابو یوسف ہمدانی کا معمول تھا کہ پہلے دوگانہ میں آیۃ الکرسی والا رکوع اور سورۃ بقرہ کا آخری رکوع پڑھتے۔ پھر آٹھ رکعت میں دس دس آیات پڑھ کر سورۂ یٰسین مکمل کرتے۔ آخری دو رکعت میں تین تین بار سورۂ اخلاص پڑھتے (حضرت خواجہ ابو یوسف ہمدانی کی صحبت میں حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی اور حضرت خواجہ معین الدین چشتی اجمیری نے فیضان پایا آپ ان دونوں حضرات کے پیر تعلیم کہلاتے ہیں)۔

❹ اللہ کے خزانہ میں چار چیزیں نہیں ہیں:

① عدم ② حاجت ③ عذر ④ گناہ

⑤ **سوال:** استغفار پہلے پڑھیں یا درود شریف پہلے پڑھیں۔

جواب: شیخ العرب والعجم حضرت مولانا عبدالغفور رحمہ اللہ تعالیٰ سے پوچھا "استغفار پہلے پڑھے کہ درود شریف۔" فرمایا کہ استغفار کی مثال کپڑے دھونے والے صابن کی سی ہے، جبکہ درود شریف کی مثال کپڑے پر لگانے والے عطر کی سی ہے۔ آپ یہ بتائیں کہ کپڑے کو پہلے عطر لگائیں یا صابن سے دھوئیں؟ سائل نے عرض کیا: حضرت پہلے صابن سے دھونا چاہیے پھر عطر لگانا چاہیے۔ فرمایا: "بس اسی طرح پہلے خوب نادم وشرمندہ ہوکر استغفار پڑھیں تاکہ دل دھل جائے پھر محبت وعقیدت سے درود شریف پڑھیں تاکہ عطر لگے اور محبتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی خوشبو انگ انگ میں سما جائے۔"

⑥ ایک شخص نے رابعہ بصریہ رحمہا اللہ تعالیٰ کے پاس دنیا کی برائی کا تذکرہ کیا۔ فرمایا "آئندہ میرے پاس نہ آنا، تمہیں دنیا سے بہت محبت ہے۔"

⑦ بعض لوگوں نے ذوالنون مصری رحمہ اللہ تعالیٰ سے کہا: فلاں جماعت شغل وطرب میں مشغول ہے، بددعا کریں۔

فرمایا: اللہ! جیسے تو نے انہیں دنیا میں خوشیاں دیں، آخرت میں بھی خوشیاں عطا فرما۔

⑧ اگر کوئی اہلِ دنیا کی تعظیم کرے تو کون سی عجیب بات ہے، لوگ تو سانپ اور بچھو کو دیکھ کر بھی کھڑے ہو جاتے ہیں۔

⑨ **سوال:** اسم اعظم کیا ہے؟

جواب: دل غیر سے خالی اور پیٹ حرام سے خالی ہو تو ہر اسم "اسم اعظم" ہوتا ہے۔

⑩ لقمان حکیم نے فرمایا: "میں چاند اور سورج کی روشنی میں پرورش پاتا رہا مگر دل کی روشنی سے بڑھ کر کسی کو سودمند نہ پایا۔

⑪ دل سیاہ ہو تو چمکتی آنکھیں کچھ فائدہ نہیں دیتیں۔

⑫ جس دل میں غم نہ ہو:

جس گھر میں آرائش نہ ہو بگڑ جاتا ہے، اسی طرح جس دل میں غم نہ ہو تو وہ بھی بگڑ جاتا ہے۔

⑬ دل ہنڈیا کے مانند ہے:

یحییٰ بن معاویہ نے فرمایا: "دل ہنڈیا کے مانند ہے جب کہ زبان چمچہ کے مانند۔ چمچہ وہی نکالتا ہے جو ہنڈیا میں ہوتا ہے۔"

⑭ قیامت کے بازار میں سودے کی اتنی قیمت نہ ہوگی جتنا مؤمن کا دل خوش کرنے کی۔

⑮ نماز میں جی نہ لگنے کی وجہ ایسی ہے جیسے چمڑے کے کارخانے میں کام کرنے والا عطر کی دوکان پر جائے تو اس کا دم گھٹنے لگتا ہے۔

⑯ ایک تاجر نے تیس سال روزے رکھے، گھر والے سمجھتے تھے، دن کا کھانا دکان پر کھاتا ہوگا، دکان والے سمجھتے تھے گھر سے کھا کر آتا ہوگا۔ کسی کو پتہ نہ چلنے دیا، اسے اخلاص کہتے ہیں۔

⑰ جو عبادت دنیا میں مزہ نہ دے گی وہ آخرت میں کیا جزا دے گی۔

⑱ ولی، گنہ گار اور شیطان:

جو گناہ پر پچھتائے اسے ولی سمجھو، جو پرواہ نہ کرے اُسے گنہگار انسان سمجھو، جو گناہ کرکے اترائے اسے شیطان سمجھو۔

www.e-iqra.info

⑲ گناہ کو نہ دیکھو کہ کتنا چھوٹا ہے بلکہ اللہ تعالیٰ کی عظمت کو دیکھو کہ کس کی نافرمانی کی جارہی ہے۔

⑳ سچ کو باہر مت چھوڑیئے:

اگر تم غلطیوں کو چھپانے کے لیے دروازے بند کرو گے تو سچ بھی باہر ہی رہ جائے گا۔

㉑ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں وہ بدی جو تمہیں رنجیدہ کرے اس نیکی سے بہتر ہے جو تمہیں نازاں کرے۔

㉒ اخلاص کیا ہے؟:

حضرت ابراہیم تیمی رَحِمَہُ اللّٰہُ تَعَالٰی نے کہا: ”اخلاص یہ ہے کہ اپنی نیکیوں کو اس طرح چھپائے جس طرح اپنی برائیوں کو چھپاتا ہے۔“

㉓ ساتھیوں کو چاہیے کہ لوگوں کو اللہ کی نعمتیں یاد دلائے تاکہ شکر کریں، اپنے گناہ یاد دلائے تاکہ توبہ کریں۔ نفس وشیطان کی عداوت یاد دلائے تاکہ بچ سکیں۔

㉔ ایک غافل نے کسی شیخ سے کہا کہ آپ کا مرید ریائی ذکر کرتا ہے۔ فرمایا: اس کے پاس ٹمٹماتا چراغ ہے، لہٰذا بخشش کی امید ہے، آپ کے پاس تو یہ بھی نہیں۔

㉕ جس نے معمولات میں پابندی حاصل کر لی اس پر رحمت ہوگئی۔ فرحتِ قلب اس کی لونڈی ہے جو خود بخود مل جائے گی۔

㉖ حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکی رَحِمَہُ اللّٰہُ تَعَالٰی فرماتے تھے کہ جو شخص بیعت کی تمنا ظاہر کرے، میں اس کو اس لیے مرید کر لیتا ہوں کہ پیر کو قیامت کے دن جہنم جاتا دیکھ کر مرید ترس کھائے گا۔ شاید اسی برکت سے بخشا جاؤں۔

㉗ ایک شخص نے کسی بزرگ کو ہدیہ دے کر دعا کی درخواست کی۔ فرمایا: ”ہدیہ واپس لے جاؤ، یہ دعا کی دُکان نہیں ہے۔“

㉘ شیخ گنہ گار مرید کو یوں سمجھے جیسے کسی حسینہ نے چہرے پر سیاہی لگالی ہے، اگر دھوئے تو چاند سا چہرہ نکل آئے گا۔

㉙ تقویٰ یہ ہے کہ روزِ محشر کوئی تمہارا گریبان نہ پکڑے۔

㉚ ہم ایسے زمانے میں پیدا ہوئے ہیں کہ سلف صالحین نے اپنے علم وتقویٰ کے باوجود اس سے پناہ مانگی تھی۔

㉛ شیخ عثمان خیر آبادی رَحِمَہُ اللّٰہُ تَعَالٰی گاہکوں کو کھوٹے سکوں کے بدلے میں بھی مال دے دیتے تھے، مرتے وقت دُعا مانگی کہ ”میں نے لوگوں کے کھوٹے سکے قبول کیے، اے اللہ! تو میرے کھوٹے اعمال کو قبول فرما۔“

㉜ شیخ شہاب الدین خطیب رَحِمَہُ اللّٰہُ تَعَالٰی دعا مانگتے تھے کہ یا اللہ! مرتے وقت کوئی پاس نہ ہو، نہ اپنا نہ پرایا نہ ہی ملک الموت۔ بس میں اور تو۔

㉝ ابوالحسن نوری رَحِمَہُ اللّٰہُ تَعَالٰی کی دعا یہ ہوتی تھی: ”اے اللہ! اگر میری مغفرت نہیں کرنی تو جہنم کو مجھ سے بھر دے اور باقی سب انسانوں کی مغفرت نہیں کرنی تو جہنم کو مجھ سے بھر دے اور باقی سب انسانوں کی مغفرت فرمادے۔“

㉞ دُعا کا ایک فائدہ یہ بھی ہے کہ قیامت کے دن کہے گا، ”اے اللہ! میں نے تو دعا کی تھی مجھے نیک بنا، پس معذور سمجھا جائے گا۔

㉟ جس سے حسد ہو اُس کے لیے بلندیٔ درجات کی دعا کرنا حسد کا بہترین علاج ہے۔

㊱ محنت ہمارے ہاتھ میں ہے، نصیب خدا کے ہاتھ میں ہے۔ ہمیں اسی سے کام لینا چاہیے جو ہمارے ہاتھ میں ہے۔

㊲ بے کار انسان مردے سے بھی بدتر ہے کیونکہ مردہ کم جگہ روکتا ہے۔

㊳ جہنم میں ایک مصلّٰی کی جگہ:

قاضی بیضاوی رَحِمَہُ اللّٰہُ تَعَالٰی نے شیراز کی قضا کے لیے کسی بزرگ سے سفارش کروائی، انھوں نے سفارشی رقعے میں لکھا "یہ مردِ صالح عالم فاضل ہے، جہنم میں ایک مصلّٰی کی جگہ چاہتا ہے"

㊴ جس طرح مخلوق کے لیے عمل کرنا رِیا ہے، اسی طرح مخلوق کے لیے عمل ترک کرنا بھی رِیا ہے۔

㊵ حضرت عمر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے فرمایا: "ہمارے بازاروں میں خرید و فروخت وہ کرے جو فقیہ ہو۔" سبحان اللہ! سارے ملک کو درسگاہ بنا دیا۔

㊶ نفس کی سرکشی کو توڑنا "اِمَاطَةُ الْاَذٰی عَنِ الطَّرِیْقِ" میں داخل ہے۔

㊷ آج عام روحانی مرض ہے: "یٰلَیْتَ لَنَا مِثْلَ مَآ اُوْتِیَ قَارُوْنُ اِنَّهٗ لَذُوْ حَظٍّ عَظِیْمٍ" "کاش کہ ہمیں بھی کسی طرح وہ مل جاتا جو قارون کو دیا گیا ہے، یہ تو بڑا قسمت کا دھنی ہے۔" (سورۃ القصص: آیت ۷۹)

㊸ جس سے محبت ہو اس کا نام آئے تو نبض تیز ہو جاتی ہے، یہی معنیٰ "وَجِلَتْ قُلُوْبُهُمْ" کا ہے۔ (سورۃ الانفال: آیت ۲)

㊹ ﴿فَمَنْ یَّعْمَلْ مِنَ الصّٰلِحٰتِ وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَلَا كُفْرَانَ لِسَعْیِهٖ وَاِنَّا لَهٗ كٰتِبُوْنَ﴾ (سورۃ الانبیاء: آیت ۹۴)

اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے نیکیاں لکھنے کی نسبت اپنی طرف کی ہے۔ قربان جائیں اس عزت افزائی پر۔ (تَرْجَمَہ: پھر جو کچھ بھی نیک عمل کرے اور وہ مؤمن بھی ہو تو اس کی کوشش کی بے قدری نہیں کی جائے گی ہم تو اس کے لکھنے والے ہیں)

㊺ بغیر مصیبت کے کوئی نعمت چھن جائے تو بہتر ملتی ہے ﴿مَا نَنْسَخْ مِنْ اٰیَةٍ اَوْ نُنْسِهَا نَاْتِ بِخَیْرٍ مِّنْهَآ اَوْ مِثْلِهَا﴾ (سورۃ البقرۃ: آیت ۱۰۶) اس کی دلیل ہے۔

تَرْجَمَہ: جس آیت کو ہم منسوخ کر دیں، یا بھلا دیں اس سے بہتر یا اس جیسی اور لاتے ہیں۔

㊻ کسی نے حضرت خواجہ بایزید بسطامی سے کہا: آپ بھوک کی اتنی تعریف کیوں کرتے ہیں؟ فرمایا: "اگر فرعون بھوکا ہوتا تو ﴿اَنَا رَبُّكُمُ الْاَعْلٰی﴾ (سورۃ النازعات: آیت ۲۴) نہ کہتا۔

㊼ علماء کا درسِ نظامی کا نصاب آٹھ سالہ ہوتا ہے۔ سند یہ ہے کہ حضرت شعیب عَلَیْہِ السَّلَام کی خدمت میں حضرت موسیٰ عَلَیْہِ السَّلَام کے رہنے کا عہد آٹھ سالہ ہے لیکن تخصص کے لیے ﴿فَاِنْ اَتْمَمْتَ عَشْرًا فَمِنْ عِنْدِكَ﴾ (سورۃ القصص: آیت ۲۷) ہے۔

㊽ بعض اسلاف کے چراغ کے تیل کا خرچہ زیادہ ہوتا تھا، اور کھانے کا خرچہ کم ہوتا تھا

㊾ ایک مرتبہ شیخ الاسلام عزیز الدین بن السلام سے کسی نے کہا کہ بادشاہ کے ہاتھ چومئے۔ حضرت نے فرمایا: "خدا کی قسم! میں اس پر بھی راضی نہیں ہوں کہ وہ میرا ہاتھ چومے چہ جائیکہ میں اس کے ہاتھ چوموں۔"

㊿ حضرت مرزا مظہر جانِ جاناں رَحِمَہُ اللّٰہُ تَعَالٰی کو بادشاہِ وقت نے بڑی جاگیر پیش کی تو فرمایا: "اللہ تعالیٰ نے ساری دنیا کو ﴿مَتَاعُ الدُّنْیَا قَلِیْلٌ﴾ (سورۃ النساء: آیت ۷۷) کہا۔ اسی قلیل میں سے تھوڑا سا حصہ آپ کو ملا ہے۔ اب اس میں سے بھی تھوڑا سا حصہ آپ مجھے دیں گے تو اتنا تھوڑا لیتے ہوئے بھی مجھے شرم آتی ہے۔

(۵۱) ایک ککڑی بیچنے والے نے آواز لگائی: ''عَشَرَةُ خِيَارٍ بِدَانِقٍ'' (دس ککڑی ایک دانق کے بدلے میں) خیار عربی میں ککڑی کو کہتے ہیں۔ حضرت شبلی رحمہ اللہ تعالیٰ نے چیخ ماری کہ جب دس خیار کی یہ قیمت ہے تو ہم اشرار کی کیا قیمت ہوگی؟

(۵۲) نادانوں کی بات پر تحمل عقل کی زکوٰۃ ہے۔

(۵۳) بہت زیادہ کھا کر بیمار ہونے والوں کی تعداد فاقہ کشی سے بیمار ہونے والوں سے زیادہ ہے۔

(۵۴) ہر بچے کی پیدائش اس بات کی علامت ہے کہ خدا ابھی بندے سے مایوس نہیں ہوا ہے۔

(۵۵) سچ پر چلنے والوں کا ہر قدم شیطان کے سینے پر ہوتا ہے۔

(۵۶) حیرت ہے کہ انسان ہاتھ تو دنیا کے آگے پھیلاتا ہے مگر گلہ خدا سے کرتا ہے۔

(۵۷) بری عادتوں کی طاقت کا اندازہ اس وقت ہوتا ہے جب انھیں چھوڑنے کی کوشش کی جاتی ہے۔

(۵۸) جتنی محنت سے لوگ جہنم خریدتے ہیں اس سے آدھی محنت میں جنت ملتی ہے۔

(۵۹) ترکِ تبلیغ کے لیے مخاطب کی ناگواری عذر نہیں ﴿اَفَنَضْرِبُ عَنْكُمُ الذِّكْرَ صَفْحًا اَنْ كُنْتُمْ قَوْمًا مُّسْرِفِيْنَ﴾ (سورۃ الزخرف: آیت ۵) ''کیا ہم اس نصیحت کو تم سے اس بنا پر ہٹالیں کہ تم حد سے گزر جانے والے لوگ ہو۔''

(۶۰) دوزخ میں بھی ایمان کی برکت: گنہ گار مؤمنین کو جہنم میں تکلیف کا احساس نہیں ہوگا:

ابوسعید رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''وہ جہنمی جو جہنم کے مستحق ہیں تو انھیں جہنم میں نہ موت آئے گی (کہ تکلیف سے چھٹکارا پالیں) اور نہ انھیں زندگی (کا لطف) نصیب ہوگا، لیکن تم (مؤمنین) میں سے کچھ لوگ اپنے گناہوں کی وجہ سے جہنم میں پہنچیں گے، پھر اللہ تعالیٰ انھیں ایک خاص قسم کی موت دے گا (جس سے تکلیف کا احساس نہیں ہوگا) یہاں تک کہ جب وہ (جل کر) کوئلہ ہوجائیں گے تو (دوسرے جنتی یا حضور صلی اللہ علیہ وسلم) کو (ان کے حق میں) سفارش کرنے کی اجازت دی جائے گی، لہٰذا اُنھیں مختلف ٹکڑیوں میں (اس طرح اُٹھا کر) لایا جائے گا جس طرح سامان اُٹھایا جاتا ہے۔ پھر اُنھیں جنت کی نہروں پر بکھیر دیا جائے گا پھر جنت والوں سے کہا جائے گا کہ ان پر (زندگی کا پانی) بہاؤ۔ چنانچہ (وہ اس پانی سے اتنی تیزی کے ساتھ) زندہ ہوں گے (جتنی تیزی کے ساتھ) وہ گھاس اُگتی ہے جو کیچڑ میں ہوتی ہے۔ (مسلم، کتاب الایمان، صفحہ ۴۵۹)

نوٹ: ڈاکٹر کا آپریشن مریض کے لیے تکلیف دہ نہیں ہوتا، چمڑی (کھال) کے سن ہونے کی وجہ سے۔ ویسے ہی عاصی مؤمن کا جہنم میں دل تکلیف دہ نہیں ہوگا، قلب میں ایمان کی وجہ سے۔

(۶۱) انگریزی پڑھ کر دیندار بننا عربی پڑھ کر بے دین بننے سے بہتر ہے۔

(۶۲) یہ تجربہ شدہ بات ہے کہ جو بچہ سورۂ یوسف پہلے یاد کرے اسے قرآن جلدی یاد ہوجاتا ہے۔

(۶۳) مرشد کی دُعا کا اثر بہت زیادہ ہوتا ہے۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ وفاتِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم سے تین سال پہلے ایمان لائے مگر حافظہ اتنا تھا کہ روایات سب سے زیادہ ہیں۔ چونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا کی تھی۔

(۶۴) جس طرح شہوت بغیر محل حرام ہے اسی طرح غصہ بھی بغیر محل حرام ہے۔

(۶۵) بزرگوں کا کلام نقل کرنے سے کیا ہوتا ہے؟ دیکھو طوطا کیسے ہو بہو آدمی کی طرح بولتا ہے، کیا وہ آدمی ہوجاتا ہے، ہرگز نہیں۔

۶۶ سچائی کی مشعل جہاں جلتی دیکھو فائدہ اٹھاؤ، یہ نہ دیکھو کہ مشعل بردار کون ہے۔

۶۷ مسلمان کو فائدہ نہ پہنچا سکو تو نقصان نہ دو۔ خوش نہ کر سکو تو رنجیدہ نہ کرو۔ تعریف نہ کر سکو تو غیبت نہ کرو۔

۶۸ سو سال کی عمر میں ایک لمحے کی غلطی انسان کا رخ مشرق سے مغرب کی طرف بدل دیتی ہے۔

۶۹ غلطی کے بعد چہرے کو بہانے کی چادر سے نہ چھپاؤ، کیونکہ چادر چہرے سے زیادہ میلی ہے۔

۷۰ کمینے آدمی سے دوستی نہ کرو، کیونکہ گرم کوئلہ ہاتھ جلاتا ہے اور ٹھنڈا کوئلہ ہاتھ کالے کرتا ہے۔

۷۱ حیوانات میں مکھی سب سے زیادہ حریص اور مکڑی سب سے زیادہ قناعت پسند ہے۔ پس اللہ تعالیٰ نے مکھی کو مکڑی کی غذا بنا دیا۔

۷۲ اگر انسان کے خیالات شرعی گواہ ہوتے تو کئی نیک لوگ بدمعاش ہوتے۔

۷۳ حضرت عبداللہ بن مبارک نے نصیحت فرمائی: ”بری نظر چھوڑ دو، خشوع کی توفیق ملے گی۔ بیہودہ گوئی چھوڑ دو، دانائی ملے گی۔“

۷۴ فحش کلامی کرنے پر ایک نوجوان کو کسی بزرگ نے کہا: ”دیکھ تو خدا تعالیٰ کے نام کیسا خط بھیج رہا ہے۔“

۷۵ اگر غرور کوئی علم ہوتا تو اس کے کئی سند یافتہ ہوتے۔

۷۶ اگر تو حق تعالیٰ سے راضی ہے تو یہ نشانی ہے اس بات کی کہ وہ تجھ سے راضی ہے۔

۷۷ انکساری کا سہارا لے کر چلو ورنہ ٹھوکر کھا کر گر پڑو گے۔

۷۸ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے دعا کی: ”خدایا! مخلوق کی زبان مجھ سے روک دے۔“ فرمایا ”اگر میں ایسا کرتا تو اپنے لیے کرتا۔“

۷۹ اشراف نفس کے بغیر جو ہدیہ ملے اس میں برکت ہوتی ہے۔

۸۰ لباس کے تین درجے ہیں: ایک آسائش کا جو ضروری ہے، دوسرا زیبائش کا جو جائز ہے اور تیسرا نمائش کا جو منع ہے۔

۸۱ شاہ شجاع کرمانی رحمہ اللہ تعالیٰ نے ۴۰ سال رات کو جاگ کر عبادت کرنے کا معمول رکھا، ایک رات سو گئے تو اللہ تعالیٰ کی زیارت نصیب ہوئی۔ عرض کی: ”یا اللہ! میں نے جاگنے میں آپ کو ڈھونڈا اگر آپ سونے میں ملے۔“ فرمایا: ”جاگنے کی برکت سے سونے میں ملا ہوں۔“

۸۲ اے دوست! تو اپنے اصل مکان کی طرف جا رہا ہے، لیکن سست رفتاری کے ساتھ، اصل مکان کی طرف تو جانور بھی تیز چلتے ہیں۔

۸۳ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ نے امام ابو یوسف رحمہ اللہ تعالیٰ کو نصیحت کی کہ کوئی پیٹھ کی طرف سے پکارے تو جواب نہ دو، پیٹھ کی طرف سے جانوروں کو پکارتے ہیں۔

۸۴ جو نعمت کی قدر نہیں کرتا، نعمت نامعلوم طریقے سے چھین لی جاتی ہے۔

۸۵ وعظ گوئی سے عجب پیدا ہو تو لکھ کر وعظ کرے، اس طرح لوگ کہیں گے کہ بیچارہ دیکھ دیکھ کر بول رہا ہے۔

۸۶ اپنے اختیار و قصد سے کسی کی برائی دل میں رکھنا اور اسے ایذا پہنچانے کی تدبیر کرنا کینہ ہے۔ اگر کسی سے رنج کی بات پیش آئے تو طبیعت ملنے کو نہ چاہے تو یہ انقباض ہے، دور ہونے کی دعا کرے۔

۸۷ حضرت ابراہیم ادھم رحمہ اللہ تعالیٰ سے کوئی فاقے کی شکایت کرتا تو فرماتے: ”تم فاقے کی قدر کیا جانو، ہم نے

سلطنت دے کر خریدے ہیں، ہم سے پوچھو۔"

(۸۸) عورت کے لیے زیور ولباس کی محبت کم کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ گھر میں اچھے کپڑے پہنے۔ دوسری جگہ جائے تو معمولی کپڑے پہنے۔

(۸۹) ابن عطاء سکندری کو الہام ہوا کہ میں ایسا رازق ہوں اگر تو دُعا کرے کہ رزق نہ ملے تو پھر بھی دوں گا، اگر رو رو کر مانگے گا تو کیوں نہ دوں گا۔

(۹۰) دریا کے پانی اور آنکھوں کے پانی میں صرف جذبات کا فرق ہوتا ہے۔

(۹۱) ہماری مشرقی عورتیں عام طور پر عاشقات الازواج اور قاصرات الطرف (دوسروں کی طرف نہ دیکھنے والیاں) ہوتی ہیں۔ عورتیں فطرتاً مرد کے تابع، مگر مرد محبت کی وجہ سے عورت کا تابع ہوتا ہے۔

(۹۲) بوڑھا آدمی چراغِ سحر ہے تو جوان آدمی چراغِ شام ہے۔

(۹۳) اپنا بچہ روئے تو دل میں درد ہوتا ہے، اور دوسرے کا بچہ روئے تو سر میں درد ہوتا ہے۔

(۹۴) تہجد کے وقت آنکھ کھلے تو سمجھ لو کہ آسمان سے فون آیا ہے۔

(۹۵) ذکر سے خالی بات لغو ہے۔ عبرت سے خالی نظر لہو ہے اور فکر سے خالی خاموشی سہو ہے۔

(۹۶) حضرت ابو یوسف محی الدین یحییٰ مدنی فرماتے ہیں: خبردار! کسی اہل اللہ کی شان میں گستاخی نہ کر دینا، ورنہ تمہاری زندگی پھیکی ہوگی۔

(۹۷) بیمار دل کی چار علامتیں ہیں:

① اطاعت میں حلاوت محسوس نہ کرے۔ ② اس میں خدا کا خوف نہ رہے۔

③ دنیا کی چیزوں کو نگاہِ عبرت سے نہ دیکھے۔ ④ جو علم سنے اسے سمجھے نہیں۔

(۹۸) حضرت عثمان الخیری رَحِمَہُ اللہُ تَعَالیٰ سے کسی نے پوچھا کہ خدا کو زبان سے یاد کرتا ہوں مگر دل اس کے ساتھ موافقت نہیں کرتا۔

فرمایا: شکر کرو کہ خدا کی یاد میں ایک عضو تو مطیع ہوا، دوسرا بھی ہو جائے گا۔

(۹۹) گناہوں سے پرہیز کیا جائے تو دین و دنیا میں مزے ہی مزے ہیں۔

(۱۰۰) تمام برائیوں کی جڑ دنیا کی دوستی ہے۔

(۵۴) مسجد میں داخل ہوتے ہی یہ دُعا پڑھ لیجیے، شیطان سے آپ کی حفاظت ہو جائے گی

حضرت ابن عمرو بن عاص رَضِیَ اللہُ تَعَالیٰ عَنْہُمَا فرماتے ہیں، جب نبی کریم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مسجد میں داخل ہوتے تو یہ کلمات کہتے:

اَعُوْذُ بِاللّٰهِ الْعَظِيْمِ وَوَجْهِهِ الْكَرِيْمِ وَسُلْطَانِهِ الْقَدِيْمِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ

"میں مردود شیطان سے عظمت والے اللہ، اس کی کریم ذات کی اور اس کی قدیم سلطنت کی پناہ چاہتا ہوں"

آدمی جب یہ کلمات کہتا ہے تو شیطان کہتا ہے: باقی سارے دن میں اس آدمی کی مجھ سے حفاظت ہوگئی۔

(حیاۃ الصحابہ، جلد۳، صفحہ۳۹۴)

www.e-iqra.info

(55) ایک قیمتی نصیحت: حضور ﷺ کی شفقت و دلجوئی کا عجیب واقعہ

غزوۂ حنین کے موقع پر ایک عجیب افراتفری مچی ہوئی تھی، لوگوں کا اِزدحام اور بھیڑ بہت زیادہ تھی، ایک صحابی پیر میں موٹا جوتا پہنے ہوئے تھے، اتفاق ایسا ہوا کہ ان کا پیر جناب رسول اللہ ﷺ کے قدمِ مبارک پر پڑا اور اس سے آپ کا پیر مبارک روندا گیا۔ جناب رسول اللہ ﷺ کے دست مبارک میں ایک کوڑا تھا، آپ نے اس کوڑے کے کنارے سے ان کو مارا، اور فرمایا: "اَوْجَعْتَنِیْ" "تم نے مجھے تکلیف دی ہے۔" وہ صحابی فرماتے ہیں: میں نے رات کس طرح گزاری "فَبِتُّ بِلَیْلَۃٍ کَمَا یَعْلَمُ اللّٰہُ"، صبح ہوئی دیکھا ایک شخص میرا نام لے کر آواز لگا رہا ہے کہ فلاں شخص کہاں ہے؟ میں نے عرض کیا: وہ شخص میں ہی ہوں۔ انھوں نے مجھ سے کہا کہ رسول اللہ ﷺ آپ کو بلاتے ہیں۔ میں چل دیا اور دل میں گھبراہٹ تھی کہ دیکھئے کیا انجام ہوتا ہے: "فَانْطَلَقْتُ وَاَنَا مُتَخَوِّفٌ" چنانچہ میں پہنچا، آپ نے فرمایا کہ تم نے اپنے جوتے سے میرے پیر کو روند دیا تھا، اور میں نے تم کو کوڑا مارا تھا، یہ اسّی (۸۰) اونٹنیاں ہیں تم اس کے عوض ان کو لے لو، اور جو تکلیف تم کو پہنچی ہے اس کو درگزر کردو۔

مذکورہ واقعہ پر غور کریں کہ رسول اللہ ﷺ کو اپنے صحابہ پر کس قدر شفقت تھی کہ محض اس معمولی کوڑے کے ماردینے سے اس قدر آپ کو احساس ہوا، اور اس کے عوض اسّی (۸۰) اونٹنیاں آپ نے ان کو دیں، اس سے اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ آپ ﷺ صحابۂ کرام کی کس قدر دلجوئی فرمایا کرتے تھے، اور ان کو خوش کرنے کی کس قدر کوشش کرتے تھے۔ ہمیں بھی یہ معاملہ اپنے اہلِ تعلق کے ساتھ کرنا چاہیے کہ کسی کو اگر کوئی ناگواری اور تکلیف ہم سے پہنچ جائے تو پھر اس کا دل خوش کرنے کی کوشش کی جائے۔ (ماہنامہ المحمود، ۱۴۱۹ ہجری مطابق ۱۹۹۷ء صفحہ ۱۰)

(56) ایک قیمتی نصیحت: حضورِ اکرم ﷺ کا بیمار کی مزاج پرسی کا عجیب واقعہ

رسول اللہ ﷺ کی عادت شریفہ یہ بھی تھی کہ آپ بیمار لوگوں کی عیادت فرمایا کرتے تھے۔ خواہ کسی بھی درجہ کا بیمار ہوتا شریف اور معزز آدمی ہوتا یا غیر معزز اور معمولی سب کی عیادت فرماتے، حتیٰ کہ غیر مسلموں تک کی عیادت اور مزاج پرسی فرمایا کرتے تھے۔ اور جس سے آپ کو بے حد اذیت اور تکلیف پہنچی اور جو آپ کا بہت بڑا دشمن تھا، یعنی رئیس المنافقین عبداللہ بن اُبی، اس تک کی آپ نے عیادت فرمائی ہے۔ حدیث شریف میں آتا ہے کہ ایک یہودی لڑکا آپ کی خدمت میں حاضر ہوا کرتا تھا، اور کبھی کبھار آپ اس سے کوئی کام بھی لے لیا کرتے تھے، وہ بیمار ہوگیا۔ سرکارِ دوعالم ﷺ اس کے پاس عیادت کے لیے تشریف لے گئے اور آپ ﷺ اس کے سر کے قریب بیٹھ گئے۔ اس لڑکے کا آخری وقت تھا، آپ نے ازراہِ شفقت اور اپنے حقِ رسالت کو ادا کرتے ہوئے اس لڑکے کو اسلام کی تبلیغ فرمائی، لڑکے نے اپنے یہودی باپ کی طرف دیکھا، باپ حقیقتِ دینِ محمدی علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام سے واقف تھا ہی، اس لیے قبولِ اسلام کی اجازت دے دی اور وہ لڑکا مشرف باسلام ہوگیا اور اسلام پر اس کا خاتمہ ہوا۔ رسول اللہ ﷺ کو بے حد مسرت اور خوشی ہوئی اور اللہ کا شکر ادا کرتے ہوئے فرمایا: "اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ اَنْقَذَہٗ مِنَ النَّارِ." غرض یہ کہ آپ ﷺ کی عادتِ مبارکہ کو اہلِ علم سے معلوم کرکے ہمیں اپنی زندگیوں میں لانا چاہیے۔ آپ کی ایک ایک سنت اور آپ کی ایک ایک ادا اللہ کو محبوب ہے، اور جو اس کو اختیار کرے گا یقیناً نصِ قرآنی ہے وہ خدا کا محبوب ہوگا: "فَاتَّبِعُوْنِیْ یُحْبِبْکُمُ اللّٰہُ". (سورۂ آل عمران، آیت ۳۱) اللہ پاک

ہمیں عمل کی توفیق دے۔ (ماہنامہ الحمود، ۱۴۱۹ ہجری مطابق ۱۹۹۷ء صفحہ ۱۱)

(57) ایک قیمتی نصیحت: ہر نعمت اور مصیبت کے دونوں رُخ دیکھا کریں

ہم سے یہ عہد لیا گیا کہ ہر نعمت اور مصیبت کے دونوں رُخ دیکھا کریں۔ کسی نعمت یا مُصیبت کی محض ظاہری صورت کو نہ دیکھیں کیونکہ بعض دفعہ مصیبتوں کی شکل میں نعمتیں آتی ہیں اور کبھی نعمتوں کی صورت میں بلائیں آ جاتی ہیں۔

اگر ہم نعمتوں کے باطنی رُخ کو دیکھیں گے تو ان کو طرح طرح کی آزمائشوں میں گھرا ہوا پائیں گے، کم از کم ایک بلا تو یہی ہے کہ اللہ تعالیٰ نعمت والے سے یہ مطالبہ فرماتے ہیں کہ اس نعمت کو کسی وقت بھی کسی مخلوق کی طرف منسوب نہ کرے کہ فلاں کی وجہ سے مجھ کو یہ نعمت ملی، بلکہ صرف اللہ تعالیٰ کی طرف منسوب کرے، اور اللہ تعالیٰ اس سے یہ بھی مطالبہ فرماتے ہیں کہ نعمت کو ان ہی مواقع میں صرف کرے جہاں اللہ تعالیٰ اس کے صَرف کرنے کو پسند کرتے ہیں۔ اور یہ مطالبہ بھی ہوتا ہے کہ نعمت کا شکر بجالائے محض زبان سے ہی نہیں بلکہ عمل سے بھی۔ اب جو شخص نعمت میں ان بلاؤں کا مشاہدہ کرتا ہو وہ ان سے لذت حاصل کرنے کی فرصت کب پائے گا۔

اسی طرح اگر ہم تکلیفوں اور مصیبتوں کے باطن پر نظر کریں تو ان کا اپنے حق میں بہت بڑی نعمت ہونا معلوم ہوگا، کیونکہ ان سے ذلت و عاجزی پیدا ہوتی ہے اور ہمارا بازو جھک جاتا ہے اور سرکشی جاتی رہتی ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: ﴿كَلَّآ اِنَّ الْاِنْسَانَ لَيَطْغٰى اَنْ رَّاٰهُ اسْتَغْنٰى﴾ (سورۃ العلق: آیت ۶، ۷) ”کچھ نہیں، واقعی انسان سرکش بن جاتا ہے جب اپنے کو مستغنی دیکھتا ہے۔“ ان تکالیف و مصائب میں یہ بھی فائدہ ہے کہ ان سے درجے ملتے ہیں لیکن ان سے طاعات (عبادات) اور علوم و معارف میں عجب نہیں پیدا ہوتا۔

مصیبت سے انسان کی آزمائش اس وقت کی جاتی ہے جب اللہ تعالیٰ کی نعمتیں دربارِ خداوندی کی طرف اس کو متوجہ نہ کرتی ہوں، جب نعمتیں اس کو خدا کی طرف متوجہ نہیں کرتیں تو اب اللہ تعالیٰ اس کو مصائب میں مبتلا کر دیتے ہیں، چنانچہ اللہ تعالیٰ خود فرماتے ہیں: ﴿وَبَلَوْنٰهُمْ بِالْحَسَنٰتِ وَالسَّيِّاٰتِ لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُوْنَ﴾ (سورۃ الاعراف: آیت ۱۶۸) ”اور ہم نے ان کو راحتوں اور مصیبتوں میں مبتلا کیا شاید اللہ کی طرف رجوع کریں۔“ یعنی اول تو ان کو راحتوں اور نعمتوں میں رکھا جب ان سے رجوع نہ ہوئے تو مصائب و تکالیف میں مبتلا کر دیا۔

اور سیدی تاج الدین بن عطاء اللہ نے اس سے بھی زیادہ عجیب بات بیان کی ہے، وہ فرماتے ہیں کہ ”جو گناہ ذلت و انکساری پیدا کر دے وہ اس اطاعت سے بہتر ہے جو غرور و تکبر پیدا کر دے۔“ (ماہنامہ الحمود، ۱۴۱۹ ہجری مطابق ۱۹۹۷ء صفحہ ۱۸)

(58) ایک قیمتی نصیحت: دین کے کام کے ذریعے شہرت طلب کرنا کمر کو توڑ دیتا ہے

دنیا میں تصرف و کرامت کے ذریعہ سے اپنی شہرت کے طالب ہرگز نہ ہوں، کیونکہ جس کو اس بات کی خواہش ہوتی ہے اس کا دین برباد ہو جاتا ہے، اور عالم آخرت میں خالی ہاتھوں پہنچتا ہے۔ مگر یہ کہ کوئی محض اللہ تعالیٰ کے ارادہ سے بغیر اپنی خواہش سے ظاہر اور مشہور ہو گیا ہو جیسا اولیاء کاملین کو پیش آتا ہے۔ سفیان بن عیینہ رَحِمَہُ اللّٰہُ تَعَالٰی فرماتے تھے کہ اگر اولیاء کاملین کو شہرت کی خواہش ہوتی تو ان کو کوئی بھی نہ پہچانتا۔

سیدی ابراہیم متبولی رَحِمَہُ اللّٰہُ تَعَالٰی فرماتے تھے کہ دنیا میں درویش کی حالت ایسی ہے جیسے کوئی پاخانہ میں بیٹھا ہو،

اب اگر وہ آگے سے دروازہ بند کرلے گا تو پردہ کے ساتھ اپنی حاجت پوری کرلے گا، اور ڈھکا وہاں سے نکل جائے گا کہ کسی کی نظر اس کے عیبوں پر نہ پڑی ہوگی اور اگر دروازہ کھول کر بیٹھا تو اس کے عیوب ظاہر ہوجائیں گے اور اس کے اندرونی جسم کا پردہ چاک ہوجائے گا اور جو کوئی دیکھے گا اس پر لعنت کرے گا۔

سیدی محمد عمری رَحِمَہُ اللّٰہُ تَعَالٰی فرماتے تھے کہ ''ظہور اور شہرت کی طلب کمر توڑ دیتی ہے۔'' یاد رکھیں! اس کارخانہ دنیا میں کوئی ولی اور عالم ایسا نہیں جس کا دل شہرت سے مکدر نہ ہوا ہو، وہ شہرت کے بعد اس صدائے قلب کے ایک ذرہ کو ڈھونڈتے اور ترستے ہیں، جو شہرت سے پہلے اللہ تعالیٰ کے ساتھ اپنے دل میں پاتے تھے، مگر اب نہیں پاسکتے، اسی لیے تمام عارفین اپنے ابتدائی احوال کی طرف مشاق ہوتے ہیں، اس کو خوب سمجھ لیں۔ (ماہنامہ الحمود، ۱۴۱۹ ہجری مطابق ۱۹۹۷ء صفحہ ۱۹)

۵۹ صحابہ کرام سنت پر عمل کرتے تھے سنت سمجھ کر اور ہم سنت کو چھوڑ دیتے ہیں سنت سمجھ کر، یہ کہتے ہوئے کہ سنت ہی تو ہے فرض تو نہیں ہے

شریعت کی رخصتوں (آسانیوں) پر بھی بعض اوقات شوق سے عمل کیا کریں، اپنا ضعف ظاہر کرنے کے لیے اور اللہ تعالیٰ کی محبت کا مقام حاصل کرنے کے لیے کیونکہ اللہ تعالیٰ کو ہمارے ہاتھوں رخصت کا ظاہر کرنا بھی محبوب ہے۔ رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کا ارشاد ہے: ''اِنَّ اللّٰہَ تَعَالٰی یُحِبُّ اَنْ تُؤْتٰی رُخْصَةٌ کَمَا یُحِبُّ اَنْ تُؤْتٰی عَزَآئِمَهٗ '' اللہ تعالیٰ رخصتوں پر عمل کرنے کو بھی یونہی پسند فرماتے ہیں، جیسا کہ اصلی احکام پر عمل کرنے کو پسند فرماتے ہیں۔''

مگر رخصت پر عمل کرتے ہوئے اس کی شرط کا لحاظ بھی ضروری ہے۔ وہ شرط یہ ہے کہ اصلی حکم پر عمل کرنے میں سخت مشقت کے قدرت نہیں ہوسکتی، لہٰذا جب تک عادۃً افضل کام پر آسانی سے قدرت ہوسکے اس وقت تک رخصتوں پر نہ اُترنا چاہیے اور جب افضل اپنانے میں دشواری ہو تو مشقت برداشت کرکے اسی پر اڑنا بھی نہ چاہیے کیونکہ جو شخص اپنے نفس کی کمزوری اور عاجزی ظاہر کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس سے محبت فرماتے ہیں اور رحمتِ الٰہی اس کی طرف دوڑ کر آتی ہے۔

۶۰ ایک عجیب واقعہ: ہار بھی ملا ہار والی بھی ملی

مکہ مکرمہ میں ایک عبادت گزار حاجی صاحب رہتے تھے۔ وہ کہیں جارہے تھے راستہ میں ایک ریشمی تھیلی ملی، جس میں ایک قیمتی ہار تھا۔ بڑا قیمتی ہار ہے، ہیرے جواہرات اس میں جڑے ہوئے ہیں، یہ تو بہت قیمتی ہے اسے چھپالینا چاہیے، اللہ کا ڈر غالب آیا، اللہ کا خوف غالب آیا کہ بھائی اللہ تو دیکھ رہا ہے، اگر اسے چھپالیا تو اللہ تو کہیں بھی پکڑ سکتا ہے، اور جہنم میں ڈال سکتا ہے، تو میں کیا کروں گا اس لیے اس کو چھپانے کے بجائے طے کرلیا کہ مالک ملے گا تو میں مالک کے حوالہ کردوں گا۔ اتفاق سے مالک بھی مل گیا کوئی تلاش کرتا پھر رہا ہے، بھائی میرا ہار گم ہوگیا ہے، انھوں نے کہا بھائی میرے پاس بھی ایک تھیلی ہے تم دیکھو تمہاری تو نہیں، اس نے دیکھا اور دیکھ کر پہچان لیا کہ ہاں یہی میری تھیلی ہے، اور یہ میرا ہار ہے وہ بڑا خوش ہوا، تاجر نے اس کو پانچ سو اشرفیاں نکال کر انعام میں دیں، اس نے کہا مجھ کو انعام نہیں چاہیے، میں نے تو یہ جو کچھ کیا، اللہ کو خوش کرنے کے لیے کیا، اللہ کی رضا کے لیے کیا، تیرے انعام کے لیے نہیں کیا، اس نے بہت اصرار کیا اور کہا میں نے نیت کی تھی کہ اگر ہار مل جائے تو میں اس کے پانے والے کو اور لانے والے کو پانچ سو اشرفیاں دوں گا، اس لیے میں تم کو دے رہا، کہا کہ نہیں مجھ کو پانچ سو اشرفیاں نہیں چاہئیں، بہرحال وہاں سے وہ چلا گیا، اور اپنی بستی میں جاکے کہتا تھا کہ ایسا نیک

آدمی نوجوان مجھ کو ملا، ایسا لڑکا اگر مجھ کو اپنے یہاں مل جاتا تو میں اپنی بیٹی کی شادی کر دیتا۔ اور وہ اپنے یہاں کا بہت بڑا تاجر تھا۔

اب اللہ کی قدرت دیکھو، یہ نوجوان مکہ مکرمہ کا رہنے والا تھا، اس کو سفر پیش آیا، سمندری سفر۔ سفر میں چلے اچانک طوفان آیا، اور کشتی ٹکڑے ٹکڑے ہوگئی۔ ایک تختہ کے اوپر یہ لیٹے ہوئے ہیں اور تختہ بہتا ہوا چل رہا ہے، تمام ساتھی اِدھر اُدھر ہوگئے، معلوم نہیں کہ کون ہلاک ہوا اور کون ڈوبا، کون بچا، بہتے ہوئے تختہ پر جا رہے ہیں، چلتے چلتے ایک کنارہ پر یہ تختہ رُکا، وہاں ایک بستی آباد تھی، بستی کے لوگ اتفاق سے آئے ہوئے تھے، جب دیکھا کہ کوئی بیچارہ مسافر تختہ کے اوپر بہہ رہا ہے تو انہوں نے اُس کو نکال لیا اور نکال کر اپنی بستی میں لے گئے۔ وہاں بستی میں رکھا، ان کو ہوش آیا، کھلایا پلایا، آرام کرایا، کئی دن گزر گئے اور حالات معلوم کیے کہ یہ تو بڑے عالم ہیں، اور بڑی مہارت بھی ان کو ہے، حافظ بھی ہیں۔ اور عالم بھی اور بہت نیک صالح شخص ہیں ان کو اپنے یہاں امام بنالیا جائے۔ اور اپنے بچوں کو پڑھانے پر مقرر کر لیا اور ان کی تنخواہ مقرر کر دی اور سب نے ان کو اپنا شیخ بھی بنالیا اور اپنے سب کام ان کے مشورہ سے کرنے لگے۔

ان لوگوں نے سوچا کہ اتنا نیک آدمی مل گیا ہے، اتنا بڑا عالم یہ کسی طرح یہاں سے چلا نہ جائے، اس لیے ایسی شکل کرنی چاہیے کہ یہ ہماری بستی میں رہے، ایسے نیک آدمی کا بستی سے چلا جانا تو ٹھیک نہیں، اس کی کیا شکل ہو، اس کی شکل یہ ہے کہ ان کی یہاں شادی کر دو، شادی کے لیے سوچا فلاں لڑکی مناسب ہے۔ ایک بڑے تاجر کا انتقال ہوا، ان کی بیٹی بہت خوبصورت، بہت حسین اور جوان ہے، اُسے رشتے کی ضرورت ہے، ان سے کہا کہ بھئی فلاں رشتہ طے کر دیا جائے، لڑکی سے پوچھا، لڑکی بھی تیار ہوگئی، اس کے گھر والوں سے معلوم کیا وہ بھی تیار ہوگئے۔ جب دونوں کی شادی ہوگئی، اور یہ رات کو وہاں پہنچا اور بیوی سے ملاقات ہوئی تو دیکھا اس کے گلے میں وہی ہار پڑا ہوا ہے جو ہار اُن کو مکہ مکرمہ میں ملا تھا اور انھوں نے اس تاجر کو واپس کر دیا تھا اور انعام لینے سے بھی انکار کر دیا تھا۔ وہ تاجر کہتا تھا کہ اگر یہ مجھے میرے یہاں مل جاتا تو میں اس کی شادی اپنی بیٹی سے کر دیتا، اللہ تعالیٰ نے اس کی اس نیکی کی برکت سے اس تقویٰ اور پرہیزگاری کی برکت سے اتنا نوازا اتنا نوازا کہ تم نے ہمارے ڈر کی وجہ سے ہار واپس کیا ہے، اب ہم ہار بھی دیں گے اور ہار والی بھی دیں گے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے وہ ہار بھی واپس کیا اور ہار والی بھی عطا کی، پھر یہ مکان اور کوٹھی بھی اور تجارت بھی اور جائداد بھی۔ اس تاجر کی وہ تمام کی تمام ملکیت اللہ تعالیٰ نے اس کو عطا کر دی۔

یہ ہے اللہ کا ڈر اور اللہ کا خوف جس دل میں اللہ کا ڈر ہوتا ہے اور اللہ کا خوف ہوتا ہے، اللہ تعالیٰ اسے دنیا میں بھی اس طرح نوازتا ہے اور بھائی یہ تو دنیا میں ہے اور آخرت میں بھی اللہ تعالیٰ نوازیں گے۔ تو بھائی ہم یہاں دنیا میں رہتے ہوئے اصل یہ ہے کہ ہم اللہ کا ڈر اور اللہ کا خوف حاصل کریں، اس کی اطاعت وفرمانبرداری کریں اور نافرمانیوں سے پرہیز کریں، اور اسی کے اوپر اللہ کی مدد آتی ہے۔

(۶۱) اختلاف اتحاد کو لے ڈوبتا ہے

اللہ کے بندوں کو باہم ایک دوسرے کا محبوب بنادیں، لہٰذا ہماری یہ کوشش ہونی چاہیے کہ دو شخصوں کے درمیان بھی دشمنی اور کینہ ہرگز باقی نہ رہے، جس کا طریقہ یہ ہے کہ ایک کے سامنے دوسرے کی خوبیاں بیان کیا کریں اور ایک دوسرے کے متعلق یہ خبر دیا کریں کہ وہ تو مجلسوں میں تمہاری خوبیاں ظاہر کرتا ہے، نیز لوگوں کو اس بات کی تاکید کریں کہ باہم ایک دوسرے کو ہدیہ دیا کریں۔

(۶۲) جب کسی محفل میں لوگ ہماری تعریف کریں تو خاموش رہا کریں

جب کسی محفل میں لوگ ہماری تعریف کریں تو خاموش رہا کریں۔ اور اس وقت یوں نہ کہیں کہ ہم تو سب سے کمتر ہیں یا لوگوں کی جوتیوں کی خاک ہیں وغیرہ وغیرہ۔ کیونکہ اس قسم کی باتیں تلبیسات نفس میں شمار کی گئی ہیں، اس قسم کی باتوں سے نفس کا منشا یہ ہوتا ہے کہ لوگ اس وقت کی خاموشی سے میرے متعلق یہ گمان نہ کریں کہ، مجھے اپنی تعریف سننے سے خوشی ہوئی ہے۔ اور اگر وہ خاموشی ہی اختیار کر لے تو اس میں مجاہدہ زیادہ ہے۔ جو شخص نفس سے مغلوب ہو اس کو ایسا ہی کرنا لازم ہے۔ ہاں اگر اللہ تعالیٰ نے کسی بندہ پر فضل و کرم فرمایا ہو کہ نفس اس کے قبضہ میں اس طرح آ گیا جیسے گدھا سدھانے سے قابو میں آ جاتا ہے تو اس کو اختیار ہے، چاہے جواب دے یا خاموش رہے۔

(۶۳) اکتیس (۳۱) اہم نصیحتیں

❶ آنحضرت نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے: ”جو آدمی نافرمانی کی ذلت سے نکل کر فرمانبرداری کی عزت کی طرف آ جائے تو اللہ تعالیٰ:

① بغیر مال کے اس کو غنی بنا دیں گے۔ ② بغیر لشکر کے اس کی مدد فرمائیں گے۔
③ بغیر خاندان کے اس کو عزت عطا فرمائیں گے۔“

روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ ایک روز صحابہ کرام کے پاس تشریف لائے، اور ارشاد فرمایا: تم نے کس حال میں صبح کی؟ انھوں نے عرض کیا، ہم نے اس حال میں صبح کی کہ ہم اللہ تعالیٰ پر ایمان رکھتے ہیں۔ حضور ﷺ نے پھر ارشاد فرمایا: تمہارے ایمان کی علامت کیا ہے؟

انہوں نے جواب دیا:

① ہم تکلیف پر صبر کرتے ہیں۔ ② خوشحالی پر شکر کرتے ہیں۔ ③ تقدیر پر راضی رہتے ہیں۔

آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا: ”ربِ کعبہ کی قسم! بیشک تم مؤمن ہو۔“

❷ اللہ تعالیٰ نے بعض انبیاء علیہم السلام کی طرف اس طرح کی وحی بھیجی ہے:

① جو شخص مجھ سے اس حال میں ملاقات کرے کہ وہ مجھ سے محبت کرتا ہو، میں اس کو اپنی جنت میں داخل کروں گا۔
② جو شخص مجھ سے اس حال میں ملاقات کرے کہ وہ مجھ سے ڈرتا ہو، تو میں اس کو اپنی جہنم سے دور رکھوں گا۔
③ جو شخص مجھ سے اس حال میں ملاقات کرے کہ وہ مجھ سے حیا کرتا ہو، میں کراماً کاتبین (فرشتوں) کو اس کے گناہ بھلا دوں گا۔

❸ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے منقول ہے:

① اللہ تعالیٰ نے تم پر جو چیزیں فرض فرمائی ہیں ان کو ادا کرو لوگوں میں سب سے زیادہ عبادت گزار بن جاؤ گے۔
② اللہ تعالیٰ کی حرام فرمودہ چیزوں سے بچو، لوگوں میں سب سے زیادہ زاہد بن جاؤ گے۔
③ اللہ تعالیٰ نے تم کو جو کچھ عطا فرمایا اس پر راضی رہو، لوگوں میں سب سے زیادہ غنی بن جاؤ گے۔

❹ حضرت صالح مرقدی رحمہ اللہ تعالیٰ سے منقول ہے کہ وہ بعض مکانوں کے پاس سے گزرے، (مکانوں کو مخاطب

www.e-iqra.info

کر کے) ارشاد فرمایا:

① تمہارے پہلے مالک کہاں چلے گئے؟ ② تمہارے پہلے آباد کرنے والے کہاں ہیں؟

③ تمہارے اندر پہلے رہنے والے کہاں ہیں؟

ہاتف غیبی نے آواز دی:

① ان کے نشانات مٹ گئے۔ ② ان کے جسم مٹی کے نیچے بوسیدہ ہوگئے۔

③ ان کے اعمال ان کی گردنوں میں ہار بنا کر ڈال دیئے گئے۔

❺ حضرت علی رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے منقول ہے:

① جس پر چاہو احسان کرو، پس تم اس کے امیر ہو۔ ② جس سے چاہو سوال کرو پس تم اس کے غلام ہو۔

③ جس سے چاہو استغناء اختیار کرو، پس تم بھی اسی کے مثل (غنی) ہو۔

❻ مصائب سے مت گھبرایئے اس لیے کہ ستارے اندھیروں میں ہی چمکتے ہیں۔

❼ حضرت ابراہیم بن ادہم رَحِمَہُ اللّٰہُ تَعَالٰی سے منقول ہے: ان سے دریافت کیا گیا کہ تم نے کس چیز کی وجہ سے زہد کو اختیار کیا، ارشاد فرمایا: تین چیزوں کی وجہ سے:

① میں نے دیکھا کہ قبر وحشت ناک جگہ ہے اور میرے پاس میرا کوئی مونس نہیں۔

② میں نے دیکھا کہ راستہ طویل ہے اور میرے پاس توشہ نہیں۔

③ میں نے دیکھا فیصلہ کرنے والا خدائے جبار ہے اور میرے پاس کوئی حجت نہیں۔

❽ حضرت شبلی سے منقول ہے، جو بڑے عارف ہیں، وہ (مناجات میں) کہا کرتے تھے:

① الٰہی! میں اپنی حاجت مندی اور ناتوانی کے باوجود پسند کرتا ہوں کہ اپنی تمام نیکیاں آپ کو بخش دوں، پس اے میرے آقا! آپ کیسے پسند نہیں فرمائیں گے کہ میرے تمام گناہ بخش دیں حالانکہ آپ اے میرے سردار مجھ سے بے نیاز ہیں۔

② ان کا یہ بھی ارشاد ہے: جب تم اللہ تعالیٰ سے اُنس حاصل کرنا چاہو تو اپنے نفس سے وحشت اختیار کرو۔

③ اور یہ بھی ارشاد فرمایا: اگر تم وصال کی حلاوت چکھ لو تو فراق کی تلخی پہچان سکتے ہو، مطلب یہ ہے کہ جو شخص وصال کی حلاوت سے نا آشنا ہے وہ فراق کی تلخی بھی نہیں سمجھ سکتا۔ کسی شاعر نے کہا ہے:

جس نے اسے یار پایا تا زیست نہ پھر قرار پایا

❾ حضرت سفیان ثوری رَحِمَہُ اللّٰہُ تَعَالٰی سے منقول ہے: ان سے دریافت کیا گیا، اللہ تعالیٰ کے ساتھ اُنس کیا چیز ہے؟ فرمایا یہ ہے کہ:

① کسی حسین چہرہ، ② حسین آواز، ③ اور خوش بیان زبان کے ساتھ اُنس حاصل کرو۔

❿ حضرت ابن عباس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے منقول ہے کہ انھوں نے ارشاد فرمایا: ''زہد'' کے تین حروف ہیں۔

① زا ② ہا ③ دال

① پس زا سے مراد ہے زاد المعاد، آخرت کا توشہ۔ ② ہا سے مراد، ہدایت دین۔

③ دال سے مراد، دوام علی الطاعۃ، اطاعت پر ہمیشگی۔

www.e-iqra.info

ایک دوسرے مقام پر فرمایا، زہد کے تین حروف ہیں:

① زا سے مراد، ترکِ زینت، زینت کا ترک کر دینا۔

② ہا سے مراد، ترکِ خواہشِ نفس: نفس کی خواہش کا ترک کر دینا۔

③ دال سے مراد، ترکِ دنیا، دنیا کا ترک کر دینا۔

⑪ حضرت حامد سے منقول ہے کہ ان کے پاس ایک شخص آیا اور اس نے ان سے وصیت کرنے کی درخواست کی۔ انھوں نے جواب دیا، اپنے دین کے لیے غلاف بنالینا، جس طرح قرآن پاک کے لیے غلاف ہوتا ہے۔ ان سے سوال کیا گیا، دین کا غلاف کیا ہے؟ انھوں نے جواب دیا:

① ترکِ کلام مگر بضرورت ② ترکِ دنیا مگر حسبِ ضرورت

③ ترکِ اختلاط مگر بقدرِ ضرورت

فَائِدَة: مطلب یہ ہے کہ جس طرح سے قرآن پاک کی حفاظت کے لیے غلاف کی ضرورت ہوتی ہے، اسی طرح دین کی حفاظت کے لیے بھی غلاف کی ضرورت ہے اور وہ غلاف یہ تین چیزیں ہیں کہ ان تینوں چیزوں کو بالکلیہ ترک کر دیا جائے کہ ان تینوں سے ہی زیادہ تر دین کا نقصان ہوتا ہے، صرف بقدرِ ضرورت کہ اس کے بغیر چارہ ہی نہ ہو اختیار کیا جائے۔ پھر جان لو کہ اصل زہد یہ تین چیزیں ہیں:

① حرام چیزوں سے اجتناب وہ چھوٹی ہوں یا بڑی۔ ② تمام فرائض کی ادائیگی وہ آسان ہوں یا دشوار۔

③ دنیا کو اہلِ دنیا پر چھوڑ دینا وہ قلیل ہو یا کثیر۔

⑫ حضرت لقمان حکیم سے منقول ہے کہ انھوں نے اپنے بیٹے کو نصیحت فرمائی، بیٹا انسان کے تین حصے ہیں:

① ایک حصہ اللہ کے لیے۔	① اللہ کا حصہ اس کی روح ہے۔
② ایک حصہ اس کے نفس کے لیے۔	② اس کے نفس کے لیے اس کا عمل ہے۔
③ ایک حصہ کیڑے مکوڑوں کے لیے۔	③ کیڑے مکوڑوں کے لیے اس کا جسم ہے۔

⑬ حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے منقول ہے، انھوں نے ارشاد فرمایا: تین چیزیں حفظ کو بڑھاتی ہیں اور بلغم کو دور کرتی ہیں:

① مسواک ② روزہ ③ تلاوتِ قرآن پاک

⑭ حضرت کعب احبار رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے منقول ہے: مؤمنوں کے لیے شیطان سے حفاظت کے تین قلعے ہیں:

① مسجد ایک قلعہ ہے۔ ② ذکر اللہ ایک قلعہ ہے۔ ③ تلاوتِ قرآن ایک قلعہ ہے۔

⑮ بعض حکماء سے منقول ہے: انھوں نے فرمایا، تین چیزیں اللہ تعالیٰ کے خزانوں میں سے ہیں کہ وہ چیزیں اللہ تعالیٰ اپنے محبوب بندوں ہی کو عطا فرماتے ہیں:

① فقر (کہ اس کے ذریعہ بہت سے گناہوں اور دنیوی تکالیف سے انسان محفوظ رہتا ہے)۔

② مرض (کہ اس کے ذریعہ بہت سے گناہ بخش دیے جاتے ہیں)۔

③ صبر (کہ رفع درجات کا سبب ہے)۔

⑯ حضرت ابن عباس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے منقول ہے کہ ان سے سوال کیا گیا:

① بہترین دن کون سا ہے؟ ② بہترین مہینہ کون سا ہے؟

③ بہترین عمل کون سا عمل ہے؟

انھوں نے جواب دیا:

① بہترین دن جمعہ کا دن ہے۔ ② بہترین مہینہ رمضان کا مہینہ ہے۔

③ بہترین عمل پانچ وقت کی نماز ان کے وقت پر ادا کرنا ہے۔

اس کی خبر حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو پہنچی کہ ان سے یہ سوال کیا گیا تھا اور انھوں نے یہ جواب دیا تو حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ اگر مشرق و مغرب کے درمیان تمام علماء، حکما اور فقہاء سے یہ سوال کیا جائے تو وہ سب بھی یہی جواب دیں گے جو حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جواب دیا مگر ایک بات اور کہتا ہوں:

① بہترین عمل وہ ہے جس کو اللہ تعالیٰ قبول کرلے۔

② بہترین مہینہ وہ ہے جس میں تم اللہ تعالیٰ سے کامل توبہ کرلو۔

③ بہترین دن وہ ہے جس دن تم دنیا سے اللہ تعالیٰ کے پاس ایمان کی حالت میں نکل جاؤ۔

شاعر نے کہا ہے:

کیا تو نہیں دیکھتا کس طرح ہم کو روز و شب آزما رہے ہیں اور ہم ظاہر و باطن میں کھیلنے میں مشغول ہیں، ہرگز دنیا اور اس کی نعمتوں کی طرف مائل مت ہو، اس لیے کہ اس کا وطن اصل وطن نہیں ہے، اور مرنے سے پہلے پہلے اپنے لیے عمل کرلے، پس دوستوں اور بھائیوں کی کثرت تجھ کو دھوکہ میں نہ ڈال دے۔

مقولہ: جب اللہ تعالیٰ کسی بندہ کے ساتھ خیر کا ارادہ کرتا ہے تو:

① اللہ تعالیٰ اُس کو دین کی سمجھ عطا فرماتا ہے۔ ② دنیا سے بے رغبت بنا دیتا ہے۔

③ اپنے نفس کے عیوب کو دیکھنے والا بنا دیتا ہے۔

⑰ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے منقول ہے:

① لوگوں کے ساتھ حسنِ محبت سے پیش آنا نصف عقل ہے۔

② حسنِ سوال آدھا علم ہے۔ ③ حسنِ تدبیر آدھی معیشت ہے۔

⑱ حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے منقول ہے:

① جو شخص دنیا کو ترک کر دیتا ہے، اللہ تعالیٰ اس کو محبوب رکھتا ہے۔

② جو شخص گناہوں کو ترک کر دے فرشتے اس کو محبوب رکھتے ہیں۔

③ جو شخص مسلمانوں سے طمع ختم کرلے مسلمان اس کو محبوب رکھتے ہیں۔

⑲ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے منقول ہے:

① دنیا کی نعمتوں میں سے نعمتِ اسلام کافی ہے۔ ② مشاغل میں سے شغل عبادت کافی ہے۔

③ عبرت کی چیزوں میں سے موت عبرت کے لیے کافی ہے۔

⑳ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے منقول ہے:

① کتنے لوگ ہیں کہ ان پر نعمت کیے جانے کی وجہ سے وہ گناہوں میں مبتلا ہو گئے ہیں، (اگر اللہ تعالیٰ ہم سے ناراض ہوتا تو ہم سے یہ نعمت چھین لی جاتی) معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ ہماری اس حالت سے خوش ہے، اس لیے وہ بدستور گناہوں میں مبتلا رہتے ہیں۔

② کتنے لوگ ہیں جو اپنی تعریف کیے جانے کی وجہ سے فتنے میں مبتلا ہو گئے ہیں، یعنی خوشامدی قسم کے لوگ جو تعریف کرتے ہیں اس سے فتنے میں مبتلا ہو گئے کہ اگر ہم کسی قابل نہ ہوتے تو لوگ ہماری تعریف کیوں کرتے، اس لیے بدستور اپنی بدحالی میں مبتلا رہتے ہیں اور اپنی اصلاح کی کوئی فکر نہیں کرتے۔

③ کتنے لوگ ہیں جو اپنے عیوب پر پردہ پوشی کی وجہ سے فریب میں مبتلا ہو گئے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے پردہ پوشی فرمانے کی وجہ سے لوگ عزت واکرام کا معاملہ کرتے ہیں، جس سے اپنے آپ کو عند اللہ مقبول سمجھتے ہیں، یہ نہیں سمجھتے کہ اگر اللہ تعالیٰ پردہ پوشی نہ فرماتے تو کوئی بات کرنا گوارا نہ کرتا۔

㉑ حضرت داؤد سے منقول ہے کہ انھوں نے ارشاد فرمایا ہے۔ زبور میں وحی کی گئی ہے کہ عقل مند پر لازم ہے کہ تین چیزوں کے علاوہ کسی چیز میں مشغول نہ ہو:

① آخرت کے لیے توشہ کی تیاری۔ ② کسبِ معاش۔ ③ حلال کے ذریعہ طلبِ لذت۔

㉒ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشادِ عالی منقول ہے:

① تین چیزیں نجات دینے والی ہیں۔ ② تین چیزیں ہلاک کرنے والی ہیں۔
③ تین چیزیں بلندیٔ درجات کا ذریعہ ہیں۔ ④ تین چیزیں گناہوں کے کفارہ کا ذریعہ ہیں۔

تین نجات دینے والی چیزیں:

① سِرًّا و عَلَانیہ (ظاہر و باطن) میں اللہ تعالیٰ کا خوف (کہ خلوت وجلوت میں اللہ تعالیٰ کی نافرمانی نہ کرے)۔

② تنگدستی وخوشحالی میں میانہ روی (ایسا نہ ہو کہ خوشحالی میں اسراف میں مبتلا ہو جائے)۔

③ رضامندی و ناراضگی میں عدل وانصاف (ایسا نہ ہو کہ کسی سے ناراض ہو تو اس کے بارے میں انصاف بھی نہ کرے جیسا کہ عموماً ہوتا ہے)۔

تین ہلاک کرنے والی چیزیں:

① شدتِ بخل (کہ حقوق واجبہ بھی ادا نہ کرے)۔

② ہوائے نفسانی جس کا اتباع کیا جائے (کہ ہوائے نفسانی میں حدودِ شرع کی بھی پرواہ نہ کرے)۔

③ خود پسندی (کہ دوسروں کو حقیر سمجھنے لگے)۔

تین درجات بلند کرنے والی چیزیں:

① سلام کو عام کرنا (کہ ہر مسلمان کو سلام کرے خواہ اُس سے تعارف ہو یا نہ ہو)۔

② کھانا کھلانا (حسبِ وسعت)۔

③ رات کے وقت جب لوگ سوئے ہوئے ہوں نماز پڑھنا (یعنی تہجد کی نماز پڑھنا)۔

www.e-iqra.info

فائدہ: سلام کرنے سے:

① دل کی کدورتیں ختم ہو جاتی ہیں۔ ② باہم اُلفت و محبت پیدا ہوتی ہے۔

③ کبر ختم ہو جاتا ہے۔ ④ کبر سے پیدا ہونے والی برائیاں بھی ختم ہو جاتی ہیں۔

⑤ سلام ایک جامع دعا ہے۔ سلام کو عام کرنے سے ایک دوسرے کے لیے دعاؤں کا سلسلہ عام ہو جاتا ہے۔

کھانا کھلانے سے:

① رنجش ختم ہو جاتی ہے۔ ② باہم اُلفت و محبت پیدا ہو جاتی ہے۔

③ بخل ختم ہو جاتا ہے۔ ④ بخل سے پیدا ہونے والی برائیاں (حقوقِ واجبہ ادا نہ کرنا وغیرہ ختم ہو جاتی ہیں)۔

رات کے وقت نماز پڑھنا:

① اخلاص پیدا کرتا ہے جو ہر عمل کی جان ہے۔

② اللہ تعالیٰ کی محبت پیدا ہو جاتی ہے، جس سے ہر نیکی کی رغبت اور معاصی سے نفرت پیدا ہو جاتی ہے۔

③ جو شخص نماز تہجد کی پابندی کرتا ہے دیگر نمازوں کی پابندی بدرجہ اولیٰ کرتا ہے۔

تین گناہوں کا کفارہ کر دینے والی چیزیں:

① سردی میں وضو کامل کرنا۔ ② باجماعت نماز کے لیے قدم اٹھا کر چلنا۔

③ نماز کے بعد نماز کا انتظار کرنا۔

㉓ حضرت جبرئیل علیہ السلام کی نصیحت:

حضرت جبرئیل علیہ السلام نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو تین نصیحتیں فرمائیں:

① جتنا چاہے زندہ رہو آخر کو مرنا ہے۔ ② جس سے چاہے دوستی کر لو آخر اس سے جدا ہونا ہے۔

③ جو چاہے عمل کرو آخر کار اس کا بدلہ ملنا ہے۔

فائدہ: مطلب یہ ہے کہ جب آخر کو مرنا ہی ہے تو اس کے لیے تیاری کرنا چاہیے اور جب ہر دوست سے جدا ہونا ہی ہے تو اس ذات سے تعلق قائم کرنا چاہیے جس سے کبھی جدائی نہیں ہوگی، یعنی حق تعالیٰ شانہٗ سے۔

عارف رومی رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا ہے:

عشق بامردہ نباشد پائیدار   عشق را باحیّ و باقیوم دار

اور جب ہر عمل کا بدلہ ملنا ہے، یعنی نیک عمل کا اچھا بدلہ اور برے عمل کا برا بدلہ تو ہر ہر نیکی کی کوشش کرنا چاہیے اور ہر ہر برائی سے پرہیز کرنا چاہیے۔

㉔ حضرت ابراہیم علیہ السلام سے دریافت کیا گیا، آپ کو اللہ تعالیٰ نے کس چیز کی وجہ سے خلیل بنایا؟ ارشاد فرمایا: تین چیزوں کی وجہ سے:

① میں نے اللہ کے حکم کو اس کے غیر کے حکم پر اختیار کیا۔

② جس چیز کا اللہ تعالیٰ نے میرے لیے ذمہ لیا ہے میں نے اس کی فکر نہیں کی۔

(۳) مہمان کے بغیر صبح یا شام کا میں نے کبھی کھانا نہیں کھایا۔

بعض حکماء سے منقول ہے:

تین چیزیں رنج وغم کو دور کرتی ہیں:

(۱) اللہ تعالیٰ کا ذکر۔ (۲) اولیاء اللہ کی ملاقات۔ (۳) عقلمندوں کا کلام۔

(۲۵) حضرت حسن بصری رَحِمَہُ اللہُ تَعَالیٰ سے منقول ہے:

(۱) جس کو ادب نہیں اس کو علم نہیں۔ (۲) جس کو صبر نہیں اس کو دین نہیں۔

(۳) جس کے لیے پرہیزگاری نہیں اس کے لیے قربِ خداوندی نہیں۔

فَائِدَہ: مطلب یہ ہے کہ علم کا تقاضا ادب ہے کہ ہر کسی کے ساتھ اس کے مناسب ادب سے پیش آئے، اگر کسی شخص میں علم کے باوجود ادب نہیں تو یہ کہا جائے گا کہ گویا علم ہی نہیں۔

اسی طرح دین کے اندر خلافِ مزاج باتوں پر صبر کرنا چاہیے، اگر کسی کے اندر صبر نہیں تو اس کا دین پختہ اور کامل نہیں۔

اسی طرح اللہ کا قرب پرہیزگاری کے بقدر ہوگا، اگر کسی میں پرہیزگاری نہیں تو اللہ کا قرب بھی اس کو حاصل نہیں۔

منقول ہے کہ ایک اسرائیلی شخص تحصیل علم کے لیے نکلا، اس کی خبر ان کے نبی کو پہنچی اور انہوں نے اس شخص کو طلب کیا۔ وہ شخص حاضر ہوا تو انہوں نے اس سے فرمایا: اے جوان! میں تجھ کو تین چیزوں کی نصیحت کرتا ہوں، ان میں اولین و آخرین کا علم ہے۔

(۱) ظاہر و باطن میں اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہنا۔

(۲) اپنی زبان کو مخلوق سے روک لینا اور خیر کے بغیر ان کا ذکر نہ کرنا۔

(۳) جو کھانا کھاؤ خیال رکھنا کہ وہ حلال ہو۔

پس وہ جوان سفر سے رُک گیا۔

فَائِدَہ: یعنی تین چیزوں میں تمام علم جمع ہوگیا، پھر مزید کیوں وقت ضائع کروں۔

منقول ہے کہ ایک اسرائیلی شخص نے علم کے اسی (۸۰) صندوق جمع کیے اور اس علم سے فائدہ حاصل نہیں کیا یعنی اس پر عمل نہیں کیا، اللہ تعالیٰ نے ان کے نبی کے پاس وحی بھیجی کہ تو جتنا چاہے علم جمع کر لے جب تک تین چیزوں پر عمل نہ کرے تجھ کو کوئی نفع نہیں ہوگا۔

وہ تین چیزیں یہ ہیں:

(۱) دنیا سے محبت نہ کرے، اس لیے کہ وہ مؤمنین کا گھر نہیں۔

(۲) شیطان کی ہم نشینی اختیار نہ کرے، اس لیے کہ وہ مؤمنین کا رفیق نہیں۔

(۳) کسی کو ایذا نہ پہنچائے، اس لیے کہ یہ مؤمنین کا پیشہ نہیں۔

(۲۶) ابو سلیمان درانی رَحِمَہُ اللہُ عَلَیْہِ سے منقول ہے کہ وہ مناجات میں کہا کرتے تھے:

(۱) الٰہی! اگر تو مجھ سے میرے گناہ کا مطالبہ کرے گا تو میں تجھ سے تیری معافی کو طلب کروں گا۔

(۲) اگر تو میرے بخل کا مطالبہ کرے گا تو میں تجھ سے تیری سخاوت کو طلب کروں گا۔

③ اگر تو مجھ کو جہنم میں داخل کرے تو میں جہنمیوں کو خبردار کروں گا کہ مجھ کو تجھ سے محبت ہے۔ (تاکہ جہنمیوں کو محبین خدا کا حال معلوم ہوکر کچھ تسلی ہو)۔

مقولہ: جس شخص کو تین چیزیں حاصل ہیں وہ سعادت مند ہے۔

① جاننے والا دل۔ ② صبر کرنے والا بدن۔ ③ اپنے پاس جو موجود ہو اس پر قناعت۔

㉗ حضرت ابراہیم نخعی رَحِمَہُ اللّٰہُ تَعَالٰی سے منقول ہے کہ پہلے لوگ جو ہلاک ہوئے وہ تین باتوں کی وجہ سے ہلاک ہوئے:

① فضول کلام۔ ② زیادہ کھانا۔ ③ زیادہ سونا

فَائِدَة: جب فضول کلام ہوگا تو غیبت، چغلی وغیرہ ہوگی۔ زیادہ کھانے سے زیادہ شہوت پیدا ہوگی اور زیادہ سونے سے سستی کاہلی پیدا ہوتی ہے

㉘ حضرت یحییٰ بن معاذ رازی رَحِمَہُ اللّٰہُ تَعَالٰی سے منقول ہے، اس شخص کے لیے مبارکباد ہے جو یہ تین کام کرے۔

① جو دنیا کو چھوڑ دے اس سے پہلے کہ دنیا اس کو چھوڑ دے۔

② جو قبر میں داخل ہونے سے پہلے قبر کو (نیک اعمال کے ذریعہ) آراستہ کرلے۔

③ اپنے رب سے ملاقات سے پہلے اس کو راضی کرلے۔

㉙ حضرت علی رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے منقول ہے کہ جس کے پاس تین چیزیں نہیں اس کے پاس کچھ بھی نہیں: وہ تین چیزیں یہ ہیں:

① اللہ تعالیٰ کی سنت ② رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کی سنت ③ اولیاء اللہ کی سنت

دریافت کیا گیا، اللہ تعالیٰ کی سنت کیا ہے؟ ارشاد فرمایا: راز کا چھپانا۔ عرض کیا گیا: رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کی سنت کیا ہے؟ ارشاد فرمایا: لوگوں کے ساتھ نرمی و مہربانی سے پیش آنا۔ عرض کیا گیا: اولیاء اللہ کی سنت کیا ہے؟ ارشاد فرمایا: لوگوں کی تکالیف کو برداشت کرنا۔

پہلے زمانہ کے لوگ ایک دوسرے کو تین چیزوں کی وصیت کیا کرتے تھے۔ اور آپس میں ایک دوسرے کو لکھ کر دیا کرتے تھے۔ وہ تین چیزیں یہ ہیں:

① جو شخص اپنی آخرت کے لیے عمل کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کے دین اور دنیا دونوں کی کفایت فرمادیتے ہیں۔

② جو شخص اپنے باطن کو درست کرلیتا ہے اللہ تعالیٰ اس کے ظاہر کو بھی درست کردیتا ہے۔

③ جو شخص اپنے اور اللہ تعالیٰ کے درمیان معاملہ صحیح کرلیتا ہے، اللہ تعالیٰ اس کے اور لوگوں کے درمیان معاملہ کو بھی صحیح کردیتا ہے۔

㉚ حضرت علی رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کا ارشاد ہے:

① اللہ کے نزدیک لوگوں میں سب سے بہتر بن کر رہو۔

② اپنے نفس کے نزدیک لوگوں میں سب سے بدترین بن کر رہو۔

③ لوگوں کے نزدیک ایک عام انسان بن کر رہو۔

مقولہ: حضرت عزیر نبی علیہ السلام کی طرف اللہ تعالیٰ نے وحی بھیجی، اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

① اے عزیر! جب تم چھوٹا گناہ کرو، اس کے چھوٹے ہونے کو نہ دیکھو بلکہ اس کو دیکھو جس کا گناہ کیا ہے۔

② جب تم کو معمولی خیر پہنچے اس کے معمولی ہونے کو نہ دیکھو بلکہ اس کو دیکھو جس نے وہ تم کو عطا کی ہے۔

③ جب تم کو کوئی تکلیف پہنچے۔ میری مخلوق سے میری شکایت نہ کرو، جس طرح جب تمہارے گناہ مجھ تک پہنچتے ہیں تو میں اپنے فرشتوں سے تمہاری شکایت نہیں کرتا۔

(۳۱) حضرت حاتم اصم رحمۃ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ: ہر روز صبح ہوتی ہے تو شیطان مجھ سے کہتا ہے:

① تو کیا کھائے گا؟ ② کیا پہنے گا؟ ③ کہاں رہے گا؟

میں اس کو جواب دیتا ہوں۔

① موت کو کھاؤں گا۔ ② کفن پہنوں گا۔ ③ قبر میں رہوں گا۔

(۶۴) چھ لاکھ سیٹوں والا ہوائی جہاز

تفسیر ابن کثیر میں ہے تخت سلیمان علیہ السلام جو ہوا پر چلتا تھا اُس کی کیفیت یہ بیان کی ہے کہ سلیمان علیہ السلام نے لکڑی کا ایک بہت وسیع تخت بنوایا تھا، جس پر خود مع اعیانِ سلطنت اور مع لشکر اور آلاتِ حرب کے سب سوار ہو جاتے، پھر ہوا کو حکم دیتے وہ اس عظیم الشان وسیع وعریض تخت کو اپنے کاندھوں پر اُٹھا کر جہاں کا حکم ہوتا وہاں جا کر اُتار دیتی تھی۔ یہ ہوائی تخت صبح سے دوپہر تک ایک مہینہ کی مسافت طے کرتا تھا، اور دوپہر سے شام تک ایک مہینہ کی یعنی ایک دن میں دو مہینوں کی مسافت ہوا کے ذریعہ طے ہو جاتی تھی۔

ابن ابی حاتم نے حضرت سعید بن جبیر سے نقل کیا ہے کہ اس تخت سلیمانی پر چھ لاکھ کرسیاں رکھی جاتی تھیں، جس میں سلیمان علیہ السلام کے ساتھ اہل ایمان انسان سوار ہوتے تھے اور ان کے پیچھے اہل ایمان جن بیٹھتے تھے، پھر پرندوں کو حکم ہوتا کہ وہ اس پورے تخت پر سایہ کرلیں تاکہ آفتاب کی تپش سے تکلیف نہ ہو۔ پھر ہوا کو حکم دیا جاتا تھا وہ اس عظیم الشان مجمع کو اٹھا کر جہاں کا حکم ہوتا پہنچا دیتی تھی۔ اور بعض روایات میں ہے کہ اس ہوائی سفر کے وقت پورے راستہ میں حضرت سلیمان علیہ السلام سر جھکائے ہوئے اللہ کے ذکر و شکر میں مشغول رہتے تھے، دائیں بائیں کچھ نہ دیکھتے تھے، اور اپنے عمل سے تواضع کا اظہار فرماتے تھے۔ (ابن کثیر بحوالہ، معارف القرآن، جلد ۶، صفحہ ۲۱۲)

(۶۵) دعوت کا کام فرض ہے یا واجب یا سنت؟

سُؤال: بخدمت حضرت مولانا صاحب!

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

بعد سلام عرض یہ ہے کہ دعوت کا کام فرض ہے یا واجب یا سنت؟

جَوَاب: اگر اُمت میں فرائض چھوٹ رہے ہیں تو دعوت کا کام فرض ہے، اگر واجبات چھوٹ رہے ہیں تو دعوت کا کام واجب ہے، اگر سنتیں چھوٹ رہی ہیں تو دعوت کا کام سنت ہے۔ اب آپ خود فیصلہ کریں کہ امت اس وقت کیا چھوڑ رہی ہے اور اپنے دل سے فتویٰ لیں۔

(۲۶) جنت کے ہوائی جہازوں میں سونے (Gold) کی کرسیاں ہوں گی

حدیث میں ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا: اُس کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے! جب جنتی اپنی قبروں سے نکلیں گے، ان کا استقبال کیا جائے گا اور ان کے لیے پروں والی اونٹنیاں لائی جائیں گی، جن پر سونے کے کجاوے ہوں گے۔ ان کی جوتیوں کے تسمے تک نور سے چمک رہے ہوں گے۔ یہ اونٹنیاں ایک ایک قدم اس قدر دور رکھتی ہیں جہاں تک انسان کی نگاہ جاسکتی ہے۔ جنتی ایک درخت کے پاس پہنچیں گے، جس کے نیچے سے دو نہریں نکلتی ہیں، ایک نہر کا پانی یہ پئیں گے جس سے ان کے پیٹ کے تمام فضلات اور میل کچیل دھل جائیں گے۔

دوسری نہر سے یہ غسل کریں گے پھر ہمیشہ تک ان کے بدن میلے نہ ہوں گے، ان کے بال پراگندہ نہ ہوں گے اور ان کے جسم اور چہرے بارونق رہیں گے۔ اب یہ جنت کے دروازوں پر آئیں گے، دیکھیں گے کہ ایک کنڈا سرخ یاقوت کا ہے جو سونے کی تختی پر آویزاں ہے۔ یہ اسے ہلائیں گے تو ایک عجیب سریلی اور موسیقی کی صدا پیدا ہوگی، اسے سنتے ہی ہر حور جان لے گی کہ اس کے خاوند آ گئے۔ یہ داروغہ کو حکم کرے گی کہ جاؤ دروازہ کھولو، وہ دروازہ کھول دے گا۔ یہ اندر قدم رکھتے ہی اس داروغہ کی نورانی شکل دیکھ کر سجدے میں گر جائے گا، لیکن وہ اسے روک لے گا اور کہے گا: اپنا سر اُٹھا میں تو تیرا ماتحت ہوں، اور اسے اپنے ساتھ لے چلے گا۔ جب یہ اُس درّ یاقوت کے خیمے کے پاس پہنچے گا جہاں اس کی حور ہے وہ بے تابانہ دوڑ کے خیمے سے باہر آ جائے گی اور بغل گیر ہو کر کہے گی: تم میرے محبوب ہو اور میں تمہاری چاہنے والی ہوں، میں یہاں ہمیشہ رہنے والی ہوں، مروں گی نہیں، میں نعمتوں والی ہوں، فقر و محتاجی سے دور ہوں، میں آپ سے ہمیشہ راضی، خوش رہوں گی، کبھی ناراض نہیں ہوں گی، میں ہمیشہ آپ کی خدمت میں حاضر رہنے والی ہوں، کبھی اِدھر اُدھر ہٹوں گی نہیں۔ پھر یہ گھر میں جائے گا، جس کی چھت فرش سے ایک لاکھ ہاتھ بلند ہوگی، اس کی کل دیواریں قسم قسم کے اور رنگ برنگ موتیوں کی ہوں گی، اس گھر میں ستر تخت ہوں گے اور ہر تخت پر ستر ستر جوڑے ہوں گے، اور ان سب حلوں کے نیچے سے ان کی پنڈلی کا گودا نظر آتا ہوگا، ان کے ایک جماع کا انداز ایک پوری رات کا ہوگا، ان کے باغوں اور مکانوں کے نیچے نہریں بہہ رہی ہوں گی جن کا پانی کبھی بدبودار نہیں ہوتا، صاف شفاف موتی جیسا پانی ہے۔

اور دودھ کی نہریں ہوں گی جس کا مزہ کبھی نہیں بدلتا، جو دودھ کسی جانور کے تھن سے نہیں نکلا۔ اور شراب کی نہریں ہوں گی جو نہایت لذیذ ہوگی اور خالص شہد کی نہریں ہوں گی جو مکھیوں کے پیٹ سے حاصل شدہ نہیں۔ قسم قسم کے میووں سے لدے ہوئے درخت اس کے چاروں طرف ہوں گے جن کا پھل ان کی طرف جھکا ہوا ہوگا، یہ کھڑے کھڑے پھل لینا چاہیں تو لے سکتے ہیں، اگر یہ بیٹھے بیٹھے پھل توڑنا چاہیں تو شاخیں اتنی جھک جائیں گی کہ یہ توڑ لیں، اگر یہ لیٹے لیٹے پھل لینا چاہیں تو شاخیں اور جھک آئیں گی۔ پھر آپ ﷺ نے آیت ﴿وَدَانِيَةً عَلَيْهِمْ ظِلٰلُهَا الخ﴾ پڑھی یعنی اُن جنتی درختوں کے سائے اُن پر جھکے ہوئے ہوں گے اور اس کے میوے بہت قریب کر دیئے جائیں گے۔ یہ کھانا کھانے کی خواہش کریں گے تو سفید رنگ یا سبز رنگ پرند اُن کے پاس آ کر اپنا پر اونچا کر دیں گے، یہ جس قسم کا اس کے پہلو کا گوشت چاہیں کھائیں گے، پھر وہ زندہ کا زندہ جیسا تھا، ویسا ہی ہو کر اُڑ جائے گا۔ فرشتے اُن کے پاس آئیں گے، سلام کریں گے اور کہیں گے کہ یہ جنتیں ہیں جن کے تم اپنے اعمال کے باعث وارث بنائے گئے ہو۔ اگر کسی حور کا ایک بال زمین پر آ جائے تو وہ اپنی چمک سے اور اپنی سیاہی سے نور کو روشن کرے اور سیاہی نمایاں رہے۔ (تفسیر ابن کثیر، جلد۴، صفحہ ۴۴۷)

(۶۷) جنت کا درخت جس کی جڑ میں سے دو نہریں نکلتی ہیں

ابن ابی حاتم میں حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا قول مروی ہے کہ جنت کے دروازے پر پہنچ کر جنتی ایک درخت کو دیکھیں گے جس کی جڑ میں سے دو نہریں نکلتی ہوں گی۔ ایک میں وہ غسل کریں گے جس سے اس قدر پاک صاف ہو جائیں گے کہ ان کے جسم اور چہرے چمکنے لگیں گے، ان کے بال کنگھی کیے ہوئے، تیل والے ہو جائیں گے کہ پھر کبھی سلجھانے کی ضرورت ہی نہ پڑے، نہ چہرے اور جسم کا رنگ روپ ہلکا پڑے۔ پھر یہ دوسری نہر پر جائیں گے گویا کہ ان سے کہہ دیا گیا ہو اس میں سے پانی پییں گے جن سے تمام گھن کی چیزوں سے پاک صاف ہو جائیں گے۔ جنت کے فرشتے انھیں سلام کریں گے، مبارکباد پیش کریں گے اور انھیں جنت میں جانے کو کہیں گے کہ آپ خوش ہو جائیے، اللہ تعالیٰ نے آپ کے لیے طرح طرح کی نعمتیں مہیا کر رکھی ہیں، ان میں سے کچھ بھاگے دوڑے جائیں گے۔

اور جو حوریں اس جنتی کے لیے مخصوص ہیں ان سے کہیں گے: لو مبارک ہو! فلاں صاحب آ گئے۔ نام سنتے ہی خوش ہو کر وہ پوچھیں گی کہ کیا تم نے خود انھیں دیکھا ہے، وہ کہیں گے: ہاں! ہم اپنی آنکھوں سے دیکھ کر آ رہے ہیں۔ یہ مارے خوشی کے دروازے پر آ کھڑی ہوں گی، جنتی جب اپنے محل میں آ کر دیکھے گا کہ گدے برابر برابر لگے ہوئے ہیں، اور آبخورے رکھے ہوئے ہیں، اور قالین بچھے ہوئے ہیں، اس فرش کو ملاحظہ فرما کر اب جو دیواروں کی طرف نظر کرے گا تو وہ سرخ و سبز اور زرد و سفید اور قسم قسم کے موتیوں کی بنی ہوئی ہوں گی، پھر چھت کی طرف نگاہ اٹھائے گا تو وہ اس قدر شفاف اور مصفا ہو گی کہ نور کی طرح چمک دمک رہی ہو گی، جس کی روشنی آنکھوں کی روشنی کو بجھا دے، اگر خدا اسے برقرار نہ رکھے۔ پھر اپنی بیویوں پر یعنی جنتی حوروں پر محبت بھری نگاہ ڈالے گا، پھر اپنے تختوں میں سے جس پر اس کا جی چاہے بیٹھے گا اور کہے گا: خدا کا شکر ہے جس نے ہمیں ہدایت کی، اگر اللہ ہمیں یہ راہ نہ دکھاتا تو ہم تو ہرگز اسے تلاش نہیں کر سکتے تھے۔ (تفسیر ابن کثیر، جلد۴، صفحہ ۴۴۷)

(۶۸) مندرجہ ذیل کلمات پڑھ لیجیے اور چھ بڑی بڑی فضیلتیں حاصل کر لیجیے

لَآاِلٰهَ اِلَّااللّٰهُ وَاللّٰهُ اَكْبَرُ سُبْحَانَ اللّٰهِ وَبِحَمْدِهٖ اَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ وَلَاقُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ الْاَوَّلُ وَالْاٰخِرُ وَالظَّاهِرُ وَالْبَاطِنُ بِيَدِهِ الْخَيْرُ. يُحْيِيْ وَيُمِيْتُ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ.

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرمایا: اے عثمان! جو شخص اسے صبح کو دس بار پڑھ لے تو اللہ تعالیٰ اسے چھ فضائل عطا فرماتا ہے:

۱ وہ شیطان اور اس کے لشکر سے بچ جاتا ہے۔

۲ اسے ایک قنطار اجر ملتا ہے۔

۳ اس کا ایک درجہ جنت میں بلند ہوتا ہے۔

۴ اس کا حور عین سے نکاح کرا دیا جاتا ہے۔

۵ اس کے پاس بارہ فرشتے آتے ہیں۔

۶ اسے اتنا ثواب دیا جاتا ہے جیسے کسی نے قرآن اور تورات اور انجیل و زبور پڑھی، پھر ساتھ ہی اسے ایک قبول شدہ حج اور ایک مقبول عمرہ کا ثواب ملتا ہے اور اگر اُسی دن اس کا انتقال ہو جائے تو شہادت کا درجہ ملتا ہے۔ (تفسیر ابن کثیر، جلد۴، صفحہ ۴۳۹)

(۶۹) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خانگی زندگی

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فداہ ابی و اُمّی کی زندگی کا ہر گوشہ انسانیت کے لیے نمونہ و اُسوہ ہے، اس لیے اللہ کی مشیت نے

اس کا انتظام کیا کہ آپ ﷺ کی زندگی کا ہر گوشہ محفوظ اور آئینہ کی طرح شفاف ہو۔

دنیا کا ہر انسان اپنی خانگی زندگی کو راز رکھنا چاہتا ہے، مگر محمد رسول اللہ ﷺ کا یہ اعجاز ہے کہ آپ کی طرف سے اس بات کی عام اجازت بلکہ ترغیب تھی کہ آپ کے اندرونِ خانہ کے حالات وکوائف کو بھی عام کیا جائے اور اس سے سبق حاصل کیا جائے۔ اور یہی سبب ہے کہ آپ ﷺ کی ذات کی ایسی دقیق ترین تفصیلات ریکارڈ میں ہیں جن کا کسی اور کے بارے میں محفوظ ہونا ممکن نہیں۔

آپ ﷺ کی گھریلو زندگی بالکل اسی طرح دلکش و دیدہ زیب اور اعلیٰ ترین انسانی کردار کا نمونہ تھی، جس طرح آپ ﷺ کی باہر کی زندگی تھی۔ آپ ﷺ گھر میں بھی اسی طرح رحمت و شفقت کا پیکر تھے، جس طرح آپ صحابہ کے ساتھ تھے۔ گھر میں بھی آپ ویسے ہی معلم اخلاق و مربی تھے جیسے اپنے حلقۂ وعظ میں۔ محمد رسول اللہ ﷺ کی حکمت و تدبر کا جو حال گھر کے اندر نظر آتا ہے وہ اس سے کسی طرح کم نہیں جو گھر کے باہر نظر آتا ہے۔ آپ اپنے متبعین کو جس طرزِ عمل اور جن اخلاق واوصاف کی تلقین کرتے تھے، خود گھر کی خلوتوں میں بھی اس پر مکمل طور پر عمل پیرا تھے۔ اس لیے آپ ﷺ کی گھریلو اور خانگی زندگی بھی ویسی ہی سبق آموز ہے جس طرح آپ کی اجتماعی زندگی ہمارے لیے اسوہ اور نمونہ ہے۔

(۷۰) ایک سادہ انسانی زندگی

آپ ﷺ کی گھریلو زندگی بالکل سادہ اور سارے تکلفات سے بالکل پاک تھی۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے آپ ﷺ کو جو عظیم ترین مقام و مرتبہ ملا تھا اور خلقِ خدا کے دلوں میں آپ کی جو عظمت و محبت تھی اس کے باوجود آپ گھر میں بالکل سادگی و تواضع کے ساتھ رہتے تھے۔ ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا رسول اللہ ﷺ کے گھر کے اندر کے معمولات کے سلسلہ میں کسی سوال کرنے والے کے جواب میں فرماتی ہیں:

كَانَ بَشَرًامِّنَ الْبَشَرِ يَفْلِيْ ثَوْبَهٗ وَيَحْلِبُ شَاتَهٗ وَيَخْدِمُ نَفْسَهٗ. (شمائل ترمذی)

یعنی آپ ﷺ عام انسان کی طرح گھر میں رہتے اور وہ تمام گھریلو و خانگی کام جو عام انسان کرتے ہیں آپ بھی اپنے گھر میں کرلیا کرتے تھے۔ حتیٰ کہ اگر کپڑوں میں جوئیں ہو جاتیں تو ان کو بھی نکال لیتے تھے، اپنی بکری کا دودھ دوہ لیا کرتے تھے اور اپنے ذاتی کام خود کرتے تھے۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا ہی کی ایک اور روایت ہے کہ ”آپ ﷺ اپنے کپڑوں میں خود پیوند لگا لیتے، جوتا درست کرلیتے۔ (مسند احمد) اور اپنے اہلِ خانہ کے کاموں میں ہاتھ بٹاتے، نماز کا وقت ہوتا تو باہر چلے جاتے۔ (بخاری، کتاب الصلوٰۃ) گھر میں داخل ہوتے تو خود سلام کرکے داخل ہوتے، اہلِ خانہ کے ساتھ خوش خلقی سے پیش آتے اور نرمی کا معاملہ کرتے۔

(۷۱) ازواجِ مطہرات کے ساتھ حسنِ معاشرت

آپ ﷺ بیویوں کے ساتھ حسنِ سلوک کی بہت تاکید فرماتے اور ان کی خلقی و طبعی کمزوریوں سے صرفِ نظر کرنے کا حکم دیتے۔ متعدد روایات میں اس کا ذکر ہے کہ عورتوں کے مزاج میں تخلیقی طور پر کچھ کجی ہوتی ہے، اس کو بالکل سیدھا کرنا ممکن نہیں، ان کے ساتھ گزارے کی صورت یہی ہے کہ ان کی اس طبعی کمزوری سے درگزر اور بہتر سے بہتر سلوک کیا جائے۔

(بخاری، کتاب النکاح، باب الوصایا بالنساء) آپ ﷺ نے اس حسنِ سلوک کو ایمان کے کمال کا سبب بتلایا ہے۔
(ترمذی، کتاب الایمان)

خود آپ ﷺ کا طرزِ عمل ان ہدایات پر پورا پورا تھا اور ایسا تھا کہ اس سے بہتر مثال ممکن نہیں۔ آپ نے صحابہ کرام سے یہ فرمایا کہ "خَیْرُکُمْ لِاَھْلِہٖ" تم میں سب سے بہتر وہ ہے جو اپنے اہلِ خانہ کے لیے بہتر ہو۔ وہیں آپ نے یہ بھی فرمایا کہ "وَاَنَا خَیْرُکُمْ لِاَھْلِیْ" اور میں تم میں سب سے زیادہ اپنے اہلِ خانہ کے حق میں بہتر ہوں۔
(ترمذی، مناقب ۶۳، ابن ماجہ، نکاح ۵۰)

ازواجِ مطہرات اگرچہ ساری دنیا کی عورتوں میں بہترین اور اللہ کی طرف سے اپنے رسول کی رفاقت کے لیے منتخب عورتیں تھیں، لیکن تھیں تو عورتیں ہی، اسی لیے (اللہ ان کے درجات بلند فرمائے) ان میں بھی عورتوں کی فطری کمزوریاں کسی نہ کسی درجہ میں موجود تھیں اور ان کا اظہار بھی کبھی کبھی ہو جاتا تھا، لیکن آپ کی جانب سے ہمیشہ عفو و درگزر اور حسنِ سلوک کا معاملہ ہی ہوتا تھا۔ یہاں تک کہ آپ ﷺ کی ازواج آپ سے دن دن بھر ناراض رہتیں اور آپ حلم و عفو کا معاملہ فرماتے۔
(بخاری، کتاب النکاح، باب موعظة الرجل ابنته لحال زوجها)

ایک مرتبہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا رسول اللہ ﷺ سے ناراض ہو کر بلند آواز سے باتیں کر رہی تھیں، اتفاقاً ان کے والد حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ آ گئے اور حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو سرزنش کرنی چاہی: تو اللہ کے رسول سے چلا کر بولتی ہے، مگر آپ ﷺ نے ہی ان کو بچا لیا۔ (ابو داؤد، کتاب الادب، باب فی المزاح)

ایک بار آپ ﷺ نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے فرمایا: جب تم مجھ سے ناراض ہوتی ہو تب بھی مجھے پتہ چل جاتا ہے اور جب راضی ہوتی ہو تب بھی مجھے علم ہو جاتا ہے۔ انہوں نے عرض کیا: وہ کیسے؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ جب تم راضی ہوتی ہو تو کہتی ہو کہ محمد کے رب کی قسم! اور جب ناراض ہوتی ہو تو کہتی ہو کہ ابراہیم کے رب کی قسم۔

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے عرض کیا: لیکن اے اللہ کے رسول! میں صرف نام لینے کی حد تک ناراض ہوتی ہوں دل میں ناراض نہیں ہوتی۔ (صحیح مسلم)

۷۲ آپ نے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا صدیقہ سے فرمایا کہ حساب کتاب برابر ہو گیا

بیویوں کے ساتھ حسنِ سلوک اور لطف و کرم کے ایسے ایسے واقعات حدیث کی کتابوں میں ذکر کیے جاتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ سے اگر ثابت نہ ہو تو لوگ شاید اپنی شانِ بزرگی کے خلاف سمجھیں۔ مثلاً حدیث کی کتابوں میں آپ ﷺ کا اور حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا ایک عجیب و غریب واقعہ مذکور ہے۔ ایک سفر میں آپ کے اور حضرت عائشہ صدیقہ کے درمیان پیدل دوڑ کا مقابلہ ہوا۔ حضرت عائشہ صدیقہ جیت گئیں، پھر کبھی سفر میں دوبارہ ایسا ہی مقابلہ ہوا اور اب کی بار ام المومنین ہار گئیں۔ آپ نے فرمایا: عائشہ! حساب کتاب برابر ہو گیا۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا چونکہ کم عمری ہی میں آپ ﷺ کے نکاح میں آ گئی تھیں، اس لیے کم سنی کے شوق اور تقاضے ابھی باقی تھے۔ آپ ان کی دلجوئی کے لیے ان کے شوق اور جائز خواہشات کی تکمیل کا بھی لحاظ رکھتے تھے۔ ان کی سہیلیاں آپ کے یہاں آ کر ان کے ساتھ کھیلتی اور گاتی تھیں، اور آپ کی طرف سے اس کی اجازت ہوتی تھی، بلکہ اگر سہیلیوں کو آپ کی وجہ سے کھیلنے میں تکلف ہوتا تو آپ خود باہر تشریف لے جاتے اور ان لڑکیوں کو حضرت عائشہ صدیقہ کے

پاس بھیج دیتے۔ اُن کے شوق کی تکمیل کے سلسلہ کا ایک واقعہ حدیث کی متعدد کتابوں میں مروی ہے کہ ایک مرتبہ عید کے دن آپ کے گھر کے سامنے مسجد نبوی کے صحن میں کچھ حبشی لوگ نیزہ بازی کا مظاہرہ کر رہے تھے۔ حضرت عائشہ صدیقہ کو اس کے دیکھنے کا شوق ہوا، آپ نے ان کو یہ کھیل دکھانے کا اہتمام اس طرح فرمایا کہ خود دروازے پر کھڑے ہو گئے اور اپنے پیچھے (غالباً پردہ کے خیال سے) حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو کھڑا کر لیا اور وہ آپ کی آڑ میں کھڑے ہو کر آپ کے کندھے اور کان کے درمیان سے کافی دیر تک کھیل دیکھتی رہیں اور آپ ان کے خیال سے مسلسل کھڑے رہے۔ (بخاری، کتاب الصلوٰۃ، باب اصحاب الحراب فی المسجد، مسلم کتاب العیدین، باب الرخصۃ فی اللعب یوم العید)

بیویوں کے ساتھ حسنِ سلوک اور ان کا دل خوش کرنے کی یہ اعلیٰ مثالیں ہیں۔ ان کا اتباع بھی اتباعِ سنت ہی ہے اور اس میں ان لوگوں کے لیے خاص سبق ہے جن کے نزدیک یہ طرزِ عمل بزرگی اور بلند مقامی کے منافی ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت میں تمام ہر طرح کے تفکرات اور نبوت کی عظیم ذمہ داریوں کے باوجود وہ لطیف احساسات وجذبات جلوہ ریز تھے جو ایک معتدل انسانی فطرت کا تقاضا ہیں۔ آپ اپنے اعزہ واہلِ خانہ سے محبت وتعلق خاطر مین بھی ایک قابل تقلید نمونہ تھے۔

حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے آپ کو بے انتہا محبت تھی، گھر میں کوئی جانور ذبح کرتے تو اس کا کچھ حصہ حضرت خدیجہ کی سہیلیوں کے پاس بھیجتے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان کے انتقال کے بعد بکثرت ان کو یاد کرتے، یہاں تک کہ دوسری ازواجِ مطہرات کو ان پر رشک آتا۔ ایک مرتبہ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے اس طرح کا کچھ اظہار کر دیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: خدا نے مجھ کو ان کی محبت دی ہے۔ (مسلم، کتاب فضائل الصحابہ، باب فضائل خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا) حضرت خدیجہ کے رشتہ دار ملنے آتے تو آپ بڑی مسرت کا اظہار فرماتے۔ (ایضا)

دیگر ازواج مطہرات سے بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم بہت محبت فرماتے۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی غیر معمولی ذہانت وعلمی مزاج اور دینی بصیرت کی وجہ سے خاص تعلق تھا۔

⑦③ بچوں سے محبت اور شفقت

گھر میں بچے اب تو لائق التفات سمجھے جاتے ہیں (خصوصاً زمانہ جاہلیت میں) تو بالکل ہی ان کو قابل توجہ اور لائق التفات نہیں سمجھا جاتا تھا۔ لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بچوں کو بھی اپنی خاص الخاص رحمتوں سے نوازا اور اس سلسلہ میں اپنے قول وعمل سے ایسا اسوہ اور نمونہ پیش فرمایا جس کی مثال پوری انسانی تاریخ میں نہیں ملتی ہے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بچوں کے متعلق فرمایا کہ یہ اللہ کی خاص الخاص نعمت ہیں ان کی تعلیم وتربیت اور ان کو حسن ادب کے ساتھ متصف کرنا ماں باپ کی ذمہ داری ہے، بچوں کا یہ بھی حق ہے کہ والدین اور گھر کے دوسرے بڑے ان کے ساتھ شفقت اور محبت کا معاملہ کریں۔ بچوں میں اگر لڑکیاں ہیں تو ان کے ساتھ حسنِ سلوک اور برتاؤ میں کسی قسم کی تفریق نہ برتیں۔ خود آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا عمل بھی اپنے گھر کے بچوں کے ساتھ اور بچیوں کے بارے میں ایسا ہی تھا۔ آپ کو اپنی بیٹیوں سے غیر معمولی محبت تھی اور ان کے ساتھ صرف شفقت ہی نہیں اکرام کا معاملہ بھی فرماتے تھے۔ آپ کی لختِ جگر حضرت فاطمہ زہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے بارے میں حدیث کی کتابوں میں یہ واقعہ مذکور ہے کہ جب وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوتی تھیں تو آپ پیش قدمی فرما کر ان کا استقبال کرتے اور ان کو اپنی جگہ بٹھاتے۔ (مسلم، کتاب الفضائل، باب فضل فاطمہ)

ان کے فضائل کے بارے میں رسول اللہ ﷺ سے بہت سے اقوال نقل کیے گئے ہیں۔ دوسری صاحبزادیوں کے ساتھ بھی آپ کا معاملہ اسی طرح کا تھا اور ان کے متعلق بھی آپ کے اکرام وشفقت کا ذکر حدیث کی کتابوں میں ملتا ہے۔

گھر کے چھوٹے بچوں کے ساتھ آپ ﷺ کا معاملہ نہایت پیار ومحبت اور شفقت کا تھا (اور یہی معیارِ کمال ہے)۔ آپ کے دونوں نواسے حضرت حسن اور حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہما آپ ہی کی گود میں پلے ہیں، نبوت کی ساری ذمہ داریوں کے باوجود آپ ان کی ذرا بھی حق تلفی نہ فرماتے تھے۔ ان کو گود میں لیتے، اپنے کندھوں پر سوار کرتے ان کو پیار کرتے، ان کو سونگھتے اور مستقبل میں ان کو حاصل ہونے والے کمالات کا ذکر بھی کرتے اور نیز ان کو دعائیں دیتے، اپنے ساتھ سواری پر سوار کرتے۔ (ترمذی باب فی رحمۃ الولد)

کبھی فرماتے تم دونوں میرے گلدستے ہو۔ (بخاری وترمذی، کتاب المناقب الحسن والحسین)

ایک صحابی حضرت اقرع بن حابس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک مرتبہ آپ کو دیکھا کہ آپ اپنے نواسے حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بوسہ لے رہے ہیں انہوں نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! میرے دس بیٹے ہیں، میں نے کبھی بھی ان کا بوسہ نہیں لیا۔ آپ نے فرمایا: جو رحم نہیں کرتا اس پر منجانب اللہ رحم نہیں کیا جاتا۔ (صحیح بخاری، کتاب الادب، باب رحمۃ الولد)

یعنی بچوں کو پیار کرنا بھی رحمتِ خداوندی کے حصول کا ذریعہ ہے۔ حضرات حسنین کے علاوہ آپ کا معاملہ درجہ بدرجہ خاندان کے دیگر بچوں کے ساتھ محبت وشفقت کا ہی رہا ہے۔ ایک مرتبہ آپ ﷺ خطبہ دے رہے تھے کہ حضرات حسنین گھر سے نکل آئے، نیا نیا چلنا شروع کیا تھا، قدم لڑکھڑا رہے تھے، فرطِ محبت میں آپ ﷺ سے رُکا نہ جاسکا، آپ درمیانِ خطبہ ممبر سے اُترے اور بڑھ کر ان کو گود میں اٹھالیا۔ پھر فرمایا: اللہ نے سچ کہا ہے: اولاد انسان کی کمزوری ہے۔ میں نے دیکھا، یہ دونوں اپنے کپڑوں میں الجھ کر لڑکھڑا رہے ہیں، مجھ سے صبر نہ ہوا اور میں نے درمیانِ خطبہ ہی اتر کر ان کو گود لے لیا۔
(نسائی کتاب الجمعہ، باب نزول الامام الخ)

کبھی ایسا بھی ہوا کہ درمیانِ نماز کوئی نواسی یا نواسہ آکر کندھے یا پیٹھ پر سوار ہوگیا، آپ نے نماز جاری رکھی، جب رکوع یا سجدہ کیا تو اُتار دیا اور پھر اُٹھالیا۔ (ملاحظہ ہو، بخاری کتاب الادب، باب رحمۃ الولد اور مسند احمد، جلد ۳، صفحہ ۴۹۳، ۴۹۴، نسائی کتاب الصلوٰۃ، باب من یجوز ان تکون سجدۃ اطول من سجدۃ)

اولاد سے آپ ﷺ کو بڑی محبت تھی۔ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے زیادہ اولاد کے ساتھ رحم دل وشفیق شخص نہیں دیکھا۔ (مسلم کتاب الفضائل، باب رحمة عليه السلام، و تواضعه)

اور اگر ان کو تکلیف پہنچتی تو آپ ﷺ بیتاب ہوجاتے، ایک مرتبہ برسرِ عام کہا، فاطمہ! میری ہے، میں فاطمہ کا ہوں، فاطمہ کی تکلیف میری تکلیف ہے۔ (مسلم ترمذی، باب فضل فاطمہ)

غزوۂ بدر میں آپ ﷺ کے داماد حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے شوہر ابوالعاص قیدی بنے، ان کے پاس فدیہ کی رقم نہیں تھی۔ انھوں نے حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو کہلا بھیجا کہ فدیہ کی رقم بھیج دیں۔ حضرت زینب کے پاس حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا دیا ہوا ایک قیمتی ہار تھا، جو اُن کو شادی میں ملا تھا۔ جب نقد رقم پوری نہ ہوئی تو انھوں نے اپنے گلے کا ہار بھی اُتار کر بھیج دیا۔ آنحضرت ﷺ کے سامنے جب وہ ہار آیا تو نہ جانے کیا کیا یادیں نظر کے سامنے گھوم گئیں۔ آپ بے تاب ہوکر رو پڑے۔ شدید رقت طاری ہوگئی۔ صحابہ سے فرمایا: اگر تمہاری مرضی ہو تو بیٹی کو ماں کی یادگار واپس کردوں۔

صحابہ نے رضامندی ظاہر کی اور وہ ہار واپس کر دیا۔ (ابوداؤد، کتاب الجہاد، باب فداء الاسیر بالمال)

آپ ﷺ کے صاحبزادہ ابراہیم رضی اللہ تعالیٰ عنہ مدینہ سے کچھ دور عوالی میں اپنی والدہ کے ساتھ رہتے تھے۔ آپ ﷺ صحابہ کے ساتھ وہاں جاتے اور بچہ کو دیکھ کر آتے۔ اللہ کی تقدیر کہ ان کا بچپن ہی میں انتقال ہوگیا، جب کہ آپ کبرِ سنی کو پہنچ چکے تھے، اور ابراہیم رضی اللہ تعالیٰ عنہ اکیلے نرینہ اولاد تھے۔ آپ ﷺ انتقال کے وقت پہنچ گئے، بچے نے اس حال میں دم توڑا کہ اس کا سر آپ کی گود میں تھا اور آپ کی آنکھیں شدتِ غم سے جاری تھیں۔ مگر اس وقت بھی سیدنا محمد ﷺ بشر کے ساتھ نبی بھی تھے، اس حال میں آپ کو اللہ کی رضا کا خیال تھا، پورے صبر کے ساتھ زبان سے یہ ایمان افروز کلمات نکلے:

اِنَّ الْعَيْنَ تَدْمَعُ وَالْقَلْبَ يَحْزَنَ وَلَانَقُوْلُ اِلَّا مَايَرْضٰى بِهٖ رَبُّنَا وَاِنَّا بِفِرَاقِكَ يَآاِبْرَاهِيْمُ لَمَحْزُوْنُوْنَ. (بخاری کتاب الجنائز، باب قول النبی انا بك لمحزونون)

”آنکھ آنسو بہا رہی ہے، دل غمگین ہے، مگر سوائے اس بات کے جو اللہ کو پسند ہو ہم کچھ نہیں کہہ سکتے۔ بخدا! ابرہیم! تمہاری جدائی سے ہم بہت غمگین ہیں۔“

(۷۴) خادموں کے ساتھ برتاؤ

گھر کے لوگوں میں سب سے کمزور پوزیشن ملازم یا خادم پیشہ لوگوں کی ہوتی ہے اور اگر یہ لوگ غلام یا باندی ہوں تب تو ان کی بیچارگی اور کسمپرسی کی کوئی حد اور انتہا ہی نہیں رہتی۔ زمانۂ جاہلیت میں ان کی حالت جانوروں سے بھی بدتر ہوتی تھی۔ رسول اللہ ﷺ نے ان کو اس ذلیل مقام سے اٹھا کر آزادوں کے تقریباً مساوی مقام دیا، غلاموں کے مالکوں کو مخاطب کر کے فرمایا: یہ تمہارے بھائی ہیں، اللہ نے ان کو تمہاری ملکیت میں دے دیا ہے، مالکوں کی ذمہ داری ہے کہ اپنے غلاموں کے ساتھ نہایت درجہ کا حسنِ سلوک کریں، جو خود کھائیں وہی انہیں بھی کھلائیں جو خود پہنیں وہی ان کو بھی پہنائیں۔ ان کی طاقت سے زیادہ کاموں کا بوجھ ان پر نہ ڈالیں۔ اور اگر کسی وجہ سے کوئی مشکل کام ان کے سپرد کریں تو خود بھی اس کام میں شریک ہوجائیں اور ان کی مدد کریں۔ (بخاری، کتاب الایمان، باب المعاصی من امر الجاہلیۃ)

غلاموں کے ساتھ حسنِ سلوک اور ان کے حقوق کی ادائیگی کے بارے میں آپ ﷺ کی تاکید اور خود آپ کے طرزِ عمل نے صحابہ کرام کے یہاں محمود و ایاز کا فرق باقی نہ رہنے دیا تھا۔ آپ نے حضرت زید کی شادی اپنی پھوپھی زاد بہن حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے کر دی تھی، وہ آپ کے آزاد کردہ غلام ہی تھے۔ آپ، ان سے اور ان کے صاحبزادہ حضرت اسامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ایسی شفقت ومحبت کا معاملہ فرماتے تھے کہ دیگر صحابہ ان دونوں کو ”محبوبِ رسول“ کے لقب سے یاد کرتے تھے۔

ایک مرتبہ ایک خاص مسئلہ میں صحابہ نے آپ ﷺ سے سفارش کرنی چاہی، مگر رعب کی وجہ سے ایسا نہیں کر پا رہے تھے، باہمی مشورہ سے کہا گیا کہ یہ سفارش بس اسامہ ہی کر سکتے ہیں، جو رسول اللہ ﷺ کے محبوب بھی ہیں اور محبوب زادے بھی۔ (بخاری، کتاب احادیث الانبیاء۔ مسلم کتاب الحدود، باب قطع ید السارق)

آپ کا عام معمول تھا کہ جو غلام بھی آپ ﷺ کے پاس آتا اس کو آپ فوراً آزاد کر دیتے۔ وہ آزاد ہوجاتا لیکن آپ کے احسان وکرم کی قید سے آزاد نہیں ہوسکتا تھا۔ حضرت زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو آپ نے آزاد کر دیا تھا، ان کے باپ ان کو لینے کے لیے آئے لیکن اللہ کے رسول ﷺ کی محبت وتعلق نے ان کو جانے نہیں دیا۔

آپ ﷺ نے اپنی عمر بھر کسی عورت یا خادم پر ہاتھ نہیں اٹھایا۔ (شمائل ترمذی)

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ آپ ﷺ کے خادمِ خاص تھے۔ کہتے ہیں کہ میں نے دس سال لگاتار آپ کی خدمت کی، آپ نے ایک مرتبہ بھی مجھ سے اُف تک نہیں کہا، اور نہ کبھی یہ کہا کہ ایسا کیوں کیا؟ یا ایسا کیوں نہیں کیا۔

(بخاری، کتاب الادب باب حسن الخلق والسخاء......)

(۷۵) رسول اللہ ﷺ کے معمولات

رسول اللہ ﷺ جو وقت اپنے گھر میں گزارتے تھے، اس کے آپ نے تین حصے کر لیے تھے۔ ایک حصہ اللہ تعالیٰ کی عبادت کے لیے تھا، دوسرا اہلِ خانہ کے حقوق کی ادائیگی کے لیے، اور تیسرا حصہ اپنے آرام و راحت کے لیے۔ پھر اس تیسرے حصہ میں بھی جو اپنے آرام و راحت کے لیے تھا آپ اپنے امتیوں کو بھی شریک فرما لیا کرتے تھے اور اس کی صورت یہ ہوتی تھی کہ اس وقت خواص صحابہ کرام کو حاضری کی اجازت ہوتی تھی اور ان کے ذریعہ علوم و معارف عوام تک پہنچاتے تھے، اس طرح اگرچہ یہ وقت عمومی ملاقات کا تو نہ تھا لیکن اس کے فیض سے عامۃ الناس بھی محروم نہ رہتے تھے۔ خواصِ صحابہ کرام اس وقت میں اپنے اور دوسروں کے مسائل لے کر حاضر ہوتے اور آپ ﷺ ان مسائل کو حل فرماتے تھے کہ جو شخص کسی بھی وجہ سے اپنی ضرورت مجھ سے نہ کہہ سکتا ہو، آپ حضرات اس کی حاجت وضرورت مجھ تک پہنچا دیا کریں اور یہ بھی فرماتے تھے کہ اس کارِ خیر کے بدلے اللہ تعالیٰ اس کو ثابت قدم رکھے گا۔ (شمائل ترمذی)

نمازِ عصر کے بعد آپ اُمہات المؤمنین کے یہاں تشریف لے جاتے اور سب سے خیریت دریافت کرتے۔

(شرح المواہب للزرقانی، ذکر ام سلمۃ)

رات کے معمولات حدیث کی کتابوں میں تفصیل سے آئے ہیں۔ عشاء کے بعد ازواجِ مطہرات میں جس کی باری ہوتی، ساری ازواجِ مطہرات وہاں جمع ہوتی اور کچھ دیر مجلس رہتی۔ (ابوداود)

عشاء کے بعد دیر تک جاگنا آپ کو ناپسند تھا، لیکن اگر کبھی کوئی معاملہ مشورہ طلب ہوتا تو آپ اکابر صحابہ سے اس وقت مشورہ کرتے۔ (ترمذی، کتاب الصلوٰۃ)

نصف شب عبادت فرماتے۔ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ اللہ کے رسول ﷺ کو کوئی اگر رات میں سوتے دیکھنا چاہتا تو دیکھ لیتا اور اگر نماز پڑھتے دیکھنا چاہتا تو دیکھ لیتا۔

(۷۶) خانہ نبوی ﷺ کا زاہدانہ ماحول

رسول اللہ ﷺ کو اپنے اہل وعیال سے کامل محبت تھی اور آپ ﷺ ان کا پورا پورا خیال رکھتے تھے۔ اس کا تقاضا یہ ہوسکتا تھا کہ آپ خود تنگی و پریشانی کے ساتھ گزر اوقات کر لیتے مگر اپنے گھر والوں کے لیے تو کم از کم رفاہیت اور آرام کے انتظامات کر ہی دیتے۔ انسان کے لیے خود پریشانیاں برداشت کرنا آسان ہوتا ہے، مگر اپنے اہلِ خانہ اور بچوں کے چہروں پر وہ فقر کے سائے نہیں دیکھ سکتا۔ لیکن آپ ﷺ کا طرزِ عمل اس سلسلہ میں بالکل ممتاز اور آپ ﷺ کی شانِ نبوت کے مطابق ہے۔ آپ کے گھر کا ماحول اور عمومی نقشہ ویسا ہی تھا جو:

"اَللّٰھُمَّ لَا عَیْشَ اِلَّا عَیْشُ الْاٰخِرَۃِ" اور "اَلدُّنْیَا مَلْعُوْنَۃٌ، مَلْعُوْنَۃٌ مَّا فِیْھَا اِلَّا ذِکْرُ اللّٰہِ وَمَا

وَالَاہٗ.“ (یعنی اصل زندگی تو آخرت کی زندگی ہی ہے۔ اور رہی دنیا تو یہ لعنتی ہے سوائے ان چیزوں کے جن کا اللہ سے کچھ تعلق ہے)

آپ ﷺ نے کبھی اس کی فکر نہیں کی کہ آپ کے گھر والوں کو دنیا کی زندگی میں رفاہیت حاصل ہو۔ آپ ﷺ یہ دعا اکثر فرماتے تھے کہ:

”اَللّٰھُمَّ ارْزُقْ آلَ مُحَمَّدٍ قُوْتًا.“ (بخاری، کتاب الرقاق، باب کیف کان عیش النبی)

”اے اللہ! محمد کے گھر والوں کو بقدرِ ضرورت رزق عطا فرما دیجئے۔“

ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا جو آپ ﷺ کو انتہائی محبوب تھیں، فرماتی ہیں کہ ہمارے گھر میں کئی کئی دن چولہا جلنے کی نوبت نہیں آتی تھی، پوچھا گیا: ام المومنین رضی اللہ تعالیٰ عنہ پھر کیسے بسر ہوتی تھی؟ کہا بس کھجور اور پانی سے۔ (بخاری، کتاب الرقاق، باب کیف کان عیش النبی)

ایک اور روایت میں فرماتی ہیں کہ کبھی ہم کو دو وقت لگاتار باقاعدہ کھانا نہیں ملا، ایک وقت ضرور صرف کھجور پر بسر کرتے۔ (بخاری، کتاب الرقاق، باب کیف کان عیش النبی)

ازواجِ مطہرات کے پاس صرف ایک ہی جوڑا کپڑا رہتا۔ (بخاری، کتاب الحیض، باب تصلی المرأۃ فی ثوب)

گھر میں آٹا چھانے بغیر پکتا۔ کبھی چپاتی پکنے کی نوبت نہیں آتی، راتوں کو چراغ نہیں جلتے تھے۔ (بخاری کتاب الصلوٰۃ، باب الصلوٰۃ علی فراش)

آپ ﷺ کے بستر کی یہ حالت ہوتی کہ ایک چٹائی پر لیٹتے کہ جسم مبارک پر اس کے نشان پڑ جاتے۔ (حوالہ بالا و ترمذی، کتاب الزہد،)

کبھی چمڑے کے اندر بھوسا بھر کر گدا بن جاتا، بس یہی بستر تھا۔ (بخاری کتاب الرقاق)

ایک مرتبہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے گھر کے اندر نظر دوڑائی تو گھر کی کل متاع چند کلو جو اور چمڑے کے چند ٹکڑے ہی نظر آئے۔ رسول اللہ ﷺ کی اس بے سروسامانی کی زندگی پر ان کا یہ فدائی رو پڑا۔ عرض کیا: اللہ کے رسول! آپ کا یہ حال ہے، قیصر و کسریٰ اللہ کے باغی کیسے کیسے عیش لوٹتے ہیں؟ آپ کا چہرہ سرخ ہو گیا اور جلالی شان کے ساتھ فرمایا: عمر کچھ شک ہے، اُن لوگوں کو سارے مزے دنیا ہی میں لوٹ لینے ہیں۔ (طبقات ابن سعد)

حجراتِ نبوی کی تعمیر کا یہ حال تھا کہ تعمیر کچی اینٹ کی تھی۔ کچھ حجرے کھجور کی ٹٹیوں کے تھے، چھت اتنی نیچی کہ کھڑے ہو کر ہاتھ لگتا۔ چوڑائی چھ سات گز اور لمبائی دس ہاتھ تھی۔ دروازوں کو قاعدے کا پردہ بھی میسر نہ تھا۔ بوسیدہ کمبل ہی ڈال دیا جاتا تھا۔

ازواجِ مطہرات بھی اس طرزِ عمل پر نہایت قانع تھیں اور صبر و شکر سے گزر کرتی تھیں۔ جب اللہ کی طرف سے فتوحات کے بعد غذائی اشیا اور مال و دولت کی کچھ فراوانی ہوئی تو اُن کو امید ہوئی کہ عام انسانوں کی طرح اللہ کے رسول ﷺ اپنے گھر کے معیار میں کچھ بہتری لائیں گے۔ کم از کم دو وقت کی روٹی کی حد تک تو ان کو بھی امید تھی کہ یہ میسر ہو ہی جائے گی اور انھوں نے اس کا مطالبہ کیا، مگر اللہ کے رسول ﷺ نے اس کو ایسا ناپسند کیا کہ ایک ماہ تک گھر کے اندر تشریف نہیں لے گئے۔ اور اللہ کی طرف سے آپ کو یہ حکم دیا گیا کہ آپ اپنی بیویوں سے صاف کہہ دیں کہ اللہ کے رسول ﷺ کی رفاقت تو

اسی حال اور فقر و فاقہ کے ساتھ ہی ممکن ہے، اس گھر کا تو یہی حال رہے گا، اگر تم میں سے کسی کو دنیا کی زندگی کی رفاہیت و زینت کی طلب ہے تو وہ مجھ سے بحسن وخوبی الگ ہوسکتی ہے اور اگر تم کو اللہ کی رضا رسولِ خدا کی رفاقت اور آخرت زیادہ محبوب ہے تو اللہ نے تمہارے لیے اجرِ عظیم تیار کر رکھا ہے۔ یہ حکم قرآن کی آیات کی شکل میں نازل ہوا۔ (سورۂ احزاب: ۲۸، ۲۹) آپ نے ازواجِ مطہرات کو اس فیصلہ سے مطلع کر دیا، ان سب نے بیک زبان اللہ کے رسول ﷺ کی رفاقت کو اختیار کیا۔ (مسلم كتاب الطلاق، باب بيان ان تخير المرأة لا يكون طلاقا)

جیسا کہ ابھی اشارہ کیا جا چکا ہے کہ یہ فقر و زبوں حالی اس وقت بھی قائم رہی جب آپ ﷺ کے پاس مال و دولت کے ڈھیر آکر لگنے لگے تھے۔ جس دن مال آتا، آپ اُس وقت تک گھر کے اندر تشریف نہ لے جاتے جب تک وہ تقسیم نہ ہو جاتا، فدک سے کچھ غلہ آیا، حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بیچ کر وہ قرض ادا کیا جو ایک یہودی سے آپ ﷺ نے کسی دینی ضرورت کے لیے لیا تھا۔ آپ نے حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے (جو گھریلو امور کی نگرانی کرتے تھے) پوچھا کہ کچھ بچا تو نہیں؟ انہوں نے کہا: کچھ بچ رہا۔ فرمایا: جب تک کچھ بچ رہے گا میں گھر کے اندر نہیں جا سکتا۔ انہوں نے عرض کیا: اللہ کے رسول ﷺ کیا کروں، کوئی سائل بھی تو نہیں۔ مگر آپ نے رات مسجد ہی میں بسر کی۔ دوسرے دن حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اطلاع دی، اللہ کے رسول! اللہ نے آپ کو سبکدوش کر دیا، یعنی جو کچھ تھا وہ تقسیم کر دیا گیا، آپ نے خدا کا شکر ادا کیا اور پھر گھر کے اندر گئے۔ (ابوداؤد، باب ہدایات المشرکین)

حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے ساتھ آپ کو جیسا تعلق تھا اس کا کچھ تذکرہ گزر چکا ہے۔ ان کا یہ حال تھا کہ گھر کے سارے کام کاج کرتے کرتے کپڑے غبار میں اَٹ جاتے، چکی پیسنے سے ہاتھوں میں گٹے پڑ گئے تھے، مشک بھر بھر کر لانے سے گردن میں نشان پڑ گیا تھا۔ ایک موقع پر کہیں سے کچھ غلام و باندیاں آئیں، حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی یہ حالت آپ ﷺ کو بتلائی اور ایک خادمہ مانگی۔ آپ نے حضرت فاطمہ کو مخاطب کر کے فرمایا: فاطمہ اللہ سے ڈرو! گھر کا کام خود کرو، اللہ کے حقوق و فرائض ادا کرو اور سوتے وقت ۳۳ مرتبہ سبحان اللہ، ۳۳ مرتبہ الحمد للہ اور ۳۴ مرتبہ اللہ اکبر کہہ کر سویا کرو۔ یہ تمہارے لیے باندی سے بہتر ہے۔ بعض روایات میں ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ بدر کے یتیموں کا حق تم سے پہلے ہے۔ دوسری روایات میں اس کا بھی اضافہ ہے کہ آپ نے یہ بھی کہا کہ اہلِ صفہ کے پیٹ بھوک سے پچکے جا رہے ہیں، میں تم کو کیسے دے دوں۔ (ابوداؤد، کتاب الخراج، باب بیان موضع قسم الخمس بخاری کتاب الجہاد، باب بیان ان الخمس النوائب رسول اللہ ﷺ بحوالہ ماہنامہ الفرقان، ماہ مارچ ۲۰۰۷ء مطابق صفر ۱۴۲۷ھ)

⑦⑦ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ایک تحریری فتویٰ

امام احمد رحمہ اللہ تعالیٰ نے کتاب الزہد میں ایک روایت نقل کی ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ایک تحریری استفتاء لیا گیا کہ اے امیر المؤمنین! ایک وہ شخص جسے نافرمانی کی خواہش ہی نہ ہو اور نہ کوئی نافرمانی اس نے کی ہو اور وہ شخص جسے خواہش معصیت ہے لیکن وہ برا کام نہیں کرتا تو ان میں افضل کون ہے؟ آپ نے جواب میں لکھا کہ جنہیں معصیت کی خواہش ہوتی ہے، پھر نافرمانیوں سے بچتے ہیں، یہی لوگ ہیں جن کے دلوں کو اللہ تعالیٰ نے پرہیزگاری کے لیے آزما لیا ہے، ان کے لیے مغفرت ہے اور بہت بڑا اجر و ثواب ہے۔ (تفسیر ابن کثیر، جلد ۵، صفحہ ۱۴۳)

⑦⑧ ایک نومسلمہ عورت کی عجیب کارگزاری

میں ایک امریکی خاتون ہوں اور امریکہ کے قلب ''نیویارک'' میں پیدا ہوئی۔ میری نوجوانی ایک ''امریکی'' لڑکی ہی کی طرح گزری۔ میرا ایک ہی شوق تھا، امریکہ کے ''عظیم شہر'' کی گلیمر بھری زندگی میں جاذبیت اور دلکشی کی دوڑ میں حصہ لوں۔ میں فلوریڈا کے شہر میامی کے ایک ساحلی مقام پر رہنے لگی، پھر سال گزرنے لگے اور میرے اندر اطمینان اور سکون بجائے بڑھنے کے کم ہوتا گیا، میری نسوانی کشش جس قدر بڑھتی جاتی، اور جتنا میں (بظاہر) کامیابیوں کی منزلیں طے کرتی میرے اندرونی خلا اور بے اعتمادی میں بھی اسی قدر اضافہ ہوتا جاتا۔ میں ایک شدید قسم کی ذلت اور حقارت میں اپنے آپ کو ڈوبا ہوا محسوس کرتی، میں فیشن کی غلام بن گئی تھی اور میرا مصرف بس یہ تھا کہ دوسروں کی آنکھوں اور دلوں کو خوش کروں۔

میرا معیارِ زندگی جتنا ''اونچا'' ہوتا، میرا اعتماد اتنا ہی نیچا ہوجاتا۔ میں نے ان حقائق سے منہ چرانا چاہا، مگر وہ فرار کے ہر موڑ پر مجھ کو منہ چڑانے کے لیے موجود ہوتے۔ آخر میں اپنے آپ سے اوب گئی، میں نے نشہ کی پناہ لی، کلبوں اور پارٹیوں میں جاکر دل بہلانا چاہا، مگر سب بے سود۔ میں نے روحانی مراقبوں سے اپنی بے سکونی کا علاج کرنا چاہا، جب یہ تدبیریں ناکام ہوگئیں تو مذہب بدلے، ایکٹوازم کا سہارا لیا، یعنی فلاحی اور اجتماعی تحریکوں میں لگی، مگر مرض بڑھتا گیا، جوں جوں دوا کی کے مصداق میری ترقیوں میں جو اضافہ ہورہا تھا، اور میرا لائف اسٹائل جیسے جیسے آگے بڑھ رہا تھا، میری اندرونی بے اعتمادی کی آگ مجھے جلاتی جارہی تھی۔

میں نے دیکھا کہ اسلام اور اسلامی اقدار وتہذیب کے خلاف ایک خطرناک اور چوطرفہ حملہ ہوچکا ہے۔ اور پھر بد اور بدنام ''نئی صلیبی جنگ'' کا بھی اعلان ہوتا ہے، اب مجھے اسلامی نامی ایک چیز کی طرف توجہ ہوتی ہے، اب تک تو میرے ذہن میں اسلام کے نام پر صرف چند تصویروں کے نقوش تھے، ترپالوں میں لپٹی عورت، بیبیوں کو پیٹتے مرد، گھروں کے پچھلے حصے میں زنان خانے اور دہشت گردی کی دنیا۔

میں ایک سماجی کارکن تھی، جو عورتوں کی آزادی کی علم بردار اور دنیا میں لوگوں کی بہتر زندگی کے لیے کچھ کرنا چاہتی تھی، اپنے اس کام کے سلسلے مین میری ملاقات ایک سینئر کارکن سے ہوئی جو اس سلسلے میں اچھا کام کرچکا تھا۔ وہ بلا کسی تفریق کے سارے انسانوں کے لیے انصاف اور فلاح و بہبود کا داعی تھا، اس شخص سے ملاقات کے بعد مجھے احساس ہوا کہ انصاف، آزادی اور احترام، یہ آفاقی اقدار ہیں اور سارے انسانوں کو ملنے چاہیے نہ کہ صرف بعض کو۔ اب مجھے احساس ہوا کہ سارے انسانوں کے لیے بھلا سوچنا خلوص کے بعد ہی ممکن ہے، پہلے میں صرف چند کے لیے اچھا سوچتی تھی، اب میں بلاتفریق ہر قسم کے لوگوں کے حقوق کے بارے میں سوچنے لگی۔

اچانک ایک دن میرے سامنے قرآنِ مقدس آیا، مغرب نے جس کی بڑی منفی تصویر بنا رکھی ہے۔ پہلے تو قرآن کے اسلوب وانداز نے مجھے متوجہ کیا، پھر اس نے کائنات، انسان اور زندگی کے حقائق اور عبد ومعبود کے رشتے پر جو روشنی ڈالی ہے اس نے مجھے مسحور کردیا۔ میں نے دیکھا کہ قرآن نے اپنی بصیرت کا مخاطب براہِ راست انسان اور اس کی روح کو بنایا ہے، اور وہ کسی بچولیے یا پادری کے بغیر انسان کو اللہ کا مخاطب بناتا ہے۔

آخرکار وہ لمحہ آگیا جب میں نے سچائی کو تسلیم کرلیا اور میں جس منزل کے لیے سرگرداں تھی اور جس سکون کے لیے بیتاب تھی، مجھے یقین ہوگیا کہ وہ صرف اسلام قبول کرکے ہی حاصل ہوسکتا ہے۔ میری داخلی بے تابیوں اور اضطراب کا علاج

صرف ایمان سے ہوسکتا ہے، اور میرے مسائل کا حل مہم جوئی میں نہیں عملی مسلم بننے میں ہے۔

میں نے ایک برقعہ اور سر اور گردن کو ڈھکنے والا اسکارف خرید لیا، جو ایک مسلم عورت کا شرعی لباس ہے۔ اب میں اس اسلامی باوقار لباس کے ساتھ ان راستوں اور ان دوکانوں اور لوگوں کے سامنے سے گزرتی جن کے سامنے کچھ دن پہلے میرا گزر شارٹ اور ''شاندار'' مغربی لباسوں میں ہوتا تھا۔ سب کچھ وہی ہوتا تھا جو پہلے ہوتا تھا، بس ایک چیز بدلی ہوئی تھی، یعنی میں اور میرا اندرونی اطمینان وسکون اور خوداعتمادی اور تحفظ کا احساس۔ ایسا احساس جو مجھے پہلی مرتبہ ہوا تھا۔ مجھے محسوس ہوا ساری زنجیریں ٹوٹ کر بکھر گئی ہیں، میری گردن کے طوق پاش پاش ہوگئے ہیں، اور میں نے آزادی حاصل کرلی ہے۔ میں بڑی خوش تھی کہ ان آنکھوں میں اب تعجب اور دوری کے آثار تھے، جو پہلے مجھ کو ایسے دیکھتے تھے جیسے شکاری اپنے شکار کو اور باز ننھی چڑیا کو۔ حجاب نے میرے کندھوں کے ایک بڑے بوجھ کو ہلکا کردیا، مجھے ایک خاص طرح کی غلامی اور ذلت سے نکال لیا، اب دوسروں کے دلوں کو لبھانے کے لیے میں گھنٹوں میک اپ نہیں کرتی تھی، اب میں اس غلامی سے آزاد تھی۔

ابھی میں پردے میں صرف سر اور گردن ڈھکتی اور ''عبایہ'' (برقعہ) پہنتی، مگر مجھے نقاب کی طرف توجہ ہوئی اور وہ اس لیے کہ میں نے دیکھا کہ مغرب کی مسلم عورتوں میں نقاب کا رواج بڑھتا جارہا ہے۔ میں نے اپنے شوہر سے (جن سے اسلام قبول کرنے کے بعد میں نے نکاح کرلیا تھا) مشورہ کیا۔ ان کی رائے تھی کہ چہرہ ڈھکنا یعنی نقاب افضل ہے، لازمی نہیں، البتہ حجاب یعنی چہرے کے علاوہ جسم ڈھکنا لازم ہے۔ ابھی تک میرا پردہ یہ تھا کہ صرف ہاتھ اور چہرے کو چھوڑ کر میرا پورا جسم ڈھکا ہوتا، میں ایک اسکارف اور ایک ڈھیلا ڈھالا لمبا عبایہ (گاؤن) استعمال کرتی۔ ڈیڑھ سال اسی طرح گزرا، پھر میں نے اپنے شوہر سے کہا: میں چہرہ بھی ڈھکنا چاہتی ہوں اس لیے کہ مجھے لگتا ہے کہ یہ میرے اللہ کو زیادہ راضی کرنے والا عمل ہوگا۔ وہ مجھے ایک دوکان پر لے گئے، جہاں میں نے ''اسدال'' (ایک عربی برقعہ جو سر سے پاؤں تک ہر چیز ڈھک دیتا ہے) خریدا۔ جس میں صرف آنکھیں کھلتی ہیں اور کچھ نہیں۔

ہدایت یابی کا میرا یہ سفر جاری تھا کہ خبریں آنی شروع ہوئیں کہ آزادی کے علمبرداروں اور نام نہاد انسانی حقوق کے لیے کام کرنے والوں نے حجاب ونقاب کے خلاف مہم چھیڑ دی ہے۔ کوئی کہتا ہے کہ حجاب عورت پر ظلم کی علامت ہے، کوئی اعتراض کررہا ہے کہ یہ اتحاد ویکجہتی میں رکاوٹ بن رہا ہے، اور اب مصر سے کسی نے یہ کہتے ہوئے سُر میں سُر ملایا کہ یہ پچھڑے پن کی نشانی ہے۔ یہ بھی کیسی منافقت اور دوغلا رویہ ہے کہ اگر کوئی حکومت عورتوں کے لباس کے لیے کچھ ضابطے بنائے تو مغرب کہتا ہے کہ یہ انسانی آزادی کی مخالفت اور حقوقِ انسانی کی خلاف ورزی ہے، اور اگر عورت اپنے انتخاب سے نقاب اوڑھے تو آپ اُس کی آزادیوں کو سلب کرتے ہیں، اس کو تعلیم اور سروس سے محروم کردیتے ہیں۔ یہ ظلم صرف تیونس اور مراکش جیسی استبدادی حکومتیں ہی نہیں کررہی ہیں بلکہ یہ فرانس، ہالینڈ اور برطانیہ میں بھی ہورہا ہے۔

اب میں بھی فیمنسٹ (عورتوں کے حقوق کی حامی) ہوں مگر ایک مسلم فیمنسٹ، جو مسلم عورتوں کو دعوت دیتی ہے کہ وہ اپنی ایمانی ذمہ داریوں کو ادا کریں، اپنے شوہروں کو ایک اچھا مسلمان بننے میں مدد کریں، اپنے بچوں کی اس طرح تربیت کریں کہ وہ استقامت کے ساتھ دین پر جمیں اور اندھیروں میں بھٹک رہی انسانیت کے لیے منارۂ نور بن جائیں۔ میری آپ کو دعوت ہے کہ آپ ہر خیر کو لازم پکڑلیں اور ہر شر سے نبرد آزما ہوجائیں، حق کی آواز بلند کریں اور بدی کی مخالفت پر کمر کس لیں۔ ہمارے نقاب وحجاب کے حق کے لیے لڑیں اور اللہ کو راضی کریں۔ میں چاہتی ہوں کہ ہم سب پردہ کرنے والی عورتیں

اپنی ان ساری بہنوں کو حجاب کے بارے میں بتائیں جو بدقسمتی سے نہیں جانتیں کہ پردہ کیا مبارک شے ہے۔ ہم ان کو بتائیں کہ حجاب ہم کو کتنا عزیز ہے اور ہم کیوں نہایت فخر و محبت کے ساتھ اس کو گلے سے لگائے ہوئے ہیں۔

میں جن معزز خواتین کو جانتی ہوں کہ انھوں نے صرف حجاب پر اکتفا نہیں کیا بلکہ نقاب سے چہرہ بھی ڈھکا، ان میں سے اکثر مغربی نومسلم خواتین ہیں۔ ان میں سے کچھ تو غیر شادی شدہ دوشیزائیں ہیں۔ اکثر کو تو نقاب کی وجہ سے مسائل بھی پیش آتے ہیں، ان کی سوسائٹی، خاندان اور گھر کے لوگ ان کی مخالفت کرتے ہیں۔

یہ آزادانہ انتخاب کے حق کو تسلیم نہ کرنے ہی کی ایک شکل ہے کہ معاشرے میں ہر طرف سے ذرائع ابلاغ کے ذریعہ سے عورتوں پر ننگے ہونے اور بھڑکیلے کپڑے کی حد تک دلربائی اختیار کرنے کی اندھا دھند تبلیغ کی جائے۔ اور عملاً ان کو خواہی نہ خواہی اس کو اختیار کرنے پر مجبور کر دیا جائے، میرا کہنا ہے کہ عورتوں کو حجاب کی تہذیب کو جاننے کا بھی برابر موقع دیا جانا چاہیے، تاکہ وہ اس پاک و پرسکون تہذیب کی خوبیوں کو جان سکیں، اور ان کو وہ معلوم ہو جو مجھے معلوم ہوا ہے، میں کل تک عریانیت کو ہی اپنی آزادی کی علامت سمجھتی تھی، پھر مجھ پر منکشف ہوا کہ وہ ایک پابجولاں آزادی تھی، جس نے مجھ کو خود اعترافی اور ذاتی اعتماد سے عاری کر دیا تھا اور میری روح کو بے چینی کی آگ میں ڈال دیا تھا۔

مجھے اپنے فحش لباس کو اُتار کر اور مغرب کی دلربا طرزِ زندگی کو چھوڑ کر اپنے خالق کی معرفت و بندگی والی ایک باوقار زندگی کو اختیار کرنے سے جو مسرت و اطمینان کا احساس ہوا ہے میں اس کی کوئی مثال نہیں دے سکتی۔ ایسی خوشی مجھے کبھی نہیں ہوتی تھی، اس لیے چہرہ ڈھکنے اور نقاب پر مجھے اصرار ہے، پردہ میرا حق ہے جو میں کسی قیمت پر نہیں چھوڑ سکتی۔ اس کے لیے میں لڑ مروں گی مگر اس کو کسی قیمت پر نہیں چھوڑوں گی۔

نقاب آج عورت کی آزادی کی ایک باعزت علامت ہے، جو اس کو گندی مخلوق کی ہوس رانیوں کا، ٹائلیٹ پیپر کی طرح کا، سامان بننے سے بچاتا ہے، نقاب پہن کر عورت پہچانتی ہے کہ وہ کون ہے؟ اس کا مقصدِ زندگی کیا ہے؟ اور اس کو اپنے خالق اللہ سے کیسا رشتہ و رابطہ قائم کرنا ہے۔

جو عورتیں اسلامی حجاب کی باوقار و باحیا تہذیب کے بارے میں مغرب کے قدیم گھسے پٹے متعصبانہ تصورات کی شکار ہیں ان سے میں کہتی ہوں:

”تمھیں پتہ نہیں تم کس عظیم نعمت سے محروم ہو۔“

اور ”تہذیب“ کے نامبارک ٹھیکیداروں اور نام نہاد ”صلیبیوں“ سے میرا کہنا ہے کہ:

”تم بھی حجاب کو اختیار کرو، اسی میں تمہاری نجات ہے۔“ (ماہنامہ الفرقان، مارچ ۲۰۰۷ء مطابق ۱۴۲۸ھ، صفحہ ۴۳)

خواب کا بیان

(۷۹) خواب کے آداب

❶ اچھے خوابوں کو پسند کرنا اور ان سے خوش ہونا۔
❷ بڑوں کا چھوٹے سے خواب معلوم کرنا۔
❸ مسجد میں خواب معلوم کرنا۔
❹ مسجد میں خواب کی تعبیر دینا۔
❺ تعبیر دیتے وقت دعاء ماثورہ کا پڑھنا۔
❻ فجر کے بعد خواب کی تعبیر دینا۔

۷ خواب کی کسی صالح، صاحب الرائے اور اہل تعبیر سے تعبیر لینا۔

۸ خواب صالح یا اہل محبت سے ذکر کرنا۔

۹ اچھے خواب پر الحمد للہ کہنا۔

۱۰ برے خواب پر تعوذ پڑھنا۔

۱۱ پریشان کن خواب پر نماز پڑھنا۔

۱۲ پریشان کن اور برے خواب کا کسی سے ذکر نہ کرنا۔

(۸۰) خواب معلوم کرنا

حضرت سمرۃ بن جندب رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کہتے ہیں کہ آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کی عادتِ طیبہ تھی کہ اپنے اصحاب سے بکثرت یہ پوچھا کرتے تھے کہ تم میں سے کسی نے خواب میں کچھ دیکھا ہے؟ پس جو خواب دیکھتا وہ آپ کے سامنے خواب پیش کرتا۔

(مختصراً بخاری، جلد۳، صفحہ۱۰۴۳)

فائدہ: مؤمن کا خواب مبشرات الٰہی اور نبوت کا ایک جز ہے۔ حافظ ابن حجر رَحِمَہُ اللّٰہُ تَعَالٰی نے کہا ہے کہ چونکہ آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ خواب کی تعبیر بہت عمدہ دیا کرتے تھے، اس لیے آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ پوچھا کرتے تھے اور آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کا یہ پوچھنا فجر کی نماز کے بعد ہوا کرتا تھا۔ (بخاری جلد۲، صفحہ۱۰۴۳)

(۸۱) خواب پیش کرنا

حضرت ابن عمر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں کہ جو شخص خواب دیکھا کرتا تھا، وہ آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کی خدمت میں پیش کرتا تھا۔ چنانچہ میں نے بھی (اسی تمنا میں کہ کوئی خواب دیکھوں تو آپ کی خدمت میں پیش کروں) کہا، اے اللہ! کوئی خیر ہو تو ہمیں بھی دکھا تا کہ اس کی تعبیر حضورِ پاک صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ سے معلوم کروں۔ چنانچہ میں سویا تو خواب دیکھا۔

(مختصراً بخاری جلد۲، صفحہ۱۰۴۱)

حضرت ابن عمر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں کہ عہدِ نبوت میں حضراتِ صحابہ کرام میں سے کوئی خواب دیکھتا تو آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کی خدمت میں وہ خواب پیش کرتا، تو آپ فرماتے، ماشاء اللہ۔ میں نئی عمر کا جوان تھا، نکاح سے قبل مسجد میں سویا کرتا تھا، میں اپنے دل سے کہتا: اگر تیرے اندر کوئی بھلائی ہوتی تو تو بھی خواب دیکھتا۔ ایک رات میں سویا تو کہا: اے اللہ! اگر آپ جانتے ہیں کہ مجھ میں کوئی اچھائی ہے تو مجھے بھی کوئی خواب دکھایئے۔ (مسند طیالسی، جلد۱، صفحہ۳۵۰، بخاری جلد۲، صفحہ۱۰۴۱)

(۸۲) خواب پسند کرنا

ابوبکرہ ثقفی رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے کہ نبی پاک صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کو اچھے خواب بہت پسند تھے، آپ لوگوں سے خواب کے متعلق پوچھا کرتے تھے، پھر اس کی تعبیر دیتے تھے۔ (ابوداؤد طیالسی، جلد:۱، صفحہ:۳۵۰)

(۸۳) فجر کے بعد خواب معلوم کرنا

ابن زمیل جہنی رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کہتے ہیں کہ جب نبی پاک صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فجر کی نماز پڑھ لیتے تو پیر نکال کر بیٹھ جاتے (یعنی آرام سے) ۷۰ مرتبہ استغفار پڑھتے، فرماتے کہ ۷۰ سات سو کے برابر ہے۔ اس شخص میں کوئی بھلائی نہیں جس کے ایک دن کے گناہ سات سو سے زائد ہوں، پھر لوگوں کی طرف رُخ فرماتے۔ آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ خواب کو بہت پسند فرماتے۔ آپ پوچھتے

کہ تم میں سے کسی نے کوئی خواب دیکھا ہے، چنانچہ راوی ابن زمیل کہتے ہیں کہ میں نے اپنا خواب بیان کیا۔

(سیر، صفحہ ۴۱۱، مجمع، جلد ۶، صفحہ ۱۸۳)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ آپ جب فجر کی نماز سے فارغ ہوتے تو پوچھتے کہ تم میں سے کسی نے خواب دیکھا ہے اور فرماتے کہ میرے بعد نبوت باقی نہیں رہے گی، مگر اچھے خواب۔ (ابوداود، صفحہ ۵۸۴)

فائدہ: آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی عادتِ طیبہ تھی کہ فجر کی جماعت سے فارغ ہوکر لوگوں کی جانب متوجہ ہوکر خواب معلوم فرماتے، کبھی حضرات صحابہ خواب بیان کرتے، کبھی آپ اپنا خواب حضرات صحابہ کے سامنے بیان کرتے۔

⑧④ خواب کی تعبیر صبح کی نماز کے بعد دینا

حضرت سمرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم بسا اوقات اپنے اصحاب سے پوچھتے کہ کوئی خواب دیکھا ہے؟ پس جس کے بارے میں اللہ پاک چاہتا (جس کو اللہ پاک خواب دکھاتا) خواب ذکر کرے، وہ ذکر کرتا اور آپ اس کی تعبیر دیتے۔ (بخاری مختصراً جلد:۲، صفحہ:۱۰۴۳)

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی عادتِ طیبہ تھی کہ آپ صبح کی نماز کے بعد خواب معلوم کرتے اور اسی وقت تعبیر دیتے۔

صبح کی نماز کے بعد ہی خواب کی تعبیر دینی سنت اور بہتر ہے۔ چنانچہ امام بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ نے صحیح بخاری میں ایک باب قائم کیا ہے: ”تَعْبِیْرُ الرُّؤْیَا بَعْدَ صَلٰوۃِ الصُّبْحِ“ علامہ عینی رحمہ اللہ تعالیٰ نے عمدۃ القاری میں اور حافظ ابن حجر نے فتح الباری میں لکھا ہے کہ طلوعِ شمس سے قبل خواب کی تعبیر دینی مستحب ہے۔ نمازِ صبح کے وقت خواب اور اس کی تعبیر اس وجہ سے بہتر ہے کہ رات کے قریب ہونے کی وجہ سے خواب محفوظ ہوگا، تازہ ہونے کی وجہ سے ذہن سے خواب یا اس کے اجزاء غائب نہ ہوں گے، نیز اور بھی دوسرے مصالح ہیں۔

⑧⑤ پہلی تعبیر کا اعتبار

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو پہلی تعبیر دے اس کا اعتبار ہے۔

(ابن ماجہ، صفحہ:۲۷۹)

فائدہ: جس سے اولاً خواب بیان کرے اور تعبیر لے اسی تعبیر کا اعتبار ہے، اسی لیے حکم ہے کہ ہر ایک سے خواب بیان نہ کرے۔ حافظ ابن حجر نے ذکر کیا ہے کہ مسند عبدالرزاق میں ابوقلابہ کا قول ہے کہ جیسی تعبیر دی جائے واقع ہوتی ہے۔

(فتح الباری، جلد ۱۲، صفحہ ۴۳۲)

⑧⑥ خواب کی تعبیر دیتے اور سنتے وقت کیا پڑھے؟

حضرت ضحاک جہنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے خواب سننے کے وقت پڑھا:

خَیْرٌ تَلَقَّاہُ وَشَرٌّ تَوَقَّاہُ وَخَیْرٌ لَّنَا وَشَرٌّ لِاَعْدَآئِنَا وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ. (سیرۃ، جلد:۷، صفحہ:۴۱۱)

”تم کو بھلائی حاصل ہو، برائی سے محفوظ رہو، بھلائی ہمارے لیے برائی دوسروں کے لیے، تعریف اللہ کے لیے، جو ہر عالم کا مربی ہے۔“

(۸۷) مؤمن کا خواب نبوت کا ایک حصہ ہے

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے سنا کہ اچھے خواب نبوت کے چھیالیس حصوں میں سے ایک حصہ ہے۔ (بخاری، جلد:۲، صفحہ:۱۰۳۵)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مؤمن کا خواب نبوت کا چھیالیسواں حصہ ہے۔ (بخاری، جلد:۲، صفحہ:۱۰۳۵)

فائدہ: حافظ ابن حجر رحمہ اللہ تعالیٰ نے خطابی کے حوالے سے بیان کیا ہے کہ اچھا خواب نبوت کا چھیالیسواں حصہ اس طرح ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نبوت سے پہلے چھ ماہ تک اچھے خواب دیکھتے رہے، اس کے بعد وحی کا سلسلہ شروع ہوا جو ۲۳ سال تک جاری رہا اور ایک سال کے ۶ مہینوں کے اعتبار سے دو حصے ہوتے ہیں، پس ۲۳ سال کے کل چھیالیس (۴۶) حصے ہوئے، اس اعتبار سے ۶ ماہ جو اچھے خواب دیکھنے کا زمانہ ہے وہ نبوت کا چھیالیسواں حصہ بن گیا، اور بعض حضرات نے یہ کہا ہے کہ ہمیں اس کی حقیقت اور مطلب معلوم نہیں، اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہی بہتر جانتے ہیں۔

(۸۸) اچھا خواب مؤمن کے لیے بشارت ہے

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: نبوت میں مبشرات کے علاوہ کچھ باقی نہیں۔ پوچھا کہ مبشرات کیا ہیں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اچھے خواب۔ (بخاری، جلد:۲، صفحہ:۱۰۳۵)

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت ہے کہ رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: رسالت اور نبوت منقطع ہوگئی، نہ میرے بعد رسول ہے نہ نبی۔ البتہ مبشرات ہیں۔ پوچھا کہ وہ مبشرات کیا ہیں، فرمایا: اچھے خواب جسے نیک مؤمن دیکھتا ہے، یا دکھایا جاتا ہے۔ (ترمذی، جلد۲، صفحہ۵۱، ابوداؤد، احمد، سیرۃ، جلد۷، صفحہ۴۰۸، ابن ماجہ، صفحہ۲۷۸)

عبادہ بن صامت رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ انھوں نے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ اللہ تعالیٰ کا قول ﴿لَهُمُ الْبُشْرٰى فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا﴾ (ان کے لیے دنیا کی زندگی میں بشارت ہے) کا کیا مطلب ہے؟ آپ نے فرمایا، وہ اچھے خواب ہیں جن کو مؤمن دیکھتا ہے یا دکھایا جاتا ہے۔ (ابن ماجہ، صفحہ۲۷۸)

حضرت ابودرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے منقول ہے کہ آپ نے فرمایا: اچھے خواب مؤمن کے لیے دنیا میں بشارت ہیں۔
(طبرانی، کنز العمال، جلد۱۵، صفحہ۳۹۳)

وحی کے ختم اور خواب کے باقی رہنے کا مطلب حافظ ابن حجر نے یہ ذکر کیا ہے کہ میری (یعنی نبی کریم) کی وفات سے وحی کا سلسلہ جس سے آئندہ ہونے والے اُمور کا علم ہو یہ تو منقطع ہوگیا، البتہ سچے خواب جن سے ہونے والی باتوں کا علم ہوسکتا ہے، باقی ہیں۔ (صفحہ۳۷۶)

(۸۹) اچھا خواب دیکھے تو کیا کرے؟

ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب تم میں سے کوئی پسندیدہ خواب دیکھے تو اللہ کی جانب سے ہے۔ اس پر الحمد للہ کہے اور اسے بیان کرے۔ (بخاری، صفحہ۱۰۴۳)

یعنی اس نعمت پر شکر ادا کرے کہ اللہ تعالیٰ نے اسے نبوت کی ایک خیر سے نوازا۔

⑨⓪ خواب کی نوعیت اور اس کی قسمیں

حضرت ابوقتادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا کہ خواب کی تین نوعیتیں ہیں۔

❶ نفس وذہن کی باتیں۔ اس کی کچھ حقیقت (تعبیر) نہیں۔

❷ جو شیطان کی جانب سے ہو۔ پس جب ناپسندیدہ خواب دیکھے تو شیطان سے پناہ مانگے اور بائیں جانب تھتکارے۔ اس کے بعد کوئی نقصان نہ ہوگا۔

❸ وہ جو خدا تعالیٰ کی جانب سے بشارت ہو۔ اور مؤمن کا خواب نبوت کا چھیالیسواں حصہ ہے، اسے کسی خیر خواہ صاحب الرائے کے سامنے پیش کرے کہ وہ اچھی تعبیر دے اور اچھی بات کہے۔ (ابواسحٰق، سیرۃ جلد ۷، صفحہ ۴۰۷)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: خواب تین قسم کے ہوتے ہیں: ① اللہ کی طرف سے بشارت ② خیالی باتیں ③ شیطان کا خوفزدہ کرنا۔ (ابن ماجہ صفحہ: ۲۷۹)

حضرت عوف بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل فرماتے ہوئے کہتے ہیں کہ آپ نے فرمایا: خواب تین قسم کے ہوتے ہیں: بعض وہ ہوتے ہیں جو شیاطین کی جانب سے خوف کنندہ ہوتے ہیں، تا کہ وہ انسان کو رنجیدہ کریں۔ بعض وہ ہوتے ہیں جن کو انسان بیداری میں خیال کرتا ہے اور سوچتا ہے اور بعض وہ ہیں جو نبوت کا چھیالیسواں حصہ ہیں (یعنی سچا خواب جو خدا کی جانب سے ہے)۔ (ابن ماجہ، صفحہ ۲۷۹)

فائدہ: بسا اوقات انسان بیداری میں جو کرتا اور سوچتا ہے، اس کے ذہن میں رہتا ہے۔ وہ بھی خواب میں آ جاتا ہے، اس کی کوئی تعبیر نہیں۔ وہ خیال کی ایک تصویر ہے، لہٰذا تعبیر کے وقت اس کا خیال ضروری ہے کہ وہ خواب کی کس قسم سے متعلق ہے، صرف ایک قسم کے خواب کی کچھ تعبیر ہو سکتی ہے۔ یہ وہی ہے جسے مبشرات کہا گیا ہے۔ "لَهُمُ الْبُشْرٰى" سے قرآن میں اسی کی جانب اشارہ ہے۔ یہی نبوت کا چھیالیسواں جز ہے۔

فائدہ: حافظ ابن حجر نے بیان کیا ہے کہ خواب کی مختلف قسمیں ہوتی ہیں:

حدیث پاک میں تین قسمیں جو مذکور ہیں، یہ حصر کے لیے نہیں ہے، اس کے علاوہ اور بھی خواب کی قسمیں ہیں۔ مثلاً بیداری کی باتیں، بعینہٖ خواب میں دیکھنا، جیسے کسی کی عادت ہے، فلاں وقت کھانے کی چنانچہ اسی وقت کھانے کو وہ خواب میں دیکھ رہا ہے۔ (فتح الباری، جلد ۱۲، حصہ ۴۰۸)

خواب کی ایک قسم اضغاث بھی ہے جسے خوابہائے پریشان بھی کہا جاتا ہے۔ (صفحہ ۴۰۸) اِدھر اُدھر کا دیکھنا، اس کا تعلق بھی خیالی اُمور سے ہوتا ہے اس کی بھی کوئی تعبیر نہیں۔

⑨① شیطانی خواب

حضرت ابوقتادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، اچھے خواب اللہ کی جانب سے ہوتے ہیں اور بُرے (ڈراؤنے، پریشان کن خواب) شیطان کی جانب سے ہوتے ہیں۔

فائدہ: شیطان پریشان کرنے کے لیے اور وہم میں مبتلا کرنے کے لیے ڈراؤنے خواب دکھاتا ہے۔

(۹۲) ناپسندیدہ خواب کسی سے بیان نہ کرو

حضرت ابوقتادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب تم کوئی پسندیدہ خواب دیکھو تو اپنے دوستوں کے علاوہ کسی سے بیان نہ کرو، اور جب ناپسندیدہ خواب دیکھو تو کسی سے بیان نہ کرو، اس سے کوئی ضرر نہ ہوگا۔

(مختصراً بخاری، جلد۲، صفحہ۱۰۴۳)

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ناپسندیدہ خواب دیکھو تو یہ شیطان کی جانب سے ہے۔ اس کی برائی سے پناہ مانگو اور اسے کسی سے بیان نہ کرو، تو نقصان نہ ہوگا۔ (مختصراً بخاری، جلد۲، صفحہ۱۰۴۳)

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص آپ کی خدمت میں حاضر ہوا اور کہا کہ میں نے خواب میں دیکھا ہے کہ گویا میرا سر کٹ گیا ہے۔ آپ مسکرانے لگے اور فرمایا: جب تمہارے ساتھ خواب میں شیطان کھیلے تو کسی سے مت بتاؤ۔ (مشکوٰۃ، صفحہ۳۹۵)

فائدہ: جو خواب ''اضغاث احلام'' ہوتے ہیں یعنی شیطان کی جانب سے پریشان کن ہوتے ہیں، ان کی تعبیر نہیں ہوتی۔ شاید آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کا علم بذریعہ وحی ہوگیا ہو کہ اس کی کوئی تعبیر نہیں۔ معبرین ایسے خواب کی تعبیر زوالِ سلطنت یا نعمتوں کے زوال سے دیتے ہیں۔ (طیبی، مشکوٰۃ، صفحہ۳۹۵)

(۹۳) ناپسندیدہ خواب دیکھے تو کیا کرے

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب تم میں سے کوئی ناپسندیدہ خواب دیکھے تو بائیں جانب ہوجائے، اللہ تعالیٰ سے بھلائی کا سوال کرے، اس کی برائی سے پناہ مانگے۔

(ابن ماجہ، صفحہ۲۷۹، سیرۃ، جلد۷، صفحہ۴۰۸)

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب تم میں سے کوئی ناپسندیدہ خواب دیکھے تو بائیں جانب تھتکھا دے اور شیطان سے پناہ مانگے ﴿اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ﴾ پڑھے اور کروٹ بدل لے۔

(ابوداؤد، صفحہ۷۰۵)

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ابن ماجہ والی روایت میں ہے بائیں جانب تین مرتبہ تھتکھا دے۔ حضرت ابوقتادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اچھے خواب خدا کی جانب سے ہوتے ہیں اور برے خواب دیکھے تو شیطان مردود سے پناہ مانگے یعنی ﴿اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ﴾ پڑھے اور جس کروٹ پر ہو اُسے بدل لے۔

(ابن ماجہ، صفحہ۲۷۹)

(۹۴) خواب سے بیماری

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ ایک شخص آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آیا اور عرض کیا کہ میں ایسا ڈراؤنا خواب دیکھتا ہوں کہ اسے دیکھنے کے بعد بیمار پڑ جاتا ہوں۔ آپ نے فرمایا: اچھے خواب اللہ کی جانب سے ہوتے ہیں اور برے شیطان کی جانب سے۔ اگر تم میں سے کوئی ایسا خواب دیکھے تو بائیں جانب ۳ مرتبہ تھوک دے اور ﴿اَعُوْذُ بِاللّٰهِ

مِنَ الشَّیْطَانِ الرَّجِیْمِ﴾ پڑھے تو اس سے کوئی نقصان نہ ہوگا۔ (مجمع، جلد۷، صفحہ۱۷۶)

فائدہ: اس سے معلوم ہوا کہ بعض شیطانی خواب ایسے بھی ہوتے ہیں جس سے انسان بیمار پڑ سکتا ہے۔

امام بخاری رَحِمَہُ اللّٰہُ تَعَالٰی نے بھی ابوسلمہ اور ابوقتادہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا کے متعلق بیان کیا وہ خواب دیکھتے تو بیمار پڑ جاتے۔ (بخاری، جلد۲۔ صفحہ۱۰۴۳)

لہٰذا اگر اس قسم کے خواب کے بعد مذکورہ عمل کر لیا جائے تو ضرر سے حفاظت ہو جاتی ہے۔

فائدہ: امام بخاری رَحِمَہُ اللّٰہُ تَعَالٰی نے ابن سیرین رَحِمَہُ اللّٰہُ تَعَالٰی کی روایت میں بیان کیا ہے کہ اگر ناپسندیدہ خواب دیکھے تو اُٹھ جائے اور نماز پڑھے اور کسی سے بیان نہ کرے۔ (بخاری، جلد۲، صفحہ۱۰۴۳)

حافظ ابن حجر رَحِمَہُ اللّٰہُ تَعَالٰی نے بیان کیا ہے کہ اگر برے خواب دیکھے تو اس کے یہ آداب ہیں:

① ﴿اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطَانِ الرَّجِیْمِ﴾ پڑھے۔

② بائیں جانب تھتکار دے۔ ③ کسی سے بیان نہ کرے۔

④ کروٹ بدل لے۔ ⑤ اُٹھ کر نماز پڑھ لے۔

بعضوں نے ایسے موقع پر آیۃ الکرسی بھی پڑھنے کو کہا ہے۔ (فتح الباری، جلد۱۲، صفحہ۳۷۰)

علامہ قرطبی نے بیان کیا ہے کہ برے خواب کے بعد نماز پڑھنا سب آداب کو شامل اور جامع ہے۔ (فتح الباری، صفحہ۳۷۱)

ابراہیم نخعی رَحِمَہُ اللّٰہُ تَعَالٰی سے ناپسندیدہ خواب کے بعد یہ دُعا منقول ہے، اسے پڑھ لے:

"اَعُوْذُ بِمَا عَاذَتْ بِہٖ مَلَآئِکَۃُ اللّٰہِ وَرُسُوْلِہٖ مِنْ شَرِّ رُؤْیَایَ ھٰذِہٖ اَنْ یُّصِیْبَنِیْ فِیْھَا مَآاَکْرَہُ فِیْ دِیْنِیْ وَدُنْیَایَ" (سعید ابن منصور، فتح ۱۲، صفحہ۳۷۱)

"میں اس خواب کی تکلیف وہ اُمور سے اپنے دینی اور دنیوی معاملات میں پناہ مانگتا ہوں، جیسے کہ خدا کے فرشتوں اور اس کے رسول نے پناہ مانگی ہے۔"

(۹۵) صبح کا خواب زیادہ سچا ہوتا ہے

حضرت ابوسعید رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ نقل کرتے ہیں کہ آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے فرمایا: زیادہ سچا خواب صبح کے وقت کا ہوتا ہے۔ (ترمذی، صفحہ۳۹۷)

فائدہ: حافظ ابن حجر نے لکھا ہے کہ سحر کے وقت کے خواب کی تعبیر بہت جلد واقع ہوتی ہے، خاص کر صبح صادق کے وقت کی۔ دوپہر کے وقت کی بھی خواب کی تعبیر جلد واقع ہوتی ہے۔ (فتح الباری، جلد۱۲، صفحہ۳۹۰)

دن اور رات مرد اور عوت کے خواب کا یکساں حکم ہے۔ (فتح الباری، جلد۱۲، صفحہ۳۹۲)

یعنی جس طرح مرد کا خواب صحیح اور قابل تعبیر ہوگا۔ اسی طرح عورت کا بھی ہوگا۔

(۹۶) سچ بولنے والے کا خواب سچا ہوتا ہے

حضرت ابوہریرہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے مروی ہے کہ آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے فرمایا: جو سچ بولنے والا ہوتا ہے، اس کا خواب سچا ہوتا ہے۔ (ابن ماجہ، صفحہ۲۸۰)

فائدہ: جو آدمی جھوٹ بولتا ہے اس کا خواب بھی جھوٹا ہوتا ہے، اس سے ہر شخص اندازہ لگا سکتا ہے کہ اس کا خواب کیسا ہوگا۔ آج جھوٹ کی بیماری عام ہے کہ بسا اوقات آدمی بلا قصد و ارادہ کے بھی جھوٹ بول دیتا ہے۔ جو جتنا سچا ہوگا اس کا خواب اتنا ہی سچا ہوگا۔ اسی لیے حضرات انبیاء ﷺ کا خواب سچا ہوتا ہے۔ جو لوگ نیکی اور صلاح میں کم ہیں، اکثر ان کا خواب اضغاث احلام ہوتا ہے، بہت کم سچا اور لائق تعبیر ہوتا ہے۔ (فتح الباری، صفحہ ۳۶۳)

⑨⑦ خواب کس سے بیان کرے؟

ابو رزین عقیلی فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: خواب نبوت کا چھیالیسواں حصہ ہے۔ تاوقتیکہ نہ بیان کیا جائے، معلق رہتا ہے۔ اسے اپنے دوست، سمجھدار کے علاوہ کسی سے نہ بیان کرو۔

ایک روایت میں ہے کہ خواب کی جب تک تعبیر نہ دی جائے معلق رہتا ہے۔ جب تعبیر دی جاتی ہے تو واقع ہو جاتا ہے، خواب کو کسی خیر خواہ دوست اور صاحب الرائے کے علاوہ کسی سے نہ بیان کرو۔ (مشکوٰۃ، صفحہ ۳۹۶)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ خواب کسی عالم، یا خیر خواہ کے علاوہ سے بیان مت کرو۔ (مجمع، جلد ۷، صفحہ ۱۸۲)

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: جب تم میں سے کوئی خواب دیکھے تو اسے کسی خیر خواہ یا صاحب علم سے بیان کرے۔ (کنز العمال، جلد ۱۹، صفحہ ۲۶۲)

فائدہ: مطلب یہ ہے کہ ہر شخص کے سامنے خواب نہ بیان کرے کہ ناپسندیدہ غلط تعبیر نہ دے دے۔ بلکہ دیندار کے سامنے اسے پیش کرے، اور اسی سے تعبیر لے کہ بسا اوقات جو تعبیر دی جاتی ہے واقع ہو جاتی ہے۔ مزید یہ بھی خیال رہے کہ ہر خواب قابل تعبیر بھی نہیں کہ خواب کی تعبیر کے لیے پریشان ہو۔

⑨⑧ خواب اپنے خیر خواہ دوست سے بیان کرے

حضرت ابوقتادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا: جب کوئی اچھا خواب دیکھے تو اسے اپنے دوست کے علاوہ کسی سے بیان نہ کرے۔

فائدہ: حافظ ابن حجر نے لکھا ہے کہ آپ ﷺ نے دوست کے علاوہ کسی اور سے اس وجہ سے منع کیا ہے کہ بسا اوقات دوسرا شخص بغض یا حسد کی وجہ سے ناپسندیدہ تعبیر نہ دے دے اور ایسا ہی واقع ہو جائے۔ (فتح الباری، جلد ۱۲، صفحہ ۴۳۱)

آپ ﷺ سے متعدد احادیث میں منقول ہے کہ ہر شخص سے اپنا خواب نہ بیان کرے، بلکہ عالم، خیر خواہ، دوست، ذی عقل، صاحب الرائے سے بیان کرے۔ حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ تعالیٰ نے لکھا ہے کہ عالم جہاں تک ممکن ہوگا اچھی تعبیر نکالے گا۔ خیر خواہ خیر ہی کا رُخ اختیار کرے گا، دوست اگر خیر سمجھے گا تو تعبیر دے گا، اگر کچھ شک ہوگا تو خاموش ہو جائے گا۔

(فتح الباری، جلد ۱۲، صفحہ ۳۶۹)

⑨⑨ ذکرِ خواب کے آداب

احادیث پاک سے اچھے خواب کے ذکر کے تین آداب معلوم ہوئے:

① الحمد للہ کہے ② اسے ذکر کرے ③ اس کی تعبیر کسی عالم خیر خواہ (واقفِ فن) سے لے۔ (فتح الباری، جلد ۱۲، صفحہ ۳۷۰)

(۱۰۰) تعبیر واقع ہوتی ہے

آپ ﷺ نے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے فرمایا کہ جب تم تعبیر دو تو اچھی تعبیر دو، خواب کی تعبیر دینے والے کے موافق واقع ہوتی ہے۔ (فتح الباری، جلد۱۲، صفحہ۴۳۲)

(۱۰۱) تعبیر کے اُصول

فائدہ: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ بلاسوچے سمجھے اور اُصولِ تعبیر سے واقفیت کے بغیر تعبیر نہیں دینا چاہیے۔ چونکہ تعبیر کا دینا ایک لطیف فن ہے۔ جو شخص عالم ربانی، متقی، پرہیزگار، علوم اسلام سے واقف عالم امثال کے نکات و اسرار کا عالم ہوگا، وہی شخص اچھی تعبیر دے سکتا ہے۔ خصائل نبوی میں ہے: خواب کی تعبیروں کو دیکھنا چاہیے۔ نبی کریم ﷺ اور صحابہ کرام اور تابعین سے بکثرت خوابوں کی تعبیر نقل کی گئی ہے۔ فن تعبیر کے علماء نے لکھا ہے کہ تعبیر دینے والے شخص کے لیے ضروری ہے کہ سمجھدار متقی پرہیزگار، کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ ﷺ کا واقف ہو۔ (فتح الباری، جلد۱۲، صفحہ۳۹۲)

دربارِ نبوت کی چند تعبیریں

(۱۰۲) چاند کی تعبیر

حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ نبی پاک ﷺ نے پوچھا، تم میں سے کسی نے خواب دیکھا ہے۔ اس پر حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا، میں نے دیکھا ہے کہ تین چاند ہمارے حجرے میں گرے ہیں۔ آپ نے فرمایا: اگر تیرا خواب سچ ہے تو میرا خیال (اس کی تعبیر کے متعلق یہ ہے کہ) اس میں تین افضلین اہلِ جنت مدفون ہوں گے۔ چنانچہ آپ ﷺ، حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ، حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس میں مدفون ہوئے۔ (مجمع الزوائد، جلد۷، صفحہ۱۸۵)

(۱۰۳) دودھ پینے کی تعبیر

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے ایک خواب بیان کیا کہ میرے سامنے دودھ لایا گیا، میں نے اسے پیا (اور پی کر اس قدر سیراب ہوا) کہ میں دیکھ رہا ہوں کہ اس کی سیرابی ناخن سے نکل رہی ہے۔ پھر باقی ماندہ عمر کو دے دیا۔ لوگوں نے پوچھا، آپ نے کیا تعبیر دی؟ آپ نے فرمایا: علم سے۔ (بخاری، جلد۲، صفحہ۱۰۳۷)

فائدہ: حافظ ابن حجر نے لکھا ہے کہ دودھ کی تعبیر قرآن، سنت علم سے ہوتی ہے۔ (فتح الباری، جلد۱۲، صفحہ۳۹۳)

لہٰذا جس نے جتنا دودھ پیتا دیکھا، اسی قدر وہ علم سے مستفیض ہوگا۔ بکری کا دودھ کمالِ صحت، خوشی کی طرف اشارہ ہے، گائے کا دودھ ملک کی خوشحالی کی طرف اشارہ ہے، البتہ درندوں کا دودھ دیکھنا اچھا نہیں ہے۔ (فتح الباری، جلد۱۲، صفحہ۳۹۳)

(۱۰۴) پھونک مار کر اُڑانے کی تعبیر

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے اپنا خواب بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ میں سو رہا تھا، دیکھا کہ میرے ہاتھ میں سونے کے کنگن رکھ دیئے گئے ہیں، جو مجھے بڑے گراں گزرے اور مجھے رنج میں ڈال دیا۔

خواب ہی میں کہا گیا کہ میں اسے پھونکوں۔ چنانچہ میں نے پھونک ماری (تو دونوں اُڑ گئے)۔ میں نے اس کی تعبیر دی کہ دو جھوٹے مدعی نبوت ظاہر ہوں گے۔ ایک اسود عنسی جسے فیروز نے یمن میں مار ڈالا اور دوسرا مسیلمہ کذاب جسے عکرمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے واصل جہنم کیا۔ (بخاری، جلد۲، صفحہ۱۰۴۱)

حافظ ابن حجر نے بیان کیا کہ جس نے دیکھا کہ وہ اُڑ رہا ہے، اگر آسمان کی طرف ہو اور بلا کسی سیڑھی وغیرہ کے ہو تو ضرر کی طرف اشارہ ہے۔ اگر دیکھا کہ آسمان میں اُڑا اور غائب ہوگیا تو موت کی طرف اشارہ ہے۔ اگر لوٹ آیا تو مرض سے صحت کی طرف اشارہ ہے۔ اگر چوڑائی میں اُڑ رہا ہے تو سفر کی طرف اشارہ ہے۔ (فتح الباری، جلد۱۲، صفحہ۴۳۰)

(۱۰۵) شہد اور گھی کی تعبیر

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ انھوں نے خواب دیکھا کہ ان کی دو انگلیوں میں سے ایک انگلی میں شہد اور دوسری انگلی میں گھی ہے۔ دونوں کو چاٹ رہے ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تعبیر دیتے ہوئے فرمایا: اگر تم زندہ رہے تو دو کتابیں یعنی تورات اور قرآن پڑھوگے یعنی اُس کے عالم ہوگے۔ چنانچہ دونوں کے عالم ہوئے۔ (ابویعلیٰ سیرۃ، جلد۷، صفحہ۴۱۰)

فائدہ: شہد اور گھی کی تعبیر علم اور بھلائی سے ہوتی ہے۔

(۱۰۶) سر کٹنے کی تعبیر

ابومجلد رحمہ اللہ تعالیٰ کہتے ہیں کہ ایک شخص آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آیا اور عرض کیا کہ میں خواب دیکھتا ہوں کہ میرا سر کاٹ دیا گیا ہے اور میں اسے دیکھ رہا ہوں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم مسکرائے اور فرمایا: جب تمہارا سر کاٹ دیا گیا تو تم کس آنکھ سے دیکھ رہے تھے۔ ابھی کچھ ہی دیر ہوئی تھی کہ اُن کا انتقال ہوگیا۔ سر کٹنے کی تاویل ان کی وفات سے دی اور دیکھنے کی تعبیر اتباع سنت سے۔ (سیرۃ، جلد۷، صفحہ۴۱۷)

(۱۰۷) خواب گویا حقیقت

حضرت خزیمہ بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے خواب میں دیکھا کہ انھوں نے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشانی مبارک پر سجدہ کیا، انھوں نے اس کا تذکرہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے کیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم لیٹ گئے اور انھوں نے آپ کی پیشانی پر سجدہ کیا۔
(مجمع الزوائد، جلد۱، صفحہ۱۸۲)

فائدہ: خواب کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حقیقت میں پیش کردیا، جس سے خواب کا سچا ہونا واضح ہوگیا۔ ملا علی قاری رحمہ اللہ نے اس حدیث پاک سے یہ اصول مستنبط کیا ہے، خواب میں کوئی نیک کام کرتا دیکھے تو بیداری میں کرلینا مستحب ہے۔
(مرقات، جلد۴، صفحہ۵۵۰)

(۱۰۸) سفید لباس کی تعبیر

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے ورقہ بن نوفل کے بارے میں معلوم کیا گیا۔ حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے کہا کہ انہوں نے تو آپ کی تصدیق کی تھی لیکن ظہورِ نبوت سے قبل انکا وصال ہوگیا۔ آپ نے فرمایا کہ خواب میں دکھائے گئے تو ان پر سفید لباس تھے اگر وہ دوزخی ہوتے تو ان کا لباس اس کے علاوہ ہوتا۔ (مشکوٰۃ، صفحہ۳۹۶)

سفید کپڑے میں ملبوس ہونے کی وجہ سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو ناجی میں شمار فرمایا، اس سے معلوم ہوا کہ کسی کو سفید ملبوس میں دیکھا جائے تو یہ نجات یافتہ کی علامت ہے۔

⑩⑨ اعضاء و جوارح کی تعبیر

حضرت ام الفضل رضی اللہ تعالیٰ عنہا کہتی ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بیان کیا کہ میں اپنے گھر میں آپ کے اعضاء میں سے کوئی عضو دیکھتی ہوں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اچھا خواب دیکھا۔ فاطمہ کی اولاد کو تم دودھ پلاؤ گی۔''
(ابن ماجہ، صفحہ ۲۸۰)

عضو سے اشارہ اولاد کی طرف ہے، اور گھر میں دیکھنے کا مطلب یہ ہے کہ تمہارے گھر میں اس کا رہنا ہوگا۔ ظاہر ہے کہ بچہ کا رہنا پرورش اور دودھ پلانے کے لیے ہی ہوسکتا ہے۔

⑪⓪ چند خوابوں کی تعبیریں

حافظ ابن حجر عسقلانی نے شرح بخاری میں احادیث سے ماخوذ چند تعبیریں بیان کی ہیں۔ ان میں سے ہم چند تعبیریں نقل کرتے ہیں۔

① خواب میں محل کا دیکھنا۔ دیندار دیکھے تو عمل صالح کی طرف اشارہ ہے، غیر دیندار دیکھے تو قید اور تنگی کی طرف اشارہ ہے۔ اور محل میں داخل ہونا شادی کی طرف اشارہ ہے۔ (فتح الباری، جلد ۱۲، صفحہ ۴۱۶)

② خواب میں وضو کرتے ہوئے دیکھنا کسی اہم کام کے ہونے کی طرف اشارہ ہے۔ اگر وضو مکمل کیا ہے تو اس کی تکمیل اور اگر ادھورا چھوڑا ہے تو اس کے ناقص ہونے کی طرف اشارہ ہے۔ (فتح الباری، جلد ۱۲، صفحہ ۴۱۷)

③ خواب میں کعبہ کا طواف، حج اور نکاح کی طرف اشارہ ہے۔ (فتح الباری، جلد ۱۲، صفحہ ۴۱۷)

④ پیالہ کا دیکھنا عورت یا عورت کی جانب سے مال ملنے کی طرف اشارہ ہے۔ (فتح الباری، جلد ۱۲، صفحہ ۴۲۰)

⑤ جس نے خواب میں کوئی بڑی تلوار دیکھی، اندیشہ ہے کہ کسی فتنہ میں پڑے گا، تلوار پانے سے اشارہ ہے حکومت یا ولایت یا اونچی ملازمت کی طرف۔ تلوار کو میان میں کر لینا اشارہ ہے شادی کی طرف۔ (فتح الباری، جلد ۱۲، صفحہ ۴۲۷)

⑥ خواب میں قمیص پہنتے دیکھنا دین کی جانب اشارہ ہے، جس قدر لمبی قمیص اور بڑی دیکھے گا اسی قدر دین اور عملِ صالح کی زیادتی کی جانب اشارہ ہوگا۔ (فتح الباری، جلد ۱۲، صفحہ ۳۹۵)

⑦ شاداب باغیچے کی تعبیر بھی دینِ اسلام سے ہے، کبھی ہرے بھرے باغ کی تعبیر علمی کتابوں سے بھی ہوتی تھی۔
(فتح الباری، جلد ۱۲، صفحہ ۳۹۷)

⑧ عورتوں کا دیکھنا حصولِ دنیا اور کبھی وسعتِ رزق کی جانب اشارہ ہوتا ہے۔ (فتح الباری، جلد ۱۲، صفحہ ۴۰۰)

بسا اوقات عورتوں کا دیکھنا اور اس سے لطف و حظ حاصل کرنا یہ شیطانی خواب ہوتا ہے، اس کی کوئی تعبیر نہیں جیسا کہ عموماً نئی عمر والوں کو ہوتا ہے۔

⑪① نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھنے کا بیان

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے خواب میں مجھے دیکھا، پس اس نے

مجھ ہی کو دیکھا، شیطان میری صورت میں نہیں آ سکتا۔

حضرت ابوقتادہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا: جس نے مجھے خواب میں دیکھا، تحقیق اس نے مجھے بیداری میں دیکھا۔ (دارمی، کنزل العمال، جلد۱۹، صفحہ۲۷۴)

ابوبکر اصفہانی نے بیان کیا کہ سعد بن قیس نے اپنے والد سے نقل کیا ہے کہ رسولِ پاک ﷺ کا ارشادِ مبارک ہے کہ جو روحوں میں محمد ﷺ کی روح پر، جسموں میں محمد ﷺ کے جسم پر، قبروں میں محمد ﷺ کی قبر پر درود پڑھے گا، وہ مجھے خواب میں دیکھے گا اور جو مجھے خواب میں دیکھے گا قیامت میں مجھے دیکھے گا اور جو مجھے قیامت میں دیکھے گا میں اس کی سفارش کروں گا، اور جس کی میں سفارش کروں گا وہ میرے حوض سے پانی پئے گا، اور اللہ جل شانہٗ اس کے بدن کو جہنم پر حرام فرمادیں گے۔ (القول البدیع السخاوی، صفحہ۴۲، فضائل درود، صفحہ۵۱)

فَائِدَہ: نبی پاک ﷺ کو خواب میں دیکھنا بڑی مبارک بات ہے۔ ہر مؤمن بندہ کو اس امرِ عظیم کا اشتیاق رہتا ہے، کتنے ایسے برگزیدہ بندے جو تمنا لیے اس دنیا سے رخصت ہوگئے، مگر ان کو یہ دولت میسّر نہیں آئی۔ خیال رہے کہ خواب میں آپ ﷺ کا دیدار ہونا ضرور ایک اچھی اور قابلِ رشک وتعریف کی بات ہے، مگر نہ ہونا دین کے نقص اور خلل کی بات نہیں۔

خواب میں اگر آپ ﷺ کو اس شکلِ مبارک میں دیکھا ہے جو احادیثِ پاک میں مذکور ہے، تو حقیقۃً آپ ﷺ ہی کو دیکھا، اگر کچھ معمولی فرق کے ساتھ دیکھا ہے تو آپ کا مثل ہے۔ ایسے خواب کو ''اضغاث'' خوابہائے پریشان میں داخل نہیں کیا جائے گا۔ (فتح الباری، جلد۱۲، صفحہ۳۸۶)

اگر ایسی حالت میں دیکھا جو آپ ﷺ کے خلاف تھی تو یہ دیکھنے والے کا قصور ہے۔ مثلاً خلافِ سنت لباس میں دیکھا۔ علامہ طیبی رَحِمَہُ اللّٰہُ تَعَالٰی نے کہا ہے کہ جس حالت میں بھی آپ کو دیکھا بشارت خواب کا مستحق ہوگا۔

(فتح الباری، صفحہ۳۸۸)

اگر آپ کو خلافِ سنت وخلافِ شرع حکم کرتے ہوئے دیکھا تو یہ دیکھنے والے کا قصور ہے۔ اور خوابی حکم ظاہری اُصولِ شرع کے مطابق خلافِ سنت یا خلافِ شرع رہے گا۔ مثلاً حکم کرتا دیکھا کہ کوٹ پتلون پہنو، یا فلاں کو قتل کردو یا شراب پیو، تو اس پر عمل کرنا درست نہ ہوگا۔ یہ دراصل اس کے خیالات کا آئینہ ہے، جو متصور ہوا ہے۔ (فتح الباری، صفحہ۲۸۶) اسی طرح خواب سے احکامِ شریعت ثابت نہیں ہوتے۔ (فتح الباری، جلد۱۲، صفحہ۳۸۸)

مناوی نے بیان کیا ہے کہ آپ ﷺ کو غیر معروف صفت پر دیکھنے والا بھی آپ ﷺ ہی کو دیکھنے والا ہے۔

(فتح الباری، جلد۱۲، صفحہ۲۳)

بعض اہلِ علم کی رائے ہے کہ جس نے آپ کو خواب میں دیکھا وہ بعد الموت آپ ﷺ کے مخصوص دیدارِ مبارک سے نوازا جائے گا۔ (فتح الباری، جلد۱۲، صفحہ۳۸۵)

ملا علی قاری رَحِمَہُ اللّٰہُ تَعَالٰی نے بیان کیا ہے کہ جس نے آپ ﷺ کو مسکراتا دیکھا اسے اتباعِ سنت کی توفیق ہوگی۔ (جمع، صفحہ۲۳۲)

حضرت ابوہریرہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کی روایت ہے کہ جس نے خواب میں مجھ کو دیکھا اس نے حقیقۃً مجھ ہی کو دیکھا، اس لیے کہ شیطان میری صورت نہیں بنا سکتا۔ (شمائل ترمذی، صفحہ۳۰)

فائدہ: حق تعالیٰ جل شانہٗ نے جیسا کہ عالمِ حیات میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو شیطان کے اثر سے محفوظ فرما دیا تھا ایسے ہی وصال کے بعد بھی شیطان کو یہ قدرت مرحمت نہیں فرمائی کہ وہ آپ کی صورت بنا سکے۔ (خصائل، صفحہ ۳۸۷)

کلیب رحمہ اللہ تعالیٰ کہتے ہیں کہ مجھے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد مبارک سنایا جو مجھے خواب میں دیکھے، وہ حقیقۃً مجھ ہی کو خواب میں دیکھتا ہے۔ اس لیے کہ شیطان میرا شبیہ نہیں بن سکتا۔ کلیب کہتے ہیں میں نے اس حدیث کا حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے تذکرہ کیا اور یہ بھی کہا کہ مجھے خواب میں زیارت ہوئی ہے۔ اس وقت حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا خیال آیا، میں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کہا کہ میں نے اس خواب کی صورت کو حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی صورت کے بہت مشابہ پایا، اس پر حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس کی تصدیق فرمائی کہ واقعی حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بہت مشابہ تھے۔ (فتح الباری، جلد ۱۲، صفحہ ۳۸۹)

علامہ مناوی رحمہ اللہ تعالیٰ نے ذکر کیا ہے کہ حضرات انبیاء اور فرشتوں کی شکل میں شیطان نہیں آ سکتا۔ (جمع، صفحہ ۲۳۲)

فائدہ: بعض روایات میں آیا ہے کہ سینہ اور اس کے اوپر کے بدن کا حصہ تو حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے مشابہ تھا اور بدن کے نیچے کا حصہ حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے زیادہ مشابہ تھا۔

(خصائل، صفحہ ۳۸۸)

(۱۱۲) زیارت متبرک کے کچھ فوائد و تعبیرات

جس نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا، اس کے صلاح و کمالِ دین کی علامت ہے۔ حضرات انبیاء علیہم السلام کو خواب میں دیکھنا صلاحِ تقویٰ، کمالِ مرتبہ اور فلاح کی علامت ہے۔ (فتح الباری، جلد ۱۲، صفحہ ۳۸۷)

جس نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں مسکراتا ہوا دیکھا اسے اتباع و احیاء سنت کی بیش بہا دولت ملے گی۔ جس نے آپ کو غصہ و غیظ کی حالت میں دیکھا اس کے دین میں نقصان یا اس سے دین میں نقصان کی علامت ہے۔ ”اَللّٰھُمَّ احْفَظْنَا مِنْہُ.“ (جمع، صفحہ ۲۳۲)

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھنا اسلام پر موت اور آخرت میں ملاقات اور زیارت کی علامت ہے۔ (جمع، صفحہ ۲۳۲)

جو آپ کو خواب میں دیکھے گا، مرنے کے بعد اسے خصوصی زیارت کا شرف ملے گا۔ (فتح الباری، جلد ۱۲، صفحہ ۳۸۵)

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارتِ پاک قیامت میں شفاعت و سفارش کی علامت ہے۔ (القول البدیع، صفحہ ۴۳)

ابن سیرین نے بیان کیا اگر مدیون آپ کی زیارت کرے گا، تو قرضہ ادا ہوگا۔ مریض زیارت کرے گا تو مرض سے شفا پائے گا۔ اگر ظلم کے مقام میں دیکھے گا تو عدل و انصاف کا زمانہ آئے گا، اگر جنت کے موقع پر دیکھے گا تو غلبہ کی علامت ہے۔

(منتخب الکلام، جلد ۱، صفحہ ۵۷)

(۱۱۳) خواب میں زیارتِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے حصول کا بیان

شاہ عبدالحق محدث دہلوی رحمہ اللہ تعالیٰ نے ترغیبِ اہل السعادۃ میں لکھا ہے کہ شبِ جمعہ میں دو رکعت نفل نماز ادا کرے، ہر رکعت میں گیارہ (۱۱) بار آیۃ الکرسی اور گیارہ (۱۱) ”بار قُلْ ھُوَاللّٰہ اور سو (۱۰۰) بار درود شریف سلام کے بعد پڑھے۔ ان شاء اللہ تین جمعہ گزرنے نہ پائیں گے کہ زیارت نصیب ہوگی۔

درود شریف یہ ہے:

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدِ النَّبِیِّ الْاُمِّیِّ وَاٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَسَلِّمْ.

اسی طرح شیخ نے لکھا ہے کہ جو شخص دو رکعت نماز پڑھے۔ اور ہر رکعت میں الحمدللہ کے بعد ۲۵ مرتبہ قُلْ ھُوَ اللّٰہُ اور سلام کے بعد یہ درود شریف ہزار مرتبہ پڑھے، زیارت نصیب ہوگی۔ وہ درود شریف یہ ہے: "صَلَّی اللّٰہُ عَلَی النَّبِیِّ الْاُمِّیِّ."

علامہ دمیری رَحِمَہُ اللّٰہُ تَعَالٰی نے حیاۃ الحیوان میں لکھا ہے کہ جو شخص جمعہ کے دن جمعہ کی نماز کے بعد باوضو ایک پرچہ پر محمد رسول اللہ احمد رسول اللہ ۳۵ مرتبہ لکھے۔ اور اس پرچہ کو اپنے ساتھ رکھے۔ اللہ جل شانہٗ اس کو طاعت پر قوت عطا فرماتے ہیں، برکت میں مدد فرماتے ہیں، شیاطین کے وساوس سے حفاظت فرماتے ہیں، اور اگر اس پرچہ کو روزانہ طلوعِ آفتاب کے بعد درود شریف پڑھتے ہوئے غور سے دیکھتا رہے تو نبی پاک صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کی زیارت خواب میں بکثرت ہوا کرے گی۔

(فضائل درود شریف، صفحہ ۵۳)

علامہ سخاوی رَحِمَہُ اللّٰہُ تَعَالٰی نے قولِ بدیع میں بیان کیا ہے کہ جو اس درود شریف کو پڑھے گا خواب میں دیکھے گا۔

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ کَمَآ اَمَرْتَنَآ اَنْ نُّصَلِّیَ عَلَیْہِ اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ کَمَا ھُوَ اَھْلُہٗ. اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ کَمَا تُحِبُّ وَتَرْضٰی لَہٗ. اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی رُوْحِ مُحَمَّدٍ فِی الْاَرْوَاحِ. اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی جَسَدِ مُحَمَّدٍ فِی الْاَجْسَادِ. اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی قَبْرِ مُحَمَّدٍ فِی الْقُبُوْرِ. (صفحہ ۱۳۰)

⑪④ زبیدہ ملکہ کی بخشش

زبیدہ خاتون ایک نیک ملکہ تھی۔ اس نے نہرِ زبیدہ بنوا کر مخلوقِ خدا کو بہت فائدہ پہنچایا۔ اپنی وفات کے بعد وہ کسی کو خواب میں نظر آئی۔ اس نے پوچھا کہ زبیدہ! آپ کے ساتھ کیا معاملہ پیش آیا؟ زبیدہ نے جواب دیا کہ اللہ رب العزت نے بخشش فرما دی۔ خواب دیکھنے والے نے کہا کہ آپ نے نہرِ زبیدہ بنوا کر مخلوقِ خدا کو فائدہ پہنچایا، آپ کی بخشش تو ہونی ہی تھی۔ زبیدہ خاتون نے کہا، نہیں! نہیں! جب نہرِ زبیدہ والا عمل پیش ہوا تو پروردگارِ عالم نے فرمایا کہ کام تو تم نے خزانے کے پیسوں سے کروایا۔ اگر خزانہ نہ ہوتا تو نہر بھی نہ بنتی۔ مجھے یہ بتاؤ کہ تم نے میرے لیے کیا عمل کیا۔ زبیدہ نے کہا کہ میں تو گھبرا گئی کہ اب کیا بنے گا۔ مگر اللہ رب العزت نے مجھ پر مہربانی فرمائی۔ مجھ سے کہا گیا کہ تمہارا ایک عمل ہمیں پسند آ گیا۔ ایک مرتبہ تم بھوک کی حالت میں دسترخوان پر بیٹھی کھانا کھا رہی تھیں کہ اتنے میں اللہ اکبر کے الفاظ سے اذان کی آواز سنائی دی۔ تمہارے ہاتھ میں لقمہ تھا، اور سر سے دوپٹہ سرکا ہوا تھا، تم نے لقمے کو واپس رکھا، پہلے دوپٹے کو ٹھیک کیا، پھر لقمہ کھایا، تم نے لقمہ کھانے میں تاخیر میرے نام کے ادب کی وجہ سے کی اس لیے ہم نے تمہاری مغفرت فرما دی۔

⑪⑤ ایک لوہار کا واقعہ

حضرت امام احمد بن حنبل رَحِمَہُ اللّٰہُ تَعَالٰی کے مکان کے سامنے ایک لوہار رہتا تھا، بال بچوں کی کثرت کی وجہ سے وہ سارا دن کام میں لگا رہتا۔ اس کی عادت تھی کہ اگر اس نے ہتھوڑا ہاتھ میں اُٹھایا ہوتا کہ لوہا کوٹ سکے اور اسی دوران اذان کی آواز آ جاتی تو وہ ہتھوڑا لوہے پر مارنے کے بجائے اسے زمین پر رکھ دیتا اور کہتا کہ اب میرے پروردگار کی طرف سے بلاوا آ گیا ہے۔ میں پہلے نماز پڑھوں گا، پھر کام کروں گا۔ جب اس کی وفات ہوئی تو کسی کو خواب میں نظر آیا، اس نے پوچھا کہ کیا

بنا؟ کہنے لگا کہ مجھے امام احمد بن حنبل کے نیچے والا درجہ عطا کیا گیا۔ اس نے پوچھا کہ تمہارا علم اور عمل اتنا تو نہیں تھا۔ اس نے جواب دیا کہ میں اللہ کے نام کا ادب کرتا تھا اور اذان کی آواز سنتے ہی کام روک دیتا تھا تاکہ نماز ادا کروں۔ اس ادب کی وجہ سے اللہ رب العزت نے مجھ پر مہربانی فرمادی۔

(۱۱۶) خواب میں اذان دینا عزت بھی اور ذلت بھی

امام ابن سیرین کے پاس ایک شخص نے آکر کہا کہ میں نے دیکھا ہے کہ خواب کی حالت میں اذان دے رہا ہوں۔ آپ نے فرمایا تجھے عزت نصیب ہوگی، کچھ عرصے کے بعد اُس شخص کو عزت ملی۔ دوسرے شخص نے خواب میں دیکھا کہ وہ اذان دے رہا ہے۔ ابن سیرین نے فرمایا کہ تجھے ذلت ملے گی۔ وہ شخص کچھ عرصہ بعد چوری کے جرم میں گرفتار ہوا، اس کے ہاتھ کاٹے گئے۔ ابن سیرین کے ایک شاگرد نے پوچھا کہ حضرت دونوں نے ایک جیسا خواب دیکھا، مگر تعبیر مختلف کیوں ہوئی؟ آپ نے ارشاد فرمایا کہ جب پہلے نے اذان دیتے ہوئے دیکھا تو میں نے اُس شخص میں نیکی کے آثار دیکھے تو مجھے قرآن کی یہ آیت سامنے آئی: ﴿وَاَذِّنْ فِی النَّاسِ بِالْحَجِّ﴾ (سورۃ الحج: آیت ۲۷) ’’اور پکار دے لوگوں کو حج کے واسطے۔‘‘ میں نے تعبیر دی کہ اسے عزت ملے گی۔ جب دوسرے نے خواب سنایا تو اس کے اندر فسق و فجور کے آثار تھے، مجھے قرآن مجید کی یہ آیت سامنے آئی ﴿ثُمَّ أَذَّنَ مُؤَذِّنٌ اَیَّتُهَا الْعِیْرُ اِنَّكُمْ لَسَارِقُوْنَ﴾ (سورۃ یوسف: آیت ۷۰) ’’پھر پکارا، پکارنے والے نے، اے قافلہ والو! تم تو البتہ چور ہو۔‘‘ پس میں نے تعبیر یہ لی کہ اس شخص کو ذلت ملے گی، چنانچہ ایسا ہی ہوا۔

(۱۱۷) مسجد کے آداب

(ہماری جماعتیں بہت اہتمام سے یہ مضمون پڑھیں)

مسجدیں، اللہ کے گھر ہیں اور اس کے دربار ہیں۔ دربارِ شاہی کے کچھ آداب ہوتے ہیں، ان آداب کی خلاف ورزی کرنے والا گستاخ سمجھا جاتا ہے، اور ان آداب کی رعایت رکھنے والا بادشاہ کا مقرب بھی ہوتا ہے اور اس کے کام بھی بنتے ہیں اور اس کی ضرورتیں پوری ہوتی ہیں۔ قرآن وحدیث میں مساجد کے آداب واحکام بیان ہوئے ہیں کہ مساجد میں کیا کرنا ہے اور کن چیزوں سے احتیاط کرنا ہے۔ ہماری جماعتیں عام طور سے ان آداب کا خیال نہیں رکھتی ہیں، اس لیے تفصیل سے آدابِ مسجد بیان کیے جاتے ہیں تاکہ جماعتوں میں جانے والے ان آداب کا خاص خیال رکھیں۔

① خدا کی نظر میں روئے زمین کا سب سے بہترین حصہ وہ ہے جہاں مسجد تعمیر ہو، خدا سے پیار رکھنے والے کی پہچان یہ ہے کہ وہ مسجد سے بھی پیار رکھے۔ قیامت کے خوفناک دن میں خدا اُس شخص کو اپنے عرش کا سایہ نصیب فرمائیں گے جس کا دل مسجد میں لگا رہتا ہو۔

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ سَبْعَةٌ یُظِلُّهُمُ اللّٰهُ فِیْ ظِلِّهٖ یَوْمَ لَاظِلَّ اِلَّا ظِلُّهٗ وَفِیْهِمْ رَجُلٌ قَلْبُهٗ مُعَلَّقٌ فِی.

(متفق علیه، ریاض الصالحین، باب فضل البكاء من خشية الله)

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ سات قسم کے لوگوں کو اپنے عرش کے سائے میں رکھیں گے، جس دن کہ اس کے سائے کے علاوہ اور کوئی سایہ

نہیں ہوگا ان ہی میں ایک وہ شخص ہے جس کا دل مسجد میں اٹکا رہتا ہے۔

② فرض نمازیں ہمیشہ مسجد میں جماعت سے پڑھیے، مسجد میں جماعت اور اذان کا باقاعدہ نظم رکھیے اور مسجد کے نظام سے اپنی پوری زندگی کو منظم کیجئے۔ مسجد ایک ایسا مرکز ہے کہ مؤمن کی پوری زندگی اسی کے گرد گھومتی ہے۔

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ: اِنَّ لِلْمَسَاجِدِ اَوْتَادًا الْمَلٰٓئِكَةُ جُلَسَآؤُهُمْ اِنْ غَابُوْا یَفْتَقِدُوْنَهُمْ، وَاِنْ مَرِضُوْا عَادُوْهُمْ، وَاِنْ كَانُوْا فِیْ حَاجَةٍ عَانُوْهُمْ، وَقَالَ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ جَلِیْسُ الْمَسْجِدِ عَلٰى ثَلَاثِ خِصَالٍ: اَخٌ مُسْتَفَادٌ اَوْ كَلِمَةٌ مُحْكَمَةٌ اَوْ رَحْمَةٌ مُنْتَظِرَةٌ. (رواہ احمد)

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں جو لوگ کثرت سے مسجد میں جمع رہتے ہیں وہ مسجدوں کے کھونٹے ہیں، فرشتے ان کے ساتھ بیٹھتے ہیں، اگر وہ مسجدوں میں موجود نہ ہوں تو فرشتے انھیں تلاش کرتے ہیں، اگر وہ بیمار ہوجائیں تو فرشتے ان کی مدد کرتے ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بھی ارشاد فرمایا کہ مسجد میں بیٹھنے والا تین فائدوں میں سے ایک فائدہ حاصل کرتا ہے۔ کسی بھائی سے ملاقات ہوتی ہے جس سے کوئی دینی فائدہ ہوجاتا ہے یا کوئی حکمت کی بات سننے کو مل جاتی ہے، یا اللہ کی رحمت مل جاتی ہے جس کا ہر مسلمان کو انتظار رہتا ہے۔

③ مسجد کو صاف ستھرا رکھیے، مسجد میں جھاڑو دیجئے، کوڑا کرکٹ صاف کیجئے، خوشبو سلگائیے۔

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ امْرَءَةً سَوْدَآءَ كَانَتْ تَقُمُّ الْمَسْجِدَ فَفَقَدَهَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ، فَسَاَلَ عَنْهَا بَعْدَ اَیَّامٍ، فَقِیْلَ لَهٗ اِنَّهَا مَاتَتْ فَقَالَ فَهَلَّا اٰذَنْتُمُوْنِیْ، فَاَتٰى قَبْرَهَا فَصَلّٰى عَلَیْهَا. (متفق علیہ)

ترجمہ: ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ ایک کالی عورت مسجد میں جھاڑو لگاتی تھی، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کچھ دنوں تک اس عورت کو نہیں پایا، تو اس کے بارے میں سوال کیا۔ حضور سے کہا گیا کہ اُس کا تو انتقال ہو چکا ہے، تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ مجھے کیوں خبر نہ دی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اس کی قبر پر آئے اور نماز پڑھی۔

وَعَنْ عَائِشَةَ رضی اللّٰه عنها قَالَتْ: اَمَرَنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ بِبِنَاءِ الْمَسَاجِدِ فِی الدُّوْرِ، وَاَنْ تُنَظَّفَ وَتُطَیَّبَ. (رواہ احمد وترمذی)

ترجمہ: حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا ارشاد فرماتی ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں حکم دیا کہ محلوں میں مسجدیں بنائیں، مسجدوں کو صاف ستھرا رکھیں اور مسجدوں میں خوشبو سلگائیں۔

④ مسجد میں سکون سے بیٹھیے اور دنیا کی باتیں نہ کیجئے۔ مسجد میں شور مچانا، ٹھٹھا مذاق کرنا، بازار کا بھاؤ پوچھنا اور بتانا، دنیا کے حالات پر تبصرہ کرنا، اور خرید و فروخت کا بازار گرم کرنا مسجد کی بے حرمتی ہے۔ مسجد خدا کی عبادت کا گھر ہے، اس میں صرف عبادت کیجئے۔ اسی طرح مسجد میں ایسے چھوٹے بچوں کو نہ لے جائیے جو مسجد کے احترام کا شعور نہ رکھتے ہوں، اور مسجد میں پیشاب، پاخانہ کریں یا تھوکیں۔ اسی طرح مسجد میں تیر اور تلوار نہ نکالیں۔

عَنْ وَاثِلَةَ بْنِ الْأَسْقَعِ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: جَنِّبُوْا مَسَاجِدَكُم صِبْيَانَكُمْ وَمَجَانِيْنَكُمْ وَشِرَآءَ كُمْ وَبَيْعَكُمْ وَخُصُوْمَاتِكُمْ وَرَفْعَ اَصْوَاتِكُمْ وَاِقَامَةَ حُدُوْدِكُمْ وَسَلَّ سُيُوْفِكُمْ ...... (ابن ماجه، باب يكره فی المسجد)

ترجمہ: حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ مسجدوں سے دور رکھو، (یعنی مسجدوں میں نہ لے جاؤ) اپنے بچوں کو، مجنونوں کو، خرید وفروخت کو، جھگڑوں کو، شوروغل کو، حدود قائم کرنے کو، اور تلواروں کے نکالنے کو۔

❺ مسجد میں تھوکنے سے احتیاط کرو۔

عَنْ اَنَسٍ رضی اللّٰه عنها قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: اَلْبُصَاقُ فِی الْمَسْجِدِ خَطِيْئَةٌ وَكَفَّارَتُهَا دَفْنُهَا. (رواہ البخاری ومسلم)

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ مسجد میں تھوکنا گناہ ہے اور (اگر تھوک دیا تو) اس کا کفارہ اس تھوک کو صاف کرنا ہے۔

❻ اگر آپ کی کوئی چیز کہیں باہر گم ہوجائے تو اس کا اعلان مسجد میں نہ کیجیے۔

عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: اِذَا رَأَيْتُمْ مَّنْ يَّنْشُدُ ضَآلَّةً فِی الْمَسْجِدِ فَقُوْلُوْا لَا رَدَّهَا اللّٰهُ عَلَيْهِ.

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ حضور ﷺ ارشاد فرماتے ہیں کہ جب تم کسی کو دیکھو کہ وہ مسجد میں اپنی گمشدہ چیز کا اعلان کررہا ہے تو اس کو بددعا دو اور کہو کہ اللہ یہ چیز تجھے واپس نہ کرے۔

❼ مسجد کو گزرگاہ نہ بنائیے، مسجد کے دروازے میں داخل ہونے کے بعد مسجد کا یہ حق ہے کہ آپ اس میں نماز پڑھیں یا بیٹھ کر ذکر وتلاوت کریں۔

❽ مسجد میں داخل ہوتے وقت پہلے دایاں پاؤں رکھیے اور نبی کریم ﷺ پر درود وسلام بھیجیے، پھر یہ دعا پڑھیے۔ نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے: ”جب تم میں سے کوئی مسجد میں آئے تو پہلے نبی کریم ﷺ پر درود بھیجے اور پھر یہ دُعا پڑھے:

اَللّٰهُمَّ افْتَحْ لِیْ اَبْوَابَ رَحْمَتِكَ. (مسلم)

اے خدا! میرے لیے اپنی رحمت کے دروازے کھول دے۔

اور مسجد میں داخل ہونے کے بعد دو رکعت نفل پڑھیے، اس نفل کو تحیۃ المسجد کہتے ہیں، اسی طرح جب کبھی سفر سے واپسی ہو تو سب سے پہلے مسجد پہنچ کر دو رکعت نفل پڑھیے، اور اس کے بعد اپنے گھر جائیے، نبی کریم ﷺ جب بھی سفر سے واپس ہوتے تو پہلے مسجد میں جاکر نفل پڑھتے اور پھر اپنے گھر تشریف لے جاتے۔

❾ مسجد سے نکلتے وقت بایاں پاؤں باہر رکھیے اور یہ دُعا پڑھیے:

اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُكَ مِنْ فَضْلِكَ. (مسلم)

اے خدا! میں تجھ سے تیرے فضل کا سوال کرتا ہوں۔

❿ مسجد میں باقاعدہ اذان اور نماز باجماعت کا نظم قائم کیجیے۔ اور مؤذن اور امام ان لوگوں کو بنائیے جو اپنے دین واخلاق میں بحیثیت مجموعی سب سے بہتر ہوں۔ جہاں تک ممکن ہو کوشش کیجیے کہ ایسے لوگ اذان اور امامت کے فرائض انجام دیں جو

معاوضہ نہ لیں، اور اپنی خوشی سے اجرِ آخرت کی طلب میں ان فرائض کو انجام دیں۔

۱۱ اذان کے بعد یہ دعا پڑھیں، نبی کریم ﷺ نے فرمایا: جس شخص نے اذان سن کر یہ دعا مانگی، قیامت کے روز وہ میری شفاعت کا حق دار ہوگا۔

اَللّٰهُمَّ رَبَّ هٰذِهِ الدَّعْوَةِ التَّآمَّةِ وَالصَّلٰوةِ الْقَائِمَةِ آتِ مُحَمَّدَاِ الْوَسِيْلَةَ وَالْفَضِيْلَةَ وَ ابْعَثْهُ مَقَامًا مَّحْمُوْدَاِ الَّذِیْ وَعَدْتَّهٗ. (البخاری)

ترجمہ: اے اللہ! اس کامل دعوت اور اس گھڑی ہونے والی نماز کے مالک محمد ﷺ کو اپنا قرب اور فضیلت عطا فرما اور ان کو اس مقام محمود پر فائز کر جس کا تو نے ان سے وعدہ فرمایا ہے۔

۱۲ مؤذن جب اذان دے رہا ہو تو اس کے کلمات سُن سُن کر آپ بھی دہرایئے البتہ جب وہ "حی علی الصلوٰۃ" اور "حی علی الفلاح" کہے تو اس کے جواب میں کہیے: "لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ الْعَلِيِّ الْعَظِيْمِ" اور فجر کی اذان میں جب مؤذن "اَلصَّلٰوةُ خَيْرٌ مِّنَ النَّوْمِ" کہے تو جواب میں یہ کلمات کہیے:

صَدَقْتَ وَبَرَرْتَ.

۱۳ تکبیر کہنے والا جب "قَدْقَامَتِ الصَّلٰوةُ" کہے تو جواب میں یہ کلمات کہیے: "اَقَامَهَا اللّٰهُ وَاَدَامَهَا" "خدا اسے ہمیشہ قائم رکھے۔"

۱۴ ہوشیار بچوں کو اپنے ساتھ مسجد میں لے جایئے، ماؤں کو چاہیے کہ وہ ترغیب دے دے کر بھیجیں تاکہ بچوں میں شوق پیدا ہو اور مسجد میں ان کے ساتھ نہایت نرمی، محبت اور شفقت کا سلوک کیجیے۔

۱۵ مسجد میں ڈرتے لرزتے جایئے اور داخل ہوتے وقت اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ کہیے اور خاموش بیٹھ کر اس طرح ذکر کیجیے کہ خدا کی عظمت وجلال آپ کے دل پر چھایا ہوا ہو، ہنستے بولتے غفلت کے ساتھ مسجد میں داخل ہونا، غافلوں اور بے ادبوں کا کام ہے، جن کے دل خدا کے خوف سے خالی ہیں۔ بعض لوگ امام کے ساتھ رکوع میں شریک ہونے اور رکعت پانے کے لیے مسجد میں دوڑتے ہیں، یہ مسجد کے احترام کے خلاف ہے، رکعت ملے نہ ملے، سنجیدگی، وقار اور عاجزی کے ساتھ مسجد میں چلیے اور بھاگ دوڑ سے پرہیز کیجیے۔

۱۶ مسجد میں نماز کے لیے ذوق وشوق سے جایئے۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: "جو لوگ صبح کے اندھیرے میں مسجد کی طرف جاتے ہیں قیامت میں ان کے ساتھ کامل روشنی ہوگی، اور یہ بھی فرمایا: نماز باجماعت کے لیے مسجد میں جانے والے کا ہر قدم ایک نیکی کو واجب کرتا اور ایک گناہ کو مٹاتا ہے۔ (ابن حبان)

۱۷ بعض لوگ مساجد میں اپنے موبائل چارج کرتے ہیں، یہ صحیح نہیں ہے، کیونکہ مسجد کی تمام چیزیں موقوفہ ہیں، اور اس طرح کی حرکت کرنا خیانت ہے، اگر چارج کرنا ضروری ہو تو مسجد کے اطراف سے کسی دوکان میں چارج کرلیں اور اگر مسجد ہی میں چارج کرلیا تو اندازہ سے اتنی رقم مسجد میں دے دے۔ اسی طرح مسجد میں داخل ہونے سے پہلے موبائل بند کردیں، اس لیے کہ اس کی گھنٹی سے نمازیوں کی نمازوں میں خلل واقع ہوگا۔

۱۸ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جو شخص باوضو فرض نماز کے لیے چل کر مسجد جاتا ہے اس کا ثواب محرم حاجی کی طرح ہوتا ہے اور جو چاشت کی نماز کی غرض سے چل کر جاتا ہے اور صرف چاشت کی نماز کا ارادہ ہی اس کو کھڑا کرتا ہے، اس کا

www.e-iqra.info

ثواب عمرہ کرنے والے کے ثواب کے برابر ہوتا ہے۔ اور (ایک) نماز کے پیچھے (دوسری) نماز عِلِّیّیْن میں لکھ دی جاتی ہے۔ بغوی اور طبرانی نے حضرت ابوامامہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کی روایت سے حدیث مذکوران الفاظ کے ساتھ بیان کی ہے جو شخص فرض نماز کے لیے پیدل چل کر مسجد گیا تو یہ نماز نفل کی حج طرح ہوگی، اور جو شخص نفل نماز کے لیے پیدل چل کر گیا تو یہ نماز نفل عمرہ کی طرح ہوگی۔ (تفسیر مظہری، جلد۸، صفحہ۳۸۲)

⑲ اذان واقامت سننے کی حالت میں نہ کلام کرے نہ سلام کرے اور نہ سلام کا جواب دے (یعنی مناسب نہیں ہے اور خلافِ اولیٰ ہے)۔ اذان اور اقامت کے وقت قرآن شریف بھی نہ پڑھے اور اگر پہلے سے پڑھ رہا ہے تو پڑھنا چھوڑ کر اذان یا اقامت کے سننے اور جواب دینے میں مشغول ہو یہ افضل ہے اور اگر پڑھتا رہے تب بھی جائز ہے۔ اگر اقامت کے وقت دعا میں مشغول ہو تو مضائقہ نہیں۔ (فضائل اذان واقامت، مصنف: عبدالرحمٰن ہاشمی)

⑳ مسجد میں اجازت کے بغیر پنکھا اور لائٹ استعمال نہ کرے۔

(۱۱۸) حدیث اور صاحبِ حدیث کا مقامِ رفیع

حدیث قدسی میں وارد ہے: ''لَوْلَاکَ لَمَا خَلَقْتُ الْاَفْلَاکَ.''

(اے محبوب! اگر آپ نہ ہوتے تو میں کائنات کو پیدا ہی نہ کرتا)

یعنی اگر محسنِ انسانیت حضرت محمد صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کی دنیا میں تشریف آوری نہ ہوتی تو یہ جن و بشر، شمس و قمر، شجر و حجر، بحر و بر، پھولوں کی مہک، چڑیوں کی چہک، سبزے کی لہک، سماء و سمک، رفعت و پستی، خوشحالی و بدحالی، زمین کی نرمی، سورج کی گرمی، دریا کی روانی، کواکبِ آسمانی، خزاں و بہار، بیابان و مرغزار، نباتات و جمادات، جواہر و معدنیات، جنگل کے درندے، ہوا کے پرندے، غرض کائنات کی کسی چیز کا نام ونشان نہ ہوتا۔ فخرِ موجودات سید الاولین محبوب رب العالمین صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وہ ذات ستودہ صفات ہیں کہ:

① جن کی خاطر کائناتِ ہست و بود کو وجود ملا۔
② جن کی برکت سے انسانیت کو شعور ملا۔
③ جن کے گلے میں لَوْلَاکَ کا ہار پہنایا گیا۔
④ جن کو ﴿رَفَعْنَا لَکَ ذِکْرَکَ﴾ کا تاج پہنایا گیا۔
⑤ جن کی برکت سے حضرت ابراہیم عَلَیْہِ السَّلَامُ کو سیادت کا تمغہ ملا۔
⑥ جن کا کلمہ حضرت سلیمان عَلَیْہِ السَّلَامُ کی انگوٹھی پر کندہ تھا۔
⑦ جن کے حسن و جمال کا پرتو حضرت یوسف عَلَیْہِ السَّلَامُ کو ملا۔
⑧ جن کے صبر کا نمونہ حضرت ایوب عَلَیْہِ السَّلَامُ کو ملا۔
⑨ جن کے قرب کا ایک لحظہ حضرت موسیٰ عَلَیْہِ السَّلَامُ کو مکالمات کی صورت میں ملا۔
⑩ جن کے مرتبے کا ایک حصہ حضرت ہارون عَلَیْہِ السَّلَامُ کو وزارت کی صورت میں ملا۔
⑪ جن کی نعت کا ایک مصرع حضرت داؤد کا نغمہ بنا۔
⑫ جن کی عفت کا شمہ عصمتِ یحییٰ عَلَیْہِ السَّلَامُ کا جلوہ بنا۔
⑬ جن کے دفترِ حکمت کی ایک سطر حضرت لقمان کو نصیب ہوئی۔
⑭ جن کی رفعت و بلندی کی ایک جھلک حضرت عیسیٰ عَلَیْہِ السَّلَامُ کو نصیب ہوئی۔

⑮ جن کا وجودِ مسعود دعائے خلیل اور نویدِ مسیحا بنا۔ ⑯ جن کی آمد کی برکت سے لشکرِ ابرہہ "کَعَصۡفٍ مَّاۡکُوۡلٍ" بنا۔

⑰ جن کی ولادت باسعادت سے فارس کے آتش کدے بجھے۔

⑱ جن کو بعثت سے ہی صادق امین کا لقب ملا۔ ⑲ جن کی انگشت مبارک کے اشارے پر چاند دولخت ہوا۔

⑳ جن کی رسالت کی گواہی جمادات نے بھی دی۔ ㉑ جن کے حصے میں معراج کی عظمت آئی۔

㉒ جن کے درِ اقدس کے خاک نشین صدیق اکبر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ بنے۔

㉓ جن کے خرمن ایمان کے ریزہ چیں فاروقِ اعظم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ بنے۔

㉔ جن کے حیا کی کرن سے عثمان رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ ذی النورین بنے۔

㉕ جن کے بحرِ علم کے چھینٹوں سے علی المرتضیٰ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ باب العلم بنے۔

㉖ جن کے شہر کو ربِّ کائنات نے "بلد امین" کہا۔ ㉗ جن پر نازل ہونے والی کتاب کو "کتاب مبین" بتلایا۔

㉘ جن پر ربِ کریم اور اس کے فرشتے رحمت بھیجتے ہیں۔

㉙ جن کی امت کو خیر الامم کے نام سے یاد کرتے ہیں۔

اس خاصہ خاصانِ رسل کے آداب بجالانے کی تاکید کیجئے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿اِنَّاۤ اَرۡسَلۡنٰکَ شَاهِدًا وَّمُبَشِّرًا وَّنَذِیۡرًا لِّتُؤۡمِنُوۡا بِاللّٰهِ وَرَسُوۡلِهٖ وَتُعَزِّرُوۡهُ وَتُوَقِّرُوۡهُ﴾ (سورۂ فتح: آیت ۸، ۹)

"یقیناً ہم نے تجھے گواہی دینے والا، خوشخبری سنانے والا اور ڈرانے والا بنا کر بھیجا تاکہ (اے مسلمانو!) تم اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ پر ایمان لاؤ اور ان کی مدد کرو اور اُن کا ادب کرو۔"

(۱۱۹) حدیث نبوی علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کا ادب

وہ شاہِ اُمم، وہ سراپا جود و کرم، وہ ماہِ فضل و کمال وہ سراپا حسن و جمال کہ:

㉚ جن کی آمد کی خوشخبری ہر الہامی کتاب میں دی گئی۔ ㉛ جن کے نورِ ولادت نے دنیا کو جگمگایا۔

㉜ جن کے حسن و جمال کا تذکرہ قرآن مجید میں آیا۔ ㉝ جن کے لعابِ مبارک نے کڑوے پانی کو میٹھا کر دیا۔

㉞ جن کی مبارک انگلیوں سے پانی کا چشمہ اُبل پڑا۔

㉟ جن کی چشم مبارک اگر محوِ خواب ہوتی تو بھی دل مبارک بیدار رہتا۔

㊱ جن کا مبارک پسینہ مشک و عنبر سے بھی زیادہ خوشبودار تھا۔

㊲ جن کے جسمِ اطہر پر مکھی بھی نہ بیٹھتی تھی۔

㊳ جن کی ولادت باسعادت پر شیاطین کو آسمان پر جانے سے روک دیا گیا۔

㊴ جن کا قرین اور موکل جن بھی مسلمان ہو گیا۔ ㊵ جن پر درود و سلام بھیجنا امت کے لیے واجب کر دیا گیا۔

㊶ جن کو رحمۃ للعالمین بنا کر بھیجا گیا۔ ㊷ جن کے سر پر نُصِرۡتُ بِالرُّعۡبِ کا تاج سجایا گیا۔

㊸ جن کے حجرہ اور منبر کا درمیانی حصہ بہشت کے باغوں میں سے ایک باغ ہے۔

㊹ جن کو قیامت کے دن مقامِ محمود عطا کیا جائے گا۔ ㊺ جن کو حوضِ کوثر کا والی بنایا جائے گا۔

۴۶ جن کی اُمت قیامت کے دن سب امتوں سے زیادہ ہوگی۔

۴۷ جن سے دین کی تبلیغ پر قیامت کے دن گواہی طلب کی جائے گی۔

۴۸ جن پر نازل ہونے والی کتاب، جنت میں بھی پڑھی جائے گی۔

۴۹ جن کی زبان عربی اہلِ جنت کی زبان بنادی جائے گی۔

۵۰ جن کے خیر مقدم کے لیے کائنات کو دلہن کی طرح سجایا گیا۔ بقول شخصے:

کتاب فطرت کے سرِ ورق پر جو نامِ احمد ﷺ رقم نہ ہوتا　　تو نقش ہستی اُبھر نہ سکتا وجودِ لوحِ قلم نہ ہوتا
زمیں نہ ہوتی فلک نہ ہوتا عرب نہ ہوتا عجم نہ ہوتا　　یہ محفل کن فکاں نہ ہوتی اگر وہ شاہِ امم نہ ہوتا

قاضی عیاض رحمہ اللہ تعالیٰ کتاب الشفاء میں فرماتے ہیں کہ وہ تمام چیزیں جن کو سیدنا رسول اللہ ﷺ سے نسبت ہے، ان کی تعظیم وتکریم کرنا، حرمین میں آپ ﷺ کے مشاہد ومساکن کی تعظیم کرنا اور وہ چیزیں جو آپ ﷺ کے نام سے پکاری جاتی ہوں یا جن کو آپ نے اپنے دستِ مبارک سے چھوا ہو، اُن سب کا ادب واکرام کرنا درحقیقت نبی کریم ﷺ ہی کے اکرام میں داخل ہے۔ سلف صالحین کا دستور تھا کہ جن محفلوں میں حدیثِ نبوی سنی یا سنائی جاتی ان محفلوں میں باادب اور باوقار بیٹھتے، جس طرح صحابہ کرام نبی کریم ﷺ کی خدمت میں باادب ہوکر بیٹھتے تھے۔ یہ سب اس لیے تھا کہ وہ حدیث رسول کے ادب کو درحقیقت رسول اللہ ﷺ کا ادب تصور کرتے تھے۔

۱۲۰ حدیثِ مبارک پڑھنے یا پڑھانے اور سننے یا سنانے کی مجالس کے چند آداب

۱ افضل درجہ تو یہ ہے کہ غسل کرلیا جائے، اگر یہ نہ ہوسکے تو کم از کم باوضو ہوکر شاملِ مجلس ہونا۔

۲ جسم اور کپڑوں پر خوشبو لگانا۔　　۳ دوزانو ہوکر بیٹھنا۔

۴ پڑھنے والے کے لیے حدیثِ مبارک اونچی جگہ پر بیٹھ کر پڑھنا۔

۵ جب حدیث مبارک پڑھی جائے تو آواز کو پست رکھنا۔

۶ سننے والوں کے لیے حدیث مبارک خاموشی سے سننا۔

۷ حدیث مبارک پڑھنے یا پڑھانے کے دوران اگر کوئی مہمان بھی آجائے تو اس کی تعظیم کے لیے نہ اٹھنا۔

۸ اگر کوئی حدیث مبارک پہلے پڑھی یا سنی ہو تو اسے بھی اس طرح پوری توجہ سے سننا جیسے پہلی دفعہ سن رہا ہو۔

۱۲۱ حدیث شریف کے ادب کے تعلق سے چند واقعات

پہلا واقعہ: ایک شخص نے حضرت نانوتوی رحمہ اللہ تعالیٰ کو سبز رنگ کا نہایت خوبصورت جوتا ہدیہ پیش کیا، آپ نے ہدیہ کو سنت کی نیت سے قبول تو فرمالیا مگر جوتے کو استعمال نہ کیا۔ کسی کے پوچھنے پر فرمایا: قاسم کو زیب نہیں دیتا کہ گنبدِ خضریٰ کا رنگ بھی سبز ہو اور میرے جوتے کا رنگ بھی سبز ہو، سبز رنگ کا جوتا پہننا میرے نزدیک بے ادبی ہے۔

دوسرا واقعہ: کسی شخص نے حضرت گنگوہی رحمہ اللہ تعالیٰ کو ایک کپڑا پیش کرتے ہوئے کہا کہ یہ مدینہ منورہ سے لایا ہوں۔ آپ نے اُس کپڑے کو بوسہ دیا اور آنکھوں سے لگایا۔ ایک طالب علم نے کہا: حضرت! یہ تو غیر ملکی کپڑا ہے، مدینے کا بنا ہوا تو نہیں ہے۔ حضرت نے فرمایا: جس ملک کا بھی بنا ہوا ہو، اِسے دیارِ محبوب ﷺ کی ہوا تو لگی ہے۔ عشقِ نبوی اور

ادبِ نبوی کی کتنی عمدہ مثال ہے۔

تیسرا واقعہ: حضرت امام بخاری رَحِمَہُ اللّٰہُ تَعَالٰی کے استاد امام عبدالرحمٰن بن مہدی (المتوفی ۱۹۸ھ) کا یہ معمول تھا کہ جب ان کے سامنے حدیثِ پاک پڑھی یا سنائی جاتی تو وہ لوگوں کو خاموش رہنے کا حکم دیتے اور فرماتے ﴿لَا تَرْفَعُوْٓا اَصْوَاتَکُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِیِّ﴾ کہ اپنی آوازوں کو نبی اکرم ﷺ کی آواز پر بلند نہ کرو، اور یہ بھی فرماتے کہ حدیث شریف پڑھتے پڑھاتے وقت خاموش رہنا اسی طرح لازم ہے جس طرح آپ کے دنیا میں ارشاد فرماتے وقت لازم تھا۔

(مدارج النبوۃ)

چوتھا واقعہ: رئیس التابعین حضرت سعید بن المسیب رَحِمَہُ اللّٰہُ تَعَالٰی (المتوفی ۹۳ ہجری) بیمار ہونے کی وجہ سے ایک پہلو پر لیٹے ہوئے تھے، اتنے میں ایک شخص نے ان سے ایک حدیث کے متعلق دریافت کیا: وہ فوراً اٹھ کر بیٹھ گئے اور حدیث بیان کی۔ سائل نے کہا کہ آپ نے اتنی تکلیف کیوں کی۔ فرمایا: میں اس چیز کو پسند نہیں کرتا کہ نبی اکرم ﷺ کی حدیث کروٹ کے بل لیٹے لیٹے بیان کروں۔ (مدارج النبوۃ، جلد۱، صفحہ ۵۴۱)

پانچواں واقعہ: جب لوگ امام مالک رَحِمَہُ اللّٰہُ تَعَالٰی کے پاس علم حاصل کرنے کے لیے آتے تو ایک خادمہ ان لوگوں سے پہلے دریافت کرتی کہ حدیث مبارک کے لیے آئے ہو یا فقہی مسائل معلوم کرنے کے لیے؟ اگر وہ کہتے کہ مسائل معلوم کرنے کے لیے آئے ہیں تو امام مالک فوراً نکل آتے۔ اگر وہ کہتے کہ ہم حدیث مبارک کی سماعت کے لیے آئے ہیں، تو امام مالک غسل کر کے خوشبو لگاتے اور نیا لباس زیب تن کر کے باہر تشریف لاتے۔ آپ کے لیے ایک تخت بچھایا جاتا جس پر بیٹھ کر آپ حدیث بیان فرماتے۔ اثنائے روایت مجلس میں عود (خوشبو) کی دھونی دی جاتی۔ کسی طالب علم نے اس اہتمام کی وجہ پوچھی تو فرمایا: میں چاہتا ہوں کہ اس طرح سیدنا رسول اللہ ﷺ کی حدیث کی تعظیم کروں۔

چھٹا واقعہ: حضرت شاہ عبدالعزیز رَحِمَہُ اللّٰہُ تَعَالٰی ایک مرتبہ درسِ حدیث میں مشغول تھے کہ انھیں سخت پیاس کی وجہ سے حلق اتنا خشک محسوس ہوا کہ بولنا بھی مشکل ہوگیا۔ انہوں نے ایک طالب علم سے فرمایا: پانی لے آؤ۔ طالب علم جب گھر پہنچا اور پینے کے لیے پانی طلب کیا تو شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رَحِمَہُ اللّٰہُ تَعَالٰی یہ سن کر بہت پریشان ہوئے اور فرمایا ”افسوس! ہمارے خاندان سے علم رخصت ہوگیا۔“ اہلیہ صاحبہ نے کہا کہ آپ جلدی نہ کریں، چنانچہ انھوں نے پانی کے گلاس میں سرکہ ملا کر بھیجا۔ شاہ عبدالعزیز رَحِمَہُ اللّٰہُ تَعَالٰی نے پی لیا اور انہیں پتہ ہی نہ چلا کہ پانی میں سرکہ ملا ہوا ہے۔ جب شاہ ولی اللہ رَحِمَہُ اللّٰہُ تَعَالٰی کو یہ صورتحال معلوم ہوئی تو فرمایا: ”الحمدللہ! ابھی ہمارے خاندان میں علم باقی ہے۔“

ساتواں واقعہ: امام ابوحنیفہ رَحِمَہُ اللّٰہُ تَعَالٰی ادب کی وجہ سے امام اعظم بنے۔ حضرت امامِ اعظم ابوحنیفہ رَحِمَہُ اللّٰہُ تَعَالٰی اپنی والدہ کا بہت ادب واحترام کیا کرتے تھے، جب کبھی ان کی والدہ صاحبہ کو مسئلہ معلوم کرنا ہوتا تو وہ ایک سن رسیدہ فقیہ سے دریافت کرتیں، ایسے موقع پر امام اعظم ابوحنیفہ رَحِمَہُ اللّٰہُ تَعَالٰی اپنی والدہ کو اونٹ پر سوار کرتے اور خود نکیل پکڑ کر پیدل چلتے۔ جب لوگ دیکھتے تو ادب واحترام کی وجہ سے راستے کے دونوں طرف کھڑے ہوکر سلام کرتے۔ امام اعظم ابوحنیفہ رَحِمَہُ اللّٰہُ تَعَالٰی کی والدہ ان سے مسئلہ دریافت کرتیں، کئی مرتبہ ایسا ہوتا کہ معمر فقیہ کو مسئلہ کا صحیح حل معلوم نہ ہوتا تو وہ زیرِ لب امام اعظم ابوحنیفہ رَحِمَہُ اللّٰہُ تَعَالٰی سے پوچھ لیتے۔ پھر اونچی آواز سے آپ کی والدہ کو بتادیتے۔ امام اعظم ابوحنیفہ رَحِمَہُ اللّٰہُ تَعَالٰی کی تواضع اور ادب کا یہ عالم تھا کہ ساری زندگی اپنی والدہ پر یہ ظاہر نہ ہونے دیا کہ جو مسائل آپ ان سے

پوچھتی ہیں وہ میں ہی تو بتاتا ہوں۔ یہ سب اس لیے تھا کہ والدہ صاحبہ کی طبیعت جس طرح مطمئن ہوتی ہے ہونی چاہیے، اس ادب و احترام کے صدقے ہی امامِ اعظم بنے۔

آخر میں دُعا ہے کہ اللہ جل شانہٗ ہم سب کو حدیث اور صاحبِ حدیث کا ادب کرنے کی بھرپور توفیق عطا فرمائے، اس لیے کہ ادب ہی سے انسان درجۂ کمال کو پہنچتا ہے اور بے ادب محروم رہتا ہے۔

(۱۲۲) سات عجیب و غریب سوال اور سات عجیب و غریب جواب

ایک آدمی امام ابوحنیفہ رَحِمَہُ اللّٰہُ تَعَالٰی کے پاس آیا اور ایک عجیب و غریب سوال کیا کہ آپ اُس شخص کے بارے میں کیا کہتے ہو جو:

① بن دیکھے گواہی دیتا ہو۔
② یہود و نصاریٰ کے قول کی تصدیق کرتا ہو۔
③ اللہ کی رحمت سے دور بھاگتا۔
④ مُردار کھالیتا ہو۔
⑤ جس کی طرف اللہ نے بلایا ہو اس کی پرواہ نہ کرتا ہو۔
⑥ جس سے اللہ نے ڈرایا ہو اس کا خوف نہ کرتا ہو۔
⑦ فتنے کو محبوب رکھتا ہو۔

امام ابوحنیفہ رَحِمَہُ اللّٰہُ تَعَالٰی نے فرمایا: وہ شخص مؤمن ہے، سوال پوچھنے والا بڑا حیران ہوا، کہنے لگا: جی وہ کیسے؟ فرمایا:

① دیکھو! تم نے کہا کہ بن دیکھے گواہی دیتا ہو؛ تو مؤمن اپنے پروردگار کی بن دیکھے گواہی دیتا ہے۔

② دیکھو! تم نے کہا کہ یہود و نصاریٰ کے قول کی تصدیق کرتا ہو؛ قرآن میں آیا ہے:

﴿وَقَالَتِ الْيَهُوْدُ لَيْسَتِ النَّصٰرٰى عَلٰى شَيْءٍ وَّقَالَتِ النَّصٰرٰى لَيْسَتِ الْيَهُوْدُ عَلٰى شَيْءٍ﴾

(سورۃ البقرہ:۱۱۳)

”یہود کہتے ہیں کہ نصرانی حق پر نہیں اور نصرانی کہتے ہیں کہ یہودی حق پر نہیں۔“ تو مؤمن ان دونوں کے اس قول کی تصدیق کرتا ہے۔

③ دیکھو! تم نے کہا کہ اللہ کی رحمت سے دور بھاگتا ہے۔ تو دیکھو! بارش اللہ کی رحمت ہے، اور بارش سے تو ہر بندہ بھاگتا ہے کہ کہیں کپڑے نہ بھیگ جائیں۔

④ دیکھو! تم نے کہا کہ مردار کھاتا ہے؛ تو مچھلی مردہ ہوتی ہے، اس کو تو ہر بندہ مزے لے لے کر کھاتا ہے۔

⑤ دیکھو! تم نے کہا کہ جس کی طرف اللہ نے بلایا ہے اس کی طرف رغبت نہیں کرتا؛ پس وہ جنت ہے کہ اللہ نے اس کی طرف بلایا ہے: ﴿وَاللّٰهُ يَدْعُوْٓا اِلٰى دَارِ السَّلٰمِ﴾ مگر اس کو مشاہدۂ حق اتنا مطلوب ہے، اللہ کی رضا اتنی مطلوب ہے کہ محبوبِ حقیقی کی طرف سے نظر ہٹا کر وہ جنت کی طرف نظر ڈالنا کبھی پسند نہیں کرتا۔

⑥ دیکھو! تم نے کہا کہ جس سے اللہ نے ڈرایا ہے اس سے وہ ڈرتا نہیں؛ تو وہ دوزخ ہے، اس کو اپنے محبوب کی ناراضگی کی اتنی فکر رہتی ہے کہ جہنم میں جلنے کی پرواہ نہیں کرتا۔

⑦ دیکھو! تم نے کہا کہ اُسے فتنہ محبوب ہے؛ پس اولاد کو قرآن میں فرمایا گیا: ﴿اِنَّمَآ اَمْوَالُكُمْ وَاَوْلَادُكُمْ فِتْنَةٌ﴾ (سورۂ تغابن: آیت ۱۵) اور اولاد سے ہر شخص کو طبعی محبت ہوتی ہے۔ پس وہ شخص مؤمن ہے، سوال پوچھنے والا حیران رہ گیا۔

ایک اور آدمی حضرت امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے پاس آیا اور کہنے لگا کہ میں نے سنا ہے کہ آپ ہر سوال کا جواب دیتے

ہیں۔ فرمایا کہ تم بھی پوچھو۔ کہنے لگا: آپ یہ بتائیں کہ پاخانہ میٹھا ہوتا ہے یا نمکین؟ آپ نے فرمایا کہ میٹھا ہوتا ہے، کہنے لگا: آپ کے پاس اس کی دلیل کیا ہے؟ فرمایا کہ نمکین چیز پر مکھیاں نہیں بیٹھتیں، ہمیشہ میٹھی چیز پر بیٹھتی ہیں۔

(۱۲۳) حضرت فاطمہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہَا نے روتے ہوئے کہا کہ اے اللہ! تیری راتیں بہت چھوٹی ہوگئی ہیں میں نے دو رکعت کی نیت کی اور تیری رات ختم ہوگئی

ایک وقت تھا کہ عورتیں سارا دن گھر کے کام کاج میں مصروف رہتی تھیں اور جب رات آتی تھی تو مصلّٰی پر رات گزار دیا کرتی تھیں۔ سیدہ فاطمہ الزہر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہَا کے بارے میں آتا ہے کہ سردیوں کی لمبی رات تھی، عشاء کی نماز پڑھ کر دو رکعت نفل کی نیت باندھ لی، طبیعت میں ایسا سرور تھا، ایسا مزہ تھا، تلاوتِ قرآن میں ایسی حلاوت نصیب ہوئی کہ پڑھتی رہیں، حتیٰ کہ جب سلام پھیرا تو دیکھا کہ صبح کا وقت ہونے کو ہے، تو رونے بیٹھ گئیں اور یہ دُعا کرنے لگیں کہ اے اللہ! تیری راتیں بھی چھوٹی ہوگئیں کہ میں نے دو رکعت کی نیت باندھی اور تیری رات ختم ہوگئی۔

ایک وہ عورتیں تھیں جن کو راتوں کے چھوٹا ہونے کا شکوہ ہوا کرتا تھا، آج ہماری مائیں بہنیں ہیں جن میں سے قسمت والیوں کو پانچ وقت کی نماز پڑھنے کی توفیق نصیب ہوتی ہے۔

(۱۲۴) آپ کا شوہر جب تجارت کے لیے جائے تو آپ چاشت کی نماز پڑھ کر برکت کی دعا کریں تو روزی میں برکت ہوگی

ایک وقت تھا جب کہ خاوند حضرات تجارت کے لیے گھر سے نکلا کرتے تھے تو ان کی بیویاں مصلّے پر بیٹھ کر چاشت کی نمازیں پڑھا کرتی تھیں۔ ان کی بیویاں اپنے دامن پھیلا کر اللہ سے دعائیں مانگتی تھیں۔ اے اللہ! میرا خاوند اس وقت رزقِ حلال کے لیے گھر سے نکل پڑا ہے، اس کے رزق میں برکت عطا فرما، اس کے کام میں برکت عطا فرما، عورت رو رو کر دُعا مانگ رہی ہوتی تھی، اللہ تعالیٰ مرد کے کام میں برکت دے دیتے تھے۔

مسلمان معاشرے میں عورت گھر کی ملکہ کا درجہ رکھتی ہے۔ لہٰذا گھر کے ماحول کا دار و مدار عورت کی دینداری پر موقوف ہوتا ہے۔ عورتیں اگر نیک طبع ہوں گی تو بچوں کو بھی دینی رنگ سے رنگ دیں گی۔ پس مسلمان لڑکیوں اور عورتوں کو دینی تعلیم اور اخلاقی تربیت پر بالخصوص محنت کی ضرورت ہے۔ کسی نے سچ کہا ہے "مرد پڑھا فرد پڑھا، عورت پڑھی خاندان پڑھا"۔ دانایانِ فرنگ میں سے کسی کا قول ہے کہ "تم مجھے اچھی مائیں دو میں تمہیں اچھی قوم دوں گا۔"

امت مسلمہ کو مسلمان لڑکیوں کی دینی تعلیم و تربیت پر محنت کرنے کی زیادہ ضرورت ہے تاکہ ہماری آنے والی نسلیں ماں کی گود سے ہی دین کی محبت اور عمدہ اخلاق کی دولت پائیں اور اُفق عالم پر آفتاب و ماہتاب کی طرح نور برائیں۔

(۱۲۵) پہلے زمانے میں عورتیں روٹیاں پکاتے پکاتے کئی پارے قرآن پڑھ لیا کرتی تھیں

جس طرح مرد عبادت کر کے اللہ رب العزت کا تعلق حاصل کر سکتا ہے اسی طرح عورت بھی عبادت کر کے اللہ رب العزت کا تعلق اور اس کی معرفت حاصل کر سکتی ہے۔ ایک صحابیہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے تنور پر روٹیاں پکوائیں اور ان کو اپنے سر پر

رکھا اور چلتے ہوئے کہنے لگی، اے بہن! میرے تو تین پارے بھی مکمل ہوگئے، اور میری روٹیاں بھی پک گئیں۔ تب پتہ چلا کہ یہ عورتیں جتنی دیر روٹی پکنے کے انتظار میں بیٹھتی تھیں ان کی زبان پر قرآن جاری رہتا تھا، حتیٰ کہ اس دوران میں تین تین پارے قرآن کی تلاوت کرلیا کرتی تھیں۔

⑫⑥ پہلے زمانے میں مائیں بچوں کو دودھ پلاتے پلاتے کئی پارے قرآن پڑھ لیتی تھیں

آج ہے کوئی ماں جو کہے کہ میں بچے کا یقین اللہ کے ساتھ بناتی ہوں؟ ہے کوئی ماں جو کہے کہ میں تو صبح شام کھانا کھلاتے ہوئے اپنے بچے کو ترغیب دیتی ہوں کہ ہر حال میں سچ بولنا ہے؟ ان چیزوں کی طرف توجہ ہی نہیں ہوتی۔ باپ ذرا سی نصیحت کردے تو ماں فوراً کہتی ہے: بڑا ہوگا تو ٹھیک ہوجائے گا، حالانکہ بچپن کی بری عادتیں بعد میں نہیں چھوٹتیں۔ آج تربیت نہ ہونے کی وجہ سے اولاد جب بڑی ہوتی ہے تو وہ اپنے باپ سے یوں نفرت کرتی ہے جیسے پاپ سے نفرت کی جاتی ہے۔

ایک وقت تھا کہ عورت صبح کی نماز پڑھا کرتی تھی اور بچوں کو اپنی گود میں لے کر کبھی سورۃ یٰسین پڑھ رہی ہوتی تھی، کبھی سورۂ واقعہ پڑھ رہی ہوتی تھی، اس وقت بچے کے دل میں انوارات اُتر رہے ہوتے تھے، آج وہ مائیں کہاں گئیں جو صبح کے وقت بچے کو گود میں لے کر قرآن پڑھا کرتی تھیں؟ آج تو سورج نکل جاتا ہے مگر بچہ بھی سویا ہوا ہوتا ہے، ماں بھی سوئی ہوئی ہوتی ہے۔ شام کا وقت ہوتا ہے، بچے کو ماں نے گود میں ڈالا۔ ادھر سینے سے لگا کر دودھ پلا رہی ہے، ساتھ ہی بیٹھی ٹی وی پر ڈرامہ دیکھ رہی ہے۔ اے ماں! جب تو ڈرامے میں غیر محرم کو دیکھے گی، موسیقی سنے گی اور غلط کام کرے گی اور ایسی حالت میں بیٹے کو دودھ پلائے گی تو بتا تیرا بیٹا بغدادی رَحِمَہُ اللّٰہُ تَعَالیٰ کیسے بنے گا! بتا کہ تیرا بیٹا عبدالقادر جیلانی رَحِمَہُ اللّٰہُ تَعَالیٰ کیسے بنے گا؟

⑫⑦ ہیرا تم ڈھونڈنا اور قیمت ہم لگادیں گے

بہاولپور میں ایک نواب صاحب نے مدرسہ بنوایا۔ اس نے مقامی علماء سے کہا کہ عمارت میں بنوا دیتا ہوں مگر آباد کیسے ہوگا؟ علماء نے کہا کہ ہم آپ کو ایک ایسی شخصیت کے بارے میں بتائیں گے، آپ اُنہیں لے آنا مدرسہ چل جائے گا۔ اس نے کہا: ہیرا تم ڈھونڈنا اور قیمت ہم لگادیں گے۔ نواب صاحب کو بڑا ناز تھا پیسے کا۔ چنانچہ جب عمارت بن گئی تو اُس نے علماء سے پوچھا: بتاؤ کون سا ہیرا ڈھونڈا ہے؟ کہنے لگے: قاسم نانوتوی، اس نے علماء سے پوچھا کہ حضرت کی تنخواہ کتنی ہوگی؟ انہوں نے کہا کہ حضرت کی تنخواہ چار پانچ روپے ہوگی۔ اُس دور میں اتنی ہی تنخواہ ہوتی تھی۔ کہنے لگا: جاؤ! اور میری طرف سے حضرت کو سو روپیہ ماہانہ کا پیغام دے دو۔ اب جس آدمی کو پانچ روپے کے بجائے سو روپیہ ملنا شروع ہوجائیں تو کتنا فرق ہے۔ چنانچہ علماء بڑے خوش ہوئے جی ہاں! اب تو حضرت ضرور آجائیں گے۔ دیوبند جا کر حضرت رَحِمَہُ اللّٰہُ تَعَالیٰ سے ملے، حضرت نے ان کی خوب خاطر تواضع فرمائی، پوچھا کیسے آنا ہوا؟ کہنے لگے: حضرت! نیا مدرسہ بنایا ہے، آپ وہاں تشریف لائیں۔ نواب صاحب نے آپ کے لیے سو روپیہ ماہانہ مشاہرہ مقرر کیا ہے۔ حضرت نے فرمایا: بات یہ ہے کہ میرا مشاہرہ تو پانچ روپیہ ہے، اس میں سے تین روپے میرے ذاتی خرچہ کے ہیں اور دو روپے میں غریبوں، مسکینوں اور یتیموں میں خرچ کرتا ہوں، اگر میں وہاں چلا گیا اور سو روپیہ تنخواہ ہوگئی تو میرا خرچ تو تین روپے رہے گا اور باقی ستانوے روپے غریبوں میں تقسیم کرنے کے لیے مجھے سارا دن ان کو ہی ڈھونڈنا پڑے گا اور میں پڑھا نہیں سکوں گا، لہذا میں وہاں نہیں جاسکتا۔ ایسی دلیل دی

کہ اُن علماء کی زبانیں گنگ ہوگئیں۔ اسے زہد فی الدنیا کہتے ہیں۔ اللہ اکبر کبیراً۔

ہمارے اکابرین علم کے ساتھ ساتھ ادب کا بھی خوب اہتمام فرمایا کرتے تھے۔ حضرت تھانوی رَحِمَہُ اللّٰہُ تَعَالیٰ فرماتے تھے کہ میں نے ہمیشہ چار باتوں کی پابندی کی ہے۔ ① ایک تو یہ کہ میری لاٹھی کا جو سرا زمین پر لگتا تھا اس کو کبھی کعبے کی طرف کر کے نہیں رکھا۔ میں نے بیت اللہ شریف کا اتنا احترام کیا۔ ② دوسری بات یہ کہ میں اپنے رزق کا اتنا احترام کرتا تھا کہ چارپائی پر بیٹھتا تو خود ہمیشہ پائنتی کی طرف بیٹھتا اور کھانے کو سرہانے کی طرف رکھتا، اس طرح بیٹھ کر کھانا کھاتا تھا۔ ③ تیسری بات یہ کہ جس ہاتھ سے طہارت کرتا تھا اس ہاتھ میں پیسے نہیں پکڑتا تھا، کیونکہ یہ اللہ کا دیا ہوا رزق ہے۔ ④ چوتھی بات یہ کہ جہاں میری کتابیں پڑی ہوتی ہیں میں اپنے استعمال شدہ کپڑوں کو ان دینی کتابوں کے اوپر کبھی نہیں لٹکایا کرتا تھا۔

ایک دفعہ مفتی کفایت اللہ رحمہ اللہ نے طلباء سے پوچھا کہ بتاؤ انور شاہ کشمیری رحمہ اللہ اتنے زیادہ مشہور کیوں ہوگئے؟ کسی نے کہا: اچھے مفسر تھے۔ کسی نے کہا: اچھے محدّث تھے، اچھے شاعر تھے، وہ منطق اچھی جانتے تھے۔ فرمایا نہیں، کسی نے یہی سوال ایک مرتبہ حضرت کشمیری رَحِمَہُ اللّٰہُ تَعَالیٰ سے پوچھ لیا تو فرمایا: دو باتیں میرے اندر تھیں:

① جب مطالعہ کرتا تھا تو باوضو کرتا تھا۔ اور ② جب مجھے کتاب کا حاشیہ پڑھنے کی ضرورت پڑتی تھی اور حاشیہ دوسری طرف ہوتا تو میں اپنی جگہ چھوڑ کر دوسری طرف آ کر حاشیہ پڑھ لیتا تھا۔ حدیث کی کتابوں کو میں نے کبھی اپنے تابع نہیں کیا۔

(۱۲۸) علماء کی تین قسمیں

سفیان ثوری رَحِمَہُ اللّٰہُ تَعَالیٰ فرماتے ہیں کہ علما کی تین قسمیں ہیں:

❶ عالم باللہ اور عالم بامر اللہ، یہ وہ عالم ہے جو اللہ سے ڈرتا اور اس کے حدود و فرائض کو جانتا ہے۔

❷ صرف عالم باللہ، جو اللہ سے تو ڈرتا ہے لیکن اس کے حدود و فرائض سے بے علم ہے۔

❸ صرف عالم بامر اللہ، جو حدود و فرائض سے باخبر ہے لیکن خشیت الٰہی سے عاری ہے۔ (تفسیر مسجد نبوی ص: ۱۲۲۵)

(۱۲۹) لوگوں کی بداعمالیوں کے باعث خشکی اور تری میں فساد پھیل گیا ہے

﴿ظَهَرَ الْفَسَادُ فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ بِمَا كَسَبَتْ اَيْدِي النَّاسِ لِيُذِيْقَهُمْ بَعْضَ الَّذِي عَمِلُوْا لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُوْنَ.﴾ (الروم: ۴۱)

”خشکی اور تری میں لوگوں کی بداعمالیوں کے باعث فساد پھیل گیا۔ اس لیے کہ انھیں ان کے بعض کرتوتوں کا پھل اللہ تعالیٰ چکھا دے (بہت) ممکن ہے کہ وہ باز آ جائیں۔“

تشریح: خشکی سے مراد انسانی آبادیاں اور تری سے مراد سمندر، سمندری راستے اور ساحلی آبادیاں ہیں۔ فساد سے مراد ہر وہ بگاڑ ہے جس سے انسانوں کے معاشرے اور آبادیوں میں امن و سکون تہ و بالا اور ان کے عیش و آرام میں خلل واقع ہو۔ اس لیے اس کا اطلاق معاصی و سیئات پر بھی صحیح ہے کہ انسان ایک دوسرے پر ظلم کر رہے ہیں، اللہ کی حدوں کو پامال اور اخلاقی ضابطوں کو توڑ رہے ہیں اور قتل و خونریزی عام ہوگئی ہے، اور ان ارضی و سماوی آفات پر بھی اس کا اطلاق صحیح ہے جو اللہ کی طرف سے بطور سزا و تنبیہ نازل ہوتی ہیں۔ جیسے قحط، کثرت موت، خوف اور سیلاب وغیرہ۔ مطلب یہ ہے کہ جب انسان اللہ کی نافرمانی کو اپنا وطیرہ بنا لیں تو پھر مکافات عمل کے طور پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے انسانوں کے اعمال و کردار کا رخ برائیوں کی

طرف پھر جاتا ہے اور زمین فساد سے بھر جاتی ہے۔ امن و سکون ختم ہو جاتا ہے اور اس کی جگہ خوف و دہشت، سلب و نہب اور قتل و غارت گری عام ہو جاتی ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ بعض دفعہ آفات ارضی و سماوی کا بھی نزول ہوتا ہے۔ مقصد اس سے یہی ہوتا ہے کہ اس عام بگاڑ یا آفات الٰہیہ کو دیکھ کر شاید لوگ گناہوں سے باز آ جائیں، توبہ کر لیں اور ان کا رجوع اللہ کی طرف ہو جائے۔

اس کے برعکس جس معاشرے کا نظام اطاعت الٰہی پر قائم ہو اور اللہ کی حدیں نافذ ہوں، ظلم کی جگہ عدل کا دور دورہ ہو۔ وہاں امن و سکون اور اللہ کی طرف سے خیر و برکت کا نزول ہوتا ہے۔ ایک حدیث میں آیا ہے: ''زمین میں اللہ کی ایک حد کا قائم کرنا، وہاں کے انسانوں کے لیے چالیس روز کی بارش سے بہتر ہے۔''

(النسائی، کتاب قطع ید السارق، باب الترغیب فی اقامة الحد، ابن ماجه)

اسی طرح یہ حدیث ہے کہ ''جب ایک بدکار (فاجر) آدمی فوت ہو جاتا ہے تو بندے ہی اس سے راحت محسوس نہیں کرتے بلکہ شہر بھی، درخت اور جانور بھی آرام پاتے ہیں۔'' (صحیح بخاری، کتاب الرقاق، باب سکرات الموت. مسلم، کتاب جنائز باب ماجاء فی مستریح و مستراح منه بحواله تفسیر مسجد نبوی ص ۱۱۳۵ م)

⑬⓪ دیہات میں عورتوں کے لیے تعلیم کی اہمیت و ضرورت

مسلم سماج میں لڑکیاں بہ نسبت لڑکوں کے مختلف قسم کی پابندیوں کا شکار ہیں۔ شریعت نے ان پر جو پابندیاں عائد کی ہیں وہ بالکل درست ہیں اور وہ ان پر عمل پیرا ہو کر کامیابی سے ہمکنار ہو سکتی ہیں۔ اس کے برعکس حالات کے مدنظر لوگوں کا لڑکیوں کے تئیں پرانا شیوہ اختیار کرنا کہاں تک درست ہے؟

لڑکے کسی حد تک اپنے مستقبل کو اپنے تصور میں لا سکتے ہیں، لیکن لڑکیوں کے لیے شادی سے پہلے اپنے مستقبل کا تصور کرنا ایک نہایت ہی مشکل امر ہے۔ کیونکہ ایک لڑکی یہ نہیں جانتی کہ اس کی آنے والی زندگی کسی گاؤں، دیہات یا کسی شہر میں گزرے گی۔ گاؤں یا دیہات کے مقابلے شہر میں پڑھے لکھے لوگوں کی کثرت ہے، جس کی وجہ سے شہروں میں شادی سے پہلے لڑکیاں کسی طرح کی پابندیوں کا شکار نہیں ہوتیں اور اپنے بہتر مستقبل کے بارے میں بآسانی غور و فکر کر لیتی ہیں۔ اس کے برخلاف گاؤں دیہات میں والدین ناقص علم کی وجہ سے اپنے گھر کی لڑکیوں کو پرانے رسم و رواج کی زنجیر میں جکڑے رہتے ہیں۔ مثلاً لڑکیوں کی پڑھائی کو فضول سمجھنا، گھر سے باہر آنے جانے پر پابندی لگانا وغیرہ۔ بہر حال اسے والدین کی لاپرواہی نہیں کہہ سکتے بلکہ ان سب باتوں سے ماں باپ کا اپنی اولاد کے تئیں شفقت و محبت کا فطری جذبہ عیاں ہوتا ہے۔ گاؤں دیہات کے والدین کا اپنی لڑکیوں کے تعلق سے قدیم طرز کا یہ رویہ اپنی جگہ درست ہو سکتا ہے۔ لیکن کیا یہ رویہ ان بچیوں کو اپنے تعلق سے فیصلہ کرنے میں معاون و مددگار ثابت ہو سکتا ہے؟ جی نہیں، بلکہ اس طرح ان کی خود اعتمادی کی دیوار کھوکھلی پڑ جائے گی اور وہ کمزور ہو جائیں گی۔ اور یہی کمزوریاں شادی کے بعد سسرال میں ہونے والے ظلم و ستم کا سبب بنتی ہیں اور ظاہر ہے کہ بچی پر ڈھائے جانے والے مظالم سے ماں باپ بھی صدموں سے دوچار ہوتے ہیں۔ اس وقت انھیں یہ خیال آتا ہے کاش ہم نے اپنی بچی کو پڑھایا ہوتا تو آج یہ دن دیکھنا نہ پڑتا اور کوئی بلا وجہ ہماری بچی پر ظلم ڈھانے کی کوشش نہ کرتا۔ لیکن افسوس اس وقت کا پچھتانا کسی کام نہیں آتا ہے۔

گاؤں اور دیہات کے والدین کو چاہیے کہ وہ اپنی لڑکیوں کی تعلیم کی طرف توجہ دیں اور فرسودہ رسم و رواج کی بندشوں سے انھیں آزاد کریں تاکہ وہ اس نئے دور میں، ادب کے دائرے میں رہ کر دوسروں کے مقابل کھڑی رہ سکیں اور اپنا دفاع کر سکیں۔

ہم سبھی جانتے ہیں کہ آئے دن گاؤں کی لڑکیاں سسرال والوں کے ظلم کا شکار ہوتی رہتی ہیں۔ ہر چند کہ یہ معاملہ شہروں میں بھی پیش آتا ہے۔ لیکن یہاں ان کے خلاف آواز اٹھانے کے لیے کئی تنظیمیں موجود ہیں البتہ گاؤں میں اگر کسی عورت پر ظلم ہوتا ہے تو گاؤں میں اسے انصاف دلانے والا نہ کوئی ادارہ موجود ہے اور نہ تنظیمیں اور نہ ہی وہ خود اپنا حق حاصل کر پاتی ہیں۔ اس ظلم سے بچنے کا بہترین ہتھیار تعلیم ہے، جس سے ہر ایک کو استفادہ کرنا چاہیے تاکہ وہ اپنے پیروں پر کھڑی ہو جائیں اور خود کفیل ہو جائیں۔ لڑکی ایک بار خود کفیل ہو گئی تو اسے مستقبل کے تعلق سے اتنی فکر نہیں رہ جاتی بلکہ وہ اپنے مستقبل کو خود بنانے اور سنوارنے لگتی ہے۔

گاؤں کی لڑکیوں میں تعلیم کا رجحان بڑھانے کے لیے شہر کے پڑھے لکھے طبقات کی عورتوں کو چاہیے کہ وہ سب متحد ہو کر اپنی مصروفیات سے تھوڑا سا وقت نکال کر اپنے اطراف کے گاؤں میں خواتین کو تعلیم سے روشناس کرائیں اور ان میں تعلیم کے تئیں بیداری پیدا کریں۔

(۱۳۱) بوڑھے ماں باپ کا ہر حال میں خیال رکھیے

بوڑھے عام طور پر بوجھ سمجھے جاتے ہیں اور بہت سے گھروں میں ان کی کوئی قدر و قیمت نہیں ہوتی۔ ان کے مشوروں اور نصیحتوں کو بکواس سمجھا جاتا ہے۔ کاروبار کرنے اور پینشن پانے والے بزرگوں کو برداشت کر لیا جاتا ہے، مگر جن بزرگوں کی آمدنی کا کوئی ذریعہ نہیں ہوتا وہ پوری طرح سے گھر والوں کے رحم و کرم پر ہوتے ہیں اور ان کی حالت دگرگوں ہو کر رہ جاتی ہے۔ کہنے کا مطلب یہ ہے کہ جب تک ایسے بزرگ جو کما کر لاتے ہیں یا کاروبار کرتے ہیں یا پھر پینشن پاتے ہیں تب تک ان کی خدمت میں کوئی کسر باقی نہیں رکھی جاتی اور انھیں بوجھ نہیں سمجھا جاتا۔ وقت پر کھانا ہی نہیں بلکہ وقتاً فوقتاً گھر والوں کا پیار بھی اُمڈتا رہتا ہے اور بیمار ہونے پر ان کی تیمارداری بھی کی جاتی ہے کیونکہ وہ دواؤں کا خرچ خود برداشت کرتے ہیں۔

ایسے بزرگوں کی بھی عزت کی جاتی ہے جن کے نام زمین اور جائیداد ہوتی ہے۔ اور ان کی تیمارداری یا ان پر محبتیں اس لیے لٹائی جاتی ہیں کہ انھیں اس جائیداد میں سے حصہ مل جائے، یعنی کمانے والے، کاروبار کرنے والے یا بے شمار دولت رکھنے والے بزرگوں کو سر آنکھوں پر بٹھایا جاتا ہے۔ وہ بھی اس وقت تک جب تک ان کے پاس دولت ہوتی ہے یا وہ کمانے کے قابل ہوتے ہیں۔ جہاں ان کے پاس دولت ختم ہو جاتی ہے یا وہ کمانے کے لائق نہیں رہ جاتے، انھیں بوجھ سمجھا جانے لگتا ہے۔ ایسا ہر گھر میں نہیں ہوتا، لیکن بیشتر گھروں میں بزرگوں کو اسی صورتحال کا سامنا کرنا پڑ رہا ہے۔

بات وہیں پر آ کر رک جاتی ہے کہ آخر اس کا ذمہ دار کون ہے؟ کیا وہ بچے ہیں جن کی پرورش ان ہی بزرگوں نے بڑے ناز و نعم سے تو کی لیکن انھیں بزرگوں کی عزت اور خدمت کا سلیقہ نہیں سکھایا؟ انھیں یہ نہیں بتایا کہ وہ بھی اپنے بچوں کے بیمار ہونے پر انھیں بوجھ نہیں سمجھا کرتے تھے۔ انھوں نے کبھی یہ سوچ کر انھیں تعلیم سے محروم نہیں رکھا کہ چھوڑو کون تعلیم دلوائے۔ کہاں سے میں اتنے پیسے خرچ کروں؟ انھوں نے اپنے بچوں کو کبھی یہ احساس نہیں ہونے دیا کہ انھیں اچھے اور عمدہ لباس پہننے کے لیے دن رات کتنی محنت کرنی پڑی تھی۔ ان کا پیٹ بھرنے کے لیے بعض اوقات وہ خود بھوکے سو جایا کرتے تھے لیکن انھیں

پیٹ بھر کھانا کھلائے بغیر کبھی نہیں سلایا۔ بچوں کا مستقبل سنوارنے کے لیے انھی بزرگوں نے اپنے آپ کو وقف کر دیا۔ پھر ان کے ساتھ برا سلوک کیوں کیا جاتا ہے؟

کیا نوجوان یہ سمجھتے ہیں کہ وہ کبھی بوڑھے نہیں ہوں گے؟ اپنے والدین اور بزرگوں کے ساتھ بدسلوکی اور بدتمیزی کرنے والے نوجوان والدین یہ بھول جاتے ہیں کہ کل کو ان کی بھی اولاد جوان ہوگی اور کل وہ بھی بوڑھے ہوں گے۔ اور جو سلوک وہ اپنے ماں باپ اور بزرگوں کے ساتھ کر رہے ہیں۔ ان کے ساتھ بھی کیا جا سکتا ہے۔

زندگی اس ہاتھ دے اور اس ہاتھ لے کا نام ہے۔ یعنی آپ اپنے بزرگوں سے جیسا سلوک روا رکھیں گے ہو سکتا ہے کل آپ کو بھی اس طرح کے حالات کا سامنا کرنا پڑے۔ ہمیں یہ نہیں بھولنا چاہیے کہ ہر انسان ایک نہ ایک دن بڑھاپے کی دہلیز پر پہنچے گا۔ ظاہر ہے کہ ہم نے جس طرح اپنے ماں باپ اور بزرگوں کے ساتھ سلوک کیا ہوگا ویسا ہی سلوک ہمیں اپنے بچوں سے ملے گا۔ اس لیے ضرورت اس بات کی ہے کہ ہم اپنے بزرگوں کو اپنے آپ پر بوجھ نہ سمجھیں بلکہ ان کی قربانیوں اور ان کی بزرگی کا خیال کرتے ہوئے ان کی تیمارداری، ان کی دل بستگی، ان کی پسند ناپسند، ان کے آرام اور ان کی ضروریات کا بھرپور خیال رکھیں۔

بزرگ بڑھاپے میں تھوڑے سخت اور چڑچڑے ہو جاتے ہیں اور یہ عمر کا تقاضا ہے۔ کہتے ہیں کہ بچہ اور ایک بوڑھا برابر ہوتے ہیں۔ یعنی جب انسان بوڑھا ہو جاتا ہے تو وہ بچوں جیسا ہو جاتا ہے۔ ان کا ضد کرنا، بات بات پر چڑنا عام بات ہے۔ بزرگ بالکل اس بچے کی طرح ہو جاتے ہیں جو اپنی بات پوری نہ ہونے یا کسی چیز کے نہ ملنے پر ناراض یا چڑچڑا جاتا ہے۔ ان کی خدمت اس طرح کریں جیسے ہم اپنے بچے کی کرتے ہیں۔

بزرگوں کی خدمت کرنا نہ صرف دنیا میں آپ کو سرخرو کرے گا بلکہ آپ کی آخرت بھی سنور جائے گی۔ بوڑھوں کا بیمار ہونا، بات بات پر نکتہ چینی کرنا یا گھر ہی میں موجود رہنا بے شک آپ کو پریشان کرتا ہوگا، لیکن ان حالات میں ہی آپ کی صحیح آزمائش ہوتی ہے کہ آپ اپنے والدین کو یا گھر کے بزرگوں کو کتنی اہمیت دیتے ہیں اور ان کی کتنی تیمارداری کرتے ہیں۔ ایک طرح سے یہ آپ کا امتحان ہے اور اس امتحان میں کامیابی کے بعد ہی آپ دنیا و آخرت میں سرخرو ہو سکتے ہیں۔

بزرگوں سے بھی ایک گزارش ہے کہ وہ اپنے آپ کو اتنا کمزور اور لاچار نہ بنائیں کہ بچے آپ کو بوجھ سمجھنے لگیں یا آپ سے چڑنے لگیں۔ یہ اسی وقت ہی ممکن ہو سکتا ہے جب بزرگ نہ صرف اپنے آپ کو مثالی والدین بنا کر پیش کریں بلکہ بچوں کی تربیت بھی اس انداز میں کریں کہ وہ عمر کے کسی بھی حصے میں آپ سے بدتمیزی کرنے کی ہمت کر سکیں، نہ ہی آپ کے مشوروں کو رد کر سکیں۔

بعض بزرگ بلاوجہ گھر کے معاملات میں دخل دیتے ہیں یا اپنی بات منوانے کے لیے بچوں کو برا بھلا بھی کہتے رہتے ہیں۔ بھلے ہی ان کی بات نامناسب ہو وہ اس بات پر زور دیتے ہیں کہ انھیں کی بات مانی جائے۔ ایسے حالات میں اولاد اور والدین کے درمیان تلخیاں بڑھ جاتی ہیں، اس لیے بزرگوں کو بھی عمر اور تجربات کی روشنی میں اور مصلحت سے کام لیتے ہوئے اپنے خاندان کو آگے بڑھانے میں مدد دینی چاہیے اور نوجوانوں کو بھی ان کا ساتھ دینا چاہیے تب جا کر نوجوانوں اور بزرگوں کے بیچ کی اس خلش کو ختم کیا جا سکتا ہے۔ مسلم معاشرے میں اسلامی تعلیمات کو پیش نظر رکھتے ہوئے بزرگوں کے احترام اور ان کی ضروریات کا خیال رکھنا بے حد ضروری ہے۔ اس سے دوگنا فائدہ ہوگا: دنیاوی بھی اخروی بھی۔

(۱۳۲) عورت ماں، بیٹی، بیوی اور بہن کی حیثیت سے

معاشرے میں عورت کی حیثیت کو ہمیشہ کمزور صنف مانا گیا اور عورت نے بھی سر تسلیم خم کر کے اس حقیقت کو قبول کر لیا جبکہ معاملہ اس کے برعکس ہے۔ دراصل صنفِ نازک ہی طاقت کا سرچشمہ ہے اور اس کی کئی حیثیتیں ہیں۔

ماں: عورت ماں ہوتی ہے تو اتنی عظیم طاقت اس کے پاس ہے کہ وہ مرد کو جنم دیتی ہے، اس طرح خالق دو جہاں نے ماں کو وہ طاقت دی کہ وہ تخلیق کا کام کر سکے۔ وہ زمانے کے سرد و گرم سے اپنے بچے کی حفاظت بھی کرتی ہے اور اس طرح اپنی ساری قوت صرف کر کے، اپنے بچے کو اپنا دودھ پلا کر، اپنی گود میں سلا کر اور اس کی صحت کا ہر طرح سے خیال رکھ کر اس کی پرورش کرتی ہے۔ کیا یہ مرد جو دولت کما کر لاتا ہے، اس میں یہ طاقت ہے کہ وہ اپنے بچے کے لیے یہ سب کر سکے؟

بیٹی: ایک بیٹی اپنے والدین کے لیے ایسا سہارا ہے جس کے نہ ہونے سے والدین بڑھاپے میں بے یار و مددگار ہو جاتے ہیں۔ بیٹے کے والدین پیری میں اکثر یہ افسوس کرتے ہیں کہ کاش ہم بیٹی کی نعمت سے محروم نہ ہوتے۔ ایک بیٹی بچپن سے جوانی تک یہاں تک کہ شادی ہو جانے کے باوجود قدم قدم پر والدین کا سہارا بنتی ہے۔ وہ ماں کے ساتھ گھریلو کام کاج میں ہاتھ بٹاتی ہے، چھوٹے بھائی بہنوں کی پرورش میں مدد کرتی ہے، باپ تھکا ماندہ گھر لوٹتا ہے تو اس کا خیر مقدم کرتی ہے اور اپنی بساط بھر اس کے کام آتی ہے۔ اور آج کی بیٹی تو اس سے بھی کہیں آگے والدین کے لیے مالی سہارا بنتی ہے۔ اگر گھر کی آمدنی کم ہے تو وہ مالی طور پر بھی مدد کرنے میں پیچھے نہیں رہتی۔ وہ پڑھائی کے دوران ٹیوشن وغیرہ کر کے گھر کی آمدنی میں اضافہ کرتی ہے اور ان پر بوجھ نہیں بنتی۔

بیوی: شریکِ حیات کی حیثیت سے ایک عورت وہ کارہائے نمایاں انجام دیتی ہے، جو شاید ہی کبھی مرد، بحیثیت شوہر کے انجام دے سکے۔ وہ بیوی بن کر مرد کی کمزوریوں کو اپنے دامن میں سمیٹ لیتی ہے، نہ صرف گھر گرہستی سنبھالتی ہے بلکہ ایک قدم آگے بڑھ کر بعض اوقات شوہر کی آمدنی میں اضافہ کے لیے خود ملازمت وغیرہ کرتی ہے۔ بچوں کی پرورش اس طرح کرتی ہے کہ کبھی کبھی تو شوہر کو پتہ بھی نہیں چلتا کہ اس کے بچے کس طرح اس مقام تک پہنچ گئے۔ شوہر کے بیمار پڑنے پر عورت دن رات ایک کر کے اس کی تیمارداری کرتی ہے۔

بہن: عورت ایک بہن کی صورت میں بھی بھائی کے لیے کسی نعمت سے کم نہیں۔ اکثر دیکھا گیا ہے کہ دسترخوان پر بہن اپنے منہ کا نوالا بھی اپنے بھائی کے لیے رکھ دیتی ہے۔ خود اپنا دل مار کر بھائی کو اچھا کپڑا پہننے کا موقع دیتی ہے کہ اسے گھر سے باہر نکلنا ہوتا ہے۔ اپنی پڑھائی سے زیادہ بھائی کی تعلیم پر توجہ دیتی ہے۔ بھائی کو جذباتی سہارا دینے میں بھی بہن ہمیشہ آگے آگے رہتی ہے۔ بہن کے آنچل میں منہ چھپا کر اکثر بھائی اپنے سارے غم ہلکے کر لیتے ہیں۔

ان تمام حیثیتوں کے علاوہ بھی عورت بحیثیت دفتری کارکن یا افسر، اپنی ڈیوٹی ہمیشہ مرد کی نسبت زیادہ اچھی طرح انجام دیتی ہے۔ اگر وہ ایک معلّمہ ہے تو بچے کو زیادہ اچھی طرح پڑھاتی ہے۔ عورت کی شفقت اور ممتا نے اس میدان میں اسے مرد سے کہیں آگے کا مقام دلایا ہے۔

'ہر کامیاب مرد کے پیچھے ایک عورت کا ہاتھ ہوتا ہے''۔ یہ کہاوت بہت مشہور ہے اور ایسا محسوس ہوتا ہے کہ بہت سارے تجربات اور مطالعہ کے بعد یہ کہاوت وجود میں آئی ہے۔ آدم علیہ السلام نے جب تنہائی سے گھبرا کر ایک ساتھی کی تمنا کی تو اللہ تبارک و تعالیٰ نے ان کو عورت کی شکل میں ایک ایسا ساتھ عطا کیا، جو ان کے لیے ہر صورت میں ایک مکمل ساتھی

ثابت ہوا۔ اس کے باوجود مرد نے کبھی عورت کی قدر نہیں کی اور اسے ہمیشہ اپنا غلام سمجھا۔ اسلام نے عورتوں کو وہ رتبہ عطا کیا جو کسی اور مذہب نے نہیں دیا ہے۔ اس کے باوجود مسلمانوں میں بھی عورتوں کی ناقدری اور ان پر ظلم وستم کا سلسلہ جاری رہتا ہے۔ مرد اس سے اپنی ہر جائز و ناجائز بات منوانے کی کوشش کرتے ہیں اور اس کے ساتھ ناانصافی کرتے ہیں، اس طرح وہ خدا کی بخشی ہوئی اس نعمت کی ناقدری ہی کرتے ہیں۔ ضرورت اس بات کی ہے کہ مرد عورت کی طاقت کو پہچانیں اور ان کو وہ مقام دیں جو اسلام نے انھیں عطا کیا ہے۔

(۱۳۳) عورت کی اصل درس گاہ اس کی سسرال ہے

جس طرح ایک شخص کے عادات واطوار اور خیالات کی ترتیب کسی مکتب یا تربیتی ادارے میں ممکن ہوتی ہے، بالکل اسی طرح ایک عورت کو زندگی بہترین ڈھنگ سے گزارنے اور معاملات سے بہتر طور پر نمٹنے کا ہنر سسرال میں سیکھنے کو ملتا ہے۔ عورت کا اصل گھر اس کا سسرال یا اس کے شوہر کا گھر ہے۔ اسی گھر میں وہ زندگی کی ہر اونچ نیچ کا مقابلہ کرنا سیکھتی ہے۔ جب تک ایک لڑکی اپنے ماں باپ کے گھر یعنی میکے میں ہوتی ہے، لاڈ پیار کے باعث بہت سی باتوں پر توجہ مرکوز کرنے کی اسے ترغیب نہیں ملتی۔ یہ بے فکری کی زندگی ہوتی ہے جس کو وہ زیادہ سے زیادہ انجوائے کرنا چاہتی ہے۔ والدین کے گھر میں رہ کر کوئی بھی لڑکی اپنی اصل زندگی یعنی ازدواجی زندگی کے بارے میں کچھ نہیں سیکھ پاتی۔ ازدواجی زندگی کے اسرار و رموز شادی کے بعد سسرال میں ہی کھلتے ہیں۔ والدین اپنی بچی کو زیادہ سے زیادہ سکھ اور آرام دینا چاہتے ہیں۔ شادی سے پہلے لڑکی اپنے گھر میں ہر لمحے اور ہر پل کا لطف اٹھاتی ہے، اس زندگی کو پریشانیوں اور الجھنوں کی نذر کرنا نہیں چاہتی۔ یہی سبب ہے کہ زندگی کی بہت سی بنیادی باتوں کی جانب وہ دھیان نہیں دیتی اور ان باتوں کا علم اسے شادی کے بعد ہی ہوتا ہے۔

عورت کے لیے سسرال مثالی درس گاہ ہی نہیں ہوتی بلکہ ایک امتحان گاہ بھی ہوتی ہے اور ساس اس درسگاہ اور امتحان گاہ کی سربراہ ہوتی ہے۔ ساس کی سمجھ داری اور معاملہ فہمی پر پورے گھر کی خوشیوں اور سکون کا دارومدار ہے۔ اگر ایمان داری اور غیر جانب داری سے جائزہ لیں تو اندازہ ہوگا کہ بیشتر ساسیں محدود ذہنیت اور بہت سی باتوں میں انا کا مظاہرہ کرتی ہیں، جس کے باعث بہوؤں سے ان کی چپقلش رہتی ہے اور اچھا خاصا گھر جہنم میں تبدیل ہو جاتا ہے۔

یہ درست ہے کہ معاملات میں قصوروار صرف ساس ہی نہیں ہوتی، مگر یہ سچ ہے کہ بیشتر ساسیں انتہائی استحقاق پسند ہوتی ہیں۔ وہ بیٹے اور بہو دونوں کو مٹھی میں رکھنا چاہتی ہیں اور یہیں سے بگاڑ پیدا ہوتا ہے۔ بیٹا اپنی زندگی اپنی مرضی سے گزارنا چاہتا ہے اور بہو کی آنکھوں میں بھی خود مختار زندگی کے سپنے ہوتے ہیں۔ ایسے میں کسی اور کی مرضی کا پابند ہونا ان دونوں کو اچھا نہیں لگتا۔

زیادہ تر مائیں اپنے بیٹوں کی شادی کے لیے بہت بیتاب دکھائی دیتی ہیں۔ یہاں تک کہ وہ اپنے بیٹے کی شادی کے لیے ہر قسم کی قربانی دینے کے لیے تیار رہتی ہیں۔ بہو کے لیے زیور تیار کرنے کی غرض سے وہ اپنا زیور بیچ ڈالتی ہیں یا اپنا ہی زیور بہو کو دے دیتی ہیں۔ ایسے میں سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ شادی کے کچھ ہی دنوں بعد بہو کو غلام کیوں سمجھنے لگتی ہیں اور بہو کی خاطر سب کچھ قربان کرنے کا وہ جذبہ سرد کیوں پڑ جاتا ہے؟ بعض ساسیں اتنی تنگ نظر اور بدمزاج ہوتی ہیں کہ بہو کو ہر وقت جہیز کم لانے کے طعنہ دیتی ہیں، ایسے میں بہو کوئی چیز مانگ لے تو ساس کی طرف سے ٹکا سا جواب ملتا ہے کہ ”اپنی ماں سے کیوں نہیں کہا، وہ تمھیں جہیز میں دے دیتیں یا اپنے ماں باپ سے کیوں نہیں مانگتیں“

ہم اس حقیقت کو تسلیم نہ کریں تو صورتحال بدلے گی نہیں کہ آج ہمارے سماج کے بیشتر گھرانوں میں ساس اور بہو کے مابین خلیج بہت زیادہ ہے۔ ان مسائل کے حل کی ایک صورت یہ ہے کہ ان سے بھاگنے کے بجائے ان کا سامنا کیا جائے۔ اس مسئلے کو حل کرنے کے لیے خاص طور پر مرد کو اہم کردار ادا کرنا ہوگا۔ ان حالات میں ماں، بیوی دونوں کا موقف سننے کی ضرورت ہے۔ کسی ایک کی بات سن کر دوسرے سے فوری ناراضگی یا برہمی کا اظہار غیر دانش مندانہ رویہ ہے۔ اس سے نہ تو انصاف ہوگا اور نہ ہی معاملات حل ہوں گے، لیکن یہ بات افسوس ناک ہے کہ ہمارے یہاں عام طور پر مردوں کا رویہ یک طرفہ ہوجاتا ہے۔ ماں کو سمجھانے کے بجائے وہ سارا غصہ بیوی پر نکالتے ہیں یا بیوی کی ناراضگی کے خوف سے اس کی غلط اور ناپسندیدہ باتوں کو بھی خاموشی سے برداشت کرلیتے ہیں جن کا بعض اوقات بہوئیں ناجائز فائدہ اٹھاتی ہیں۔

ہر ماں چاہتی ہے کہ اس کی بیٹی جس گھر میں جائے راج کرے۔ حالانکہ یہ راج کرنے والی سوچ درست نہیں ہے راج کرنے یا کسی کا راج قبول کرنے سے معاملات ہمیشہ بگڑتے ہیں۔ گھریلو معاملات حکم چلانے یا کسی کا بے جا حکم ماننے سے نہیں چلائے جاسکتے، کیونکہ یہ دوطرفہ معاملہ ہوتا ہے۔ اس میں کبھی اپنی بات منوائی جاتی ہے اور کبھی دوسروں کی باتوں پر سر تسلیم خم کیا جاتا ہے۔ اگر والدین اس بات کے خواہشمند ہیں کہ ان کی بیٹی کو زندگی میں کوئی دکھ یا کسی مصیبت کا سامنا نہ کرنا پڑے تو ضروری ہے کہ وہ داماد منتخب کرتے وقت اس کے گھر والوں کے بارے میں بھی معلومات حاصل کریں۔

دوسری طرف بہوؤں پر یہ فرض ہے کہ سسرال کے ہر فرد، بالخصوص ساس کو اپنی ماں کی طرح سمجھیں۔ ان کی کوشش ہونی چاہیے کہ شوہر کی پوری توجہ اپنی طرف مرکوز کرنے کے بارے میں سوچنے کے بجائے سب کو اپنا سمجھے اور سب کے ساتھ اچھا سلوک روا رکھنے کی کوشش کرے۔ دوسری جانب ہر ساس کا یہ فرض بنتا ہے کہ وہ بہو کو بیٹی سے بڑھ کر نہیں تو بیٹی کے برابر ضرور سمجھے۔ اس کا فائدہ یہ ہوگا کہ گھر میں توازن کی فضا پیدا ہوگی اور کامیاب زندگی توازن ہی چاہتی ہے۔ ہر گھر میں معاملات نشیب وفراز کے مراحل سے گزرتے ہیں، ان سے گزر کر ہی زندگی بنتی ہے۔

اگر ساس ضرورت سے زیادہ انا پرستی اور بہو غیر ضروری ہٹ دھرمی کا مظاہرہ کرے تو تعلقات میں کشیدگی بڑھتی رہے گی۔ دونوں انسان ہیں، دونوں کو اصولوں میں لچک پیدا کرنی ہوگی، معاملات کو درست ڈھنگ سے چلانے کے لیے بہت سی خواہشات ترک کرنا پڑیں گی اور اپنے نام نہاد دائرے سے باہر نکلنا ہوگا، تب کہیں جا کر یہ مسائل ختم ہوں گے۔

(۱۳۴) ترقی صرف معاشی خوش حالی کا نام نہیں ہے

آج پوری دنیا اضطراب اور بے چینی کے عالم میں ہے اور کہیں سکون نہیں ہے۔ دنیا کے مختلف خطوں میں جنگ کے بادل منڈلا رہے ہیں۔ جنگ و جارحیت آگ برسا رہی ہے۔ حقوق پامال ہورہے ہیں، ہر طرف ظلم و ناانصافی کا برہنہ رقص ہورہا ہے، ظلم و زیادتی افراد ہی کا نہیں قوموں کا شیوہ بن گئی ہے۔ محبت، اخوت، اخلاص، ہمدردی، صداقت، امانت و دیانت اور ایفائے عہد سے انسان کا رشتہ ٹوٹ گیا ہے۔ رشوت، چوری اور خون ریزی کا بازار گرم ہے۔ شراب اور منشیات کا استعمال بڑھ رہا ہے۔ عریانی و فحاشی اور بے حیائی کا دور دورہ ہے، معصوم بچے جرائم میں لت پت کردیئے گئے ہیں۔ معمولی باتوں پر قتل عام سی بات ہے۔ عشق و عاشقی کے نام پر ہوس کاری پھیلی ہوئی ہے اور بہت سارے اسکول اور کالج اس کے اڈے بن چکے ہیں۔ یہ ساری خرابیاں اور برائیاں روپ بدل بدل کر سامنے آرہی ہیں۔

یہ ہیں نتائج عورت کی کوتاہیوں کا جسے انسان کا کردار سنوارنے پر مامور کیا گیا تھا، مگر وہ ترقی اور ملازمت، مساوات مرد وزن، فیشن و میک اپ اور تفریح کی محفلوں میں کھوگئی ہے۔ بظاہر آج کی عورت بہت ترقی کرگئی ہے۔ ملازمت کے ہر شعبے اور بیشتر کاروبار سے وابستہ ہے۔ وہ باس بنی بیٹھی ہے اور بزنس کے بڑے بڑے شعبے چلا رہی ہے۔ اور کون سا ایسا میدان ہے جہاں عورت نہیں۔ کلرک، ٹیچر، لیکچرار، کاروبار سے لے کر آئی پی ایس اور آئی ایس افسر تک کے عہدے پر فائز ہے۔ تعلیمی میدان میں اپنی قابلیت اور کامیابی کے جھنڈے گاڑتی چلی جارہی ہے۔ ترقی کی دھن میں وہ آگے ہی آگے بڑھتی جارہی ہے۔ اس کی یہ محنت، جستجو اور کامیابی قابل ستائش ہے۔ لیکن اس دوڑ میں وہ اپنا نام، شناخت اور پہچان بھول چکی ہے، پیچھے مڑنا اسے گوارا نہیں۔ نسوانیت کو وہ بائے بائے کہہ چکی ہے۔ دوڑتے دوڑتے اس نے شرم وحیا کا لبادہ اتار کر پھینک دیا ہے۔ پردے کو خیر باد کہہ دیا ہے۔ اپنی عزت وعصمت کی دھجیاں خود ہی بکھیر دی ہیں۔ اس کے دائیں بائیں، آگے پیچھے اس کے چاروں طرف خونخوار بھیڑیئے ہیں جنھیں وہ اپنا ہمدرد، پرستار اور دوست سمجھ رہی ہے۔ یہ اس کی بے وقوفی نہیں تو اور کیا ہے؟ آزادی، ترقی اور ملازمت کے چکر میں وہ جیسے ہی گھر سے نکلتی ہے اس کی تباہی اور بربادی کی داستان شروع ہو جاتی ہے۔

شیطان جانتا تھا کہ انسان کا سب سے مضبوط مورچہ اس کا گھر ہے، اس لیے اس نے اپنے چیلوں کو اشارہ کیا کہ جب تک اس ''گھر کی نگہبان'' کو بے گھر نہ کیا جائے اس وقت تک کامیابی نہیں مل سکتی۔ چنانچہ اس کے چیلوں نے عورت کی آزادی کا نعرہ بلند کیا، پھر آواز لگائی کہ عورت اور مرد دونوں ہر حیثیت سے برابر ہیں اور عورت کو گھر میں رکھنا اس پر ظلم کرنا ہے، لہٰذا اسے بھی مردوں کے شانہ بشانہ کھڑا کیا جائے۔ عورت کی نادانی دیکھئے کہ وہ مساوات مرد وزن کے چکر میں خود اپنے پیروں پر کلہاڑی مار بیٹھی اور اب اس پر دوہری ذمے داری عائد ہے۔

اسے گھر سنبھالنا ہے اور دفتر بھی۔ کیا یہ صنفِ نازک پر ظلم نہیں ہے؟ صبح سویرے اٹھنا، گھر کے سارے کام انجام دینا، بچوں کو کھلانا، ٹفن تیار کرنا اور پھر دفتر جانے کے لیے اپنی تیاری کرنا، گھر کی صفائی خادمہ کے حوالے، شام میں جب میاں بیوی دونوں تھکے ہارے آتے ہیں اور غصہ ان کی ناک پر ہوتا ہے اور ذرا سی بات کو لے کر جھگڑا ہو جاتا ہے.. جبکہ پہلے ہوتا یہ تھا کہ جب شوہر دفتر سے تھکا ہارا گھر لوٹتا تھا تو بیوی مسکراتے ہوئے اس کا استقبال کرتی، چائے پیش کرتی، گھر صاف ستھرا رکھتی اور اس طرح بچوں کو ہنستا کھیلتا دیکھ کر شوہر بھی اپنی تھکان بھول جایا کرتا تھا۔ مگر اب ایسے منظر کم ہی دیکھنے کو ملتے ہیں۔

اس ہائی ٹیک دور میں دونوں میاں بیوی کے کمانے اور معیارِ زندگی بلند کرنے کے چکر میں کہاں گھر کا سکھ چین ملے گا۔ دونوں کو اتنی فرصت نہیں کہ وہ ایک دوسرے کو سمجھ سکیں یا بچوں کی ضرورتوں کو محسوس کرسکیں اور ایسے ماحول میں تربیت پانے والے بچے کیسے ہو سکتے ہیں آپ خود ہی اندازہ لگا سکتے ہیں۔ یہ بچے جب بڑے ہوتے ہیں تو انھیں ماں باپ سے بھی کوئی محبت نہیں ہوتی اور جہاں خون کے رشتے میں محبت نہ ہو وہاں انسانیت کہاں باقی رہتی ہے۔ پیسے کمانے کی دھن میں ہم آج کسی سے بھی پیچھے نہیں ہیں جتنی بھی دولت ہمارے ہاتھ آتی ہے وہ ہمارا پیٹ نہیں بھرتی بلکہ آتش حرص اور بھڑکتی ہے۔ اگر عورت سلیقہ شعار ہو تو کم آمدنی میں بھی گزارا کرلے گی اور حرف شکایت بھی زبان پر نہیں لائے گی لیکن یہی عورت اگر سلیقہ شعار اور سگھڑ نہ ہو تو اسے ماہانہ بیس ہزار بھی کم پڑیں گے اور شکوے شکایت کا پٹارا الگ کھول دے گی۔ آج کئی خواتین ایسی ہیں جو ملازمت بھی کرتی ہیں اور گھرداری بھی بحسن وخوبی نبھاتی ہیں۔ شوہر بھی ان سے خوش ہیں اور بچے بھی تربیت یافتہ ہیں کیونکہ وہ ملازمت کے ساتھ گھر کے سارے فرائض بخوبی انجام دے رہی ہیں۔ وہ ملازمت یا کاروبار کرنے کے باوجود اپنی

عصمت وعزت کی نگہبانی کرنا خوب جانتی ہیں۔

ترقی صرف معاشی خوش حالی کا نام نہیں ہے۔ اگر خواتین نئی نسل کو اچھی تربیت دیں، انسانیت سکھائیں اور ان کے اندر اخلاق پیدا کرنے کی کوشش کریں تو یہ نہ صرف قوم وملت کے لیے مفید ہے بلکہ ملک کی ترقی کے لیے بھی سودمند ہوسکتا ہے۔ الغرض عورت کا اصل میدان اس کا اپنا گھر ہے، اس حقیقت کو نہ بھولیں۔

(۱۳۵) بیٹی اللہ کی رحمت بھی ہے اور نعمت بھی ہے

خداوند کریم نے اس کائنات میں کوئی تخلیق بے مقصد، بے کار اور بے فائدہ نہیں پیدا کی، خواہ اس کا تعلق حیوانات، جمادات اور نباتات سے ہو یا اشرف المخلوقات حضرت انسان سے ہو۔ یہ تو ہوسکتا ہے کہ بعض کی علت تخلیق فہم انسانی اور اس کے شعور وادراک سے ماوراء ہو لیکن یہ حق کسی کو حاصل نہیں ہے کہ رب العلمین کی تخلیق پر اعتراض کرے، ناراضگی اور ناپسندیدگی کا اظہار کرے، کیونکہ خالق کائنات اپنی تخلیق کی افادیت واہمیت سے خوب واقف ہے، خواہ دیکھنے میں وہ ہمیں کتنی ہی حقیر لگے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے دور میں بنی اسرائیل کی ایک عورت نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے سوال کیا کہ حضرت! پروردگار عالم نے چھپکلی کو کیوں پیدا کیا؟ یہ تو کسی کام کی نہیں، دیکھنے میں بھدی اور شکل وصورت ایسی کہ ڈر لگے، کوئی خوبصورتی نہیں، کسی کام کی نہیں۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا ”یہی سوال انسان کے بارے میں پروردگار عالم سے چھپکلی نے کیا کہ اے خداوند عالم! آپ نے انسان کو کیوں پیدا فرمایا، یہ ناشکرا، بے صبرا، لڑنے جھگڑنے والا، روئے زمین پر فساد برپا کرنے والا، طمع پسند، بغض کینہ رکھنے والا ہے، اس کی تخلیق سے کیا فائدہ؟“ اس کو جواب ملا ”میں اپنی تخلیق کی افادیت اور حکمت سے زیادہ واقف ہوں۔“

کسی کی پیدائش ہماری خواہش اور مرضی کے مطابق ہو؟ یہ سوچ اور یہ خیال نادانی پر ہی نہیں عقل وفہم سے بھی بعید ہے۔ اس سوچ کا مظاہرہ اگر انسان کی طرف سے ہو جس کو اپنی فہم وفراست پر ناز ہے، اپنے علم اور عقل پر گھمنڈ ہے تو تعجب ہی نہیں افسوس بھی ہوتا ہے۔

زمانۂ جاہلیت سے وطیرہ چلا آ رہا ہے کہ انسان لڑکے کی پیدائش پر خوشی اور لڑکی کی پیدائش پر ناخوشی کا اظہار کرتا ہے۔ قرآن پاک میں اس طرز عمل پر ناراضگی کا اظہار کرتے ہوئے ارشاد فرمایا گیا ہے:

﴿وَاِذَا بُشِّرَ اَحَدُهُمْ بِالْاُنْثٰى ظَلَّ وَجْهُهٗ مُسْوَدًّا وَّهُوَ كَظِيْمٌ ۔ يَتَوَارٰى مِنَ الْقَوْمِ مِنْ سُوْٓءِ مَا بُشِّرَ بِهٖ ۭ اَيُمْسِكُهٗ عَلٰي هُوْنٍ اَمْ يَدُسُّهٗ فِي التُّرَابِ﴾ (النحل: ۵۸، ۵۹)

”جب ان میں سے کسی کو لڑکی کی پیدائش کی خوشخبری دی جاتی ہے تو اس کا چہرہ سیاہ ہوجاتا ہے، غصے کی وجہ سے وہ لوگوں سے چھپتا پھرتا ہے۔ کیا اسے ذلت کے ساتھ رکھے گا یا مٹی میں چھپادے گا۔“

ان کے اس سنگ دلانہ اور وحشیانہ طرز عمل سے تو دنیا واقف ہے کہ وہ لڑکی کو زندہ دفن کردیا کرتے تھے اور اس پر فخر بھی کرتے تھے۔ بدقسمتی سے ہمارے معاشرے میں آج بھی لڑکی کے حوالے سے یہ منفی رویہ پایا جاتا ہے۔ لڑکے کی پیدائش پر خوشی کا جو اظہار نظر آتا ہے، لڑکی کی پیدائش پر وہ مفقود ہوتا ہے۔ عالم، فاضل اور جاہل سب ہی کم وبیش اس مرض میں مبتلا ہیں۔ ذرا غور تو فرمائیں لڑکی کی پیدائش میں عورت کا کیا قصور؟ جو چیز اس کی قدرت میں نہیں، جس پر اسے اختیار نہیں بلکہ وہ

www.e-iqra.info

۹ ماہ کی مدت تک جو مشقت اور تکلیف برداشت کرتی ہے، مرد ۹ دن تو کیا شاید ۹ گھنٹے بھی برداشت نہ کر سکے، ہمارا طرز عمل اس کے ساتھ ظالمانہ اور بے رحمانہ ہوتا ہے۔ ہم لڑکی کی پیدائش پر ناراض ہو جاتے ہیں، تیوری پر بل آ جاتا ہے بلکہ کئی روز تک بیوی سے بات تک نہیں کرتے اور بچی کا چہرہ نہیں دیکھتے۔ پھر عورت کا عورت کے ساتھ یہ ظلم ہوتا ہے کہ ساس، نندیں برا بھلا کہتی ہیں، بدکلامی، بدزبانی سے پیش آتی ہیں۔ یہاں تک کہ اپنے لڑکے کی دوسری شادی کرنے کی دھمکی دے کر اس کا دل دکھاتی ہیں، بلکہ کچھ تو ایسا کر گزرتی ہیں۔ ایک مسلمان ہونے کے ناطے ہمارا یہ طرزِ عمل خدا کی نعمت کا ناشکرا پن ہے۔ اس کی عطا کی ناقدری ہے۔ انسانیت کے ناطے بے قصور کو قصور وار ٹھہرانا ایک ظالمانہ طرزِ عمل ہے۔

بیٹی خدا کی نعمت بھی ہے اور رحمت بھی۔ حضور اکرم ﷺ کا ارشاد گرامی ہے: ”جس نے دو لڑکیوں کی پرورش کی اور انھیں حسن تربیت سے مالا مال کیا یہاں تک کہ وہ سنِ شعور کو پہنچیں، قیامت کے دن میں اور وہ اس طرح آئیں گے جس طرح میرے ہاتھ کی یہ دو انگلیاں۔“ (مسلم، کتاب البر والصلة)

اس موقع پر آپ ﷺ نے اپنی انگشت شہادت اور ساتھ والی انگلی کو ملا کر دکھایا۔ صحیح مسلم میں حدیث مبارک ہے، حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا: جو شخص لڑکیوں کی پیدائش میں آزمائش میں ڈالا جائے پھر ان کے ساتھ اچھا برتاؤ کرے تو یہ لڑکیاں اس کے لیے قیامت کے روز دوزخ سے آڑ ہوں گی۔“ (مسلم کتاب البر والصلة، باب فضل الاحسان اِلی البنات)

اس کے علاوہ متعدد احادیث مبارکہ میں لڑکیوں کی پرورش اور حسن تربیت پر نوید بخشش ہے اور ان کے فضائل بیان کیے گئے ہیں۔ اسی لیے کہا گیا ہے کہ بیٹی نعمت بھی ہے اور رحمت بھی۔ اولاد ہونے کی وجہ سے نعمت اور بخشش کا سبب ہونے کی وجہ سے رحمت۔

اسلام نے عورت کو بڑے مراتب عطا کیے ہیں۔ عورت کو ماں، بہن اور بیٹی کے مقدس رشتے سے سرفراز کیا ہے۔ آج کی پیدا ہونے والی بیٹی کل ماں کے مقدس رشتہ کی حامل ہوگی کہ اس کی رضا بخشش کا سبب، اس کی دعا قبولیت کا ذریعہ، اس کو عزت واحترام سے دیکھنا حج کا ثواب، اس کی خدمت میں دخول جنت کا راستہ۔ یہ بیٹی ہی تو ہے جو اس مقدس مرتبہ کی حامل بنی۔ سلسلۂ نسب میں سب سے اعلیٰ و ارفع سلسلہ سادات کا ہے۔ اس پر غور کیجیے تو بہت واضح طور پر یہ چیز سامنے آتی ہے، اس سلسلۂ نسب کا تعلق حضور اکرم ﷺ کی صاحبزادی خاتون جنت حضرت فاطمۃ الزہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے ہے۔ یہ شرف ایک بیٹی کو حاصل ہے کہ وہ سلسلۂ سعادت کی منبع ہے۔

احادیث مبارکہ کی روشنی مین کیا ہمیں یہ بات زیب دیتی ہے کہ ہم بیٹی کی ولادت پر غم، رنج، ناراضی اور خدا کی نعمت کی ناشکری کریں اور جس کی تخلیق یعنی اس کی پیدائش میں جس کا کوئی دخل نہ ہو، کوئی قصور نہ ہو اس کو قصور وار ٹھہرائیں؟ ہمارا یہ طرزِ عمل جہاں ظالمانہ ہے، وہاں نعمتِ خداوندی پر ناشکرا پن بھی اور غضب الٰہی کو دعوت دینے کے مترادف ہے۔ روزمرہ زندگی میں یہ تجربہ ہے کہ بیٹے کے مقابلے میں بیٹی زیادہ وفادار، محبت کی مظہر، شریک غم اور دکھ درد میں شامل رہتی ہے۔

(۱۳۶) ماں کی دعائیں اولاد کے حق میں قبول ہوتی ہیں

مفکر اسلام حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندوی رحمۃ اللہ تعالیٰ کا نام نامی ہم میں سے کس نے نہیں سنا ہے؟ چھیاسی (۸۶) سال کی عمر میں چند سال قبل ۳۱ دسمبر ۱۹۹۹ء کو رمضان کی تیئیسویں شب میں آپ کا انتقال ہوا۔ اللہ نے آپ سے دین

کا وہ کام لیا جس کی نظیر ماضی قریب کی اسلامی تاریخ میں مشکل سے ملتی ہے۔ آپ کو اللہ تعالیٰ نے غیر معمولی محبوبیت اور مقبولیت عطا فرمائی تھی، عند اللہ آپ کے مقبول و محبوب ہونے کے دسیوں قرائن پائے جاتے ہیں۔ جمعہ کے روز، روزے کی حالت میں، عین نماز جمعہ سے قبل سورۃ یٰسین کی تلاوت کرتے ہوئے آپ کی روح قفسِ عنصری سے پرواز کر گئی۔ دنیا کے تقریباً تمام براعظموں اور اہم ممالک میں آپ کی نماز غائبانہ ادا کی گئی، رمضان المبارک کی ستائیسویں شب کو حرم مکی و مدنی یعنی حرم شریف اور مسجد نبوی میں ستائیس لاکھ سے زائد اللہ کے بندوں نے آپ کی نماز غائبانہ ادا کی اور آپ کی مغفرت و رفع درجات کے لیے اللہ سے دعائیں کیں۔ اس طرح کی عند اللہ محبوبیت و مقبولیت دنیا میں اللہ کے بہت کم ہی بندوں کے حصہ میں آتی ہے۔

مولانا اپنے بچپن میں نہ بہت ذہین تھے اور نہ بہت چست و چالاک، آپ کی علمی صلاحیت بھی مدرسہ میں عام اور درمیانہ درجہ کے طالب علم کی تھی اس کے باوجود آپ سے اللہ نے دین کا جو کام لیا وہ حیرت انگیز بھی تھا اور تعجب خیز بھی۔ حضرت مولانا سے جب ان کو حاصل ہونے والی اس توفیق خداوندی کے اسباب و محرکات کے متعلق دریافت کیا جاتا تو آپ بیان کرتے کہ اللہ نے ہمارے لیے مقدر دین کی اس خدمت میں ہماری والدہ ماجدہ کی خصوصی دعاؤں کا بڑا حصہ رکھا تھا اور یہ اس کی برکت تھی۔ آپ کی والدہ بڑی عابدہ، زاہدہ اور ذاکرہ تھیں۔ ۹۳ سال کی عمر میں ان کا انتقال ہوا۔ وہ اپنی وفات تک ہمیشہ روزانہ دو رکعت صلوٰۃ الحاجۃ پڑھ کر اپنے اس بیٹے کے لیے دعا کرتی تھیں کہ ”اے اللہ میرے نورِ نظر علی سے کوئی غلط کام نہ ہو، زندگی کے ہر موڑ پر اے اللہ تو ہی اس کی صحیح راہ نمائی فرما۔“ انھوں نے اپنے اس بیٹے کو وصیت کی تھی کہ ”علی تم روزانہ اپنے معمولات میں اس دعا کو شامل کرنا کہ اے اللہ تو مجھے اپنے فضل سے اپنے نیک بندوں کو دیے جانے والے حصوں میں سے افضل ترین حصہ عطا فرما“۔ ”اَللّٰھُمَّ اٰتِنِی بِفَضْلِكَ اَفْضَلَ مَا تُؤْتِی عِبَادَكَ الصَّالِحِیْنَ“ آپ کی والدہ نے آپ کی ولادت سے پہلے ایک خواب دیکھا تھا اس کی تعبیر انھوں نے خود اپنی وفات سے پہلے دیکھی، خواب یہ تھا کہ ہاتف غیبی نے ان کی زبان پر قرآن کی اس آیت کو جاری کر دیا ہے کہ ہم نے تمہاری آنکھوں کی ٹھنڈک کے لیے جو مخفی خزانہ چھپا رکھا ہے اس کا تمہیں اندازہ نہیں: ﴿فَلَا تَعْلَمُ نَفْسٌ مَّآ اُخْفِیَ لَهُمْ مِّنْ قُرَّةِ اَعْیُنٍ﴾ (السجدۃ:۱۷) مولانا کی انھوں نے اس طرح تربیت فرمائی کہ ان سے اگر کسی خادم یا ملازمہ کے بچے پر زیادتی ہوتی تو نہ صرف معافی منگواتیں بلکہ ان سے مار بھی کھلاتیں، اسی کا نتیجہ تھا کہ بچپن ہی سے مولانا کو ظلم، غرور و تکبر سے نفرت تھی اور کسی کی دل آزاری سے وحشت ہوگئی۔ عشاء کی نماز پڑھے بغیر اگر سو جاتے تو آپ کی والدہ اٹھا کر نماز پڑھواتیں، صبح کو جماعت کے ساتھ نماز کے لیے بھیجتیں، فجر کے بعد تلاوت کا ناغہ نہیں ہونے دیتیں۔

مندرجہ بالا واقعات کی روشنی میں ہم اپنا جائزہ لیں تو شاید ہی ہم میں سے دو فیصد والدین اس کے مطابق اپنے کو پائیں۔ روزانہ صلوٰۃ الحاجۃ پڑھ کر اپنی اولاد کے لیے دعا مانگنا تو دور کی بات زندگی بھر میں اللہ سے اپنی اولاد کی نیک نامی اور صلاح مانگنے کے لیے ہم نے ایک بار بھی صلوٰۃ الحاجہ نہیں پڑھی ہوگی جبکہ اللہ نے ہمیں اپنی اولاد کی بھلائی اور نیک نامی کے لیے مانگنے کا طریقہ بھی سکھایا ہے اور اس کے آداب بھی بتائے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ اپنی اولاد کے لیے تم مجھ سے اس طرح مانگو کہ ”اے اللہ، ہمیں ایسی بیویاں اور بچے عطا فرما جو ہمارے لیے آنکھوں کی ٹھنڈک ہوں اور ہمیں متقین کا امام بنا:

﴿رَبَّنَا هَبْ لَنَا مِنْ اَزْوَاجِنَا وَ ذُرِّیّٰتِنَا قُرَّةَ اَعْیُنٍ وَّ اجْعَلْنَا لِلْمُتَّقِیْنَ اِمَامًا﴾ (الفرقان:۷۴)

(۱۳۷) فضول گوئی سے پرہیز کیجیے

جب دو خواتین آپس میں ملاقات کرتی ہیں تو وہ کسی تیسری خاتون کے بارے میں فضول باتیں کرنے لگتی ہیں۔ اس طرح کی فضول اور بے مطلب باتوں کا اثر کیا ہوتا ہے؟

اگر آپ کوئی کہانی بیان کرنا چاہتی ہیں جو کسی اور کے بارے میں ہو اور کسی دوسری خاتون نے آپ کو سنائی ہو تو اس بات کو کہنے سے پہلے آپ تین مرحلوں پر اچھی طرح سے غور کر لیجیے اور یہ تین بالکل مختلف طریقے ہیں۔ پہلا مرحلہ تو یہ ہے کہ آپ جو کچھ کہنے جا رہی ہیں کیا وہ سچ ہے؟ دوسرا مرحلہ یہ ہے کہ کیا یہ ضروری ہے؟ آخری مرحلہ یہ ہے کہ آیا یہ بات دوسروں کے لیے تکلیف دہ تو نہیں ہے۔

انگریزی کا لفظ ''گوسپ'' جسے ہم اردو میں گپ بازی کہہ سکتے ہیں آج کے دور میں ایک دلچسپ اور وسیع مفہوم کا حامل بن گیا ہے اور اس کی اپنی ایک تاریخ ہے۔ اس لفظ کے اصل معنی لوگوں کے درمیان قرابت داری کے ہیں۔ لیکن اب دوسرے لوگوں کے ذاتی معاملات کے بارے میں غیر ذمہ داری کے ساتھ گفتگو کرنا ہے۔

ہم میں سے بہت سے لوگوں کے لیے گپ شپ کرنا ایک دلچسپ مشغلہ ہے۔ لوگ آپس میں بیٹھ کر گپ شپ کرتے رہتے ہیں۔ اس کے علاوہ بے شمار رسائل و جرائد اور اخبارات ہیں جو ہمارے سامنے خوب چٹ پٹی کہانیاں پیش کرتے ہیں، جو عام طور سے مبالغہ آمیز اور فرضی ہی ہوتی ہیں یا جنہیں طرح طرح کے لالچ اور رشوت دے کر لکھوایا جاتا ہے۔

گپ بازی یا گپ شپ کیا ہے؟ گپ بازی کی بہت سی شکلیں ہوتی ہیں۔ ادھر اُدھر خبریں پھیلانے والے سیدھے سادھے اور بے ضرر لوگوں سے لے کر بات کا بتنگڑ بنانے والوں اور بدنام کرنے والوں تک کا ایک طویل سلسلہ پھیلا ہوا ہے۔ بے فکرے لوگوں کی یہ ایک عادت ہوتی ہے کہ وہ لوگوں کے بارے میں آپس میں گپ شپ کرتے ہیں۔ جب ایسے دو افراد ملتے ہیں جن کے پاس وقت کی کمی نہیں ہوتی اور جو بہت دیر تک باتیں کر سکتے ہیں تو ان کی گفتگو کا رخ لازمی طور پر اپنے پڑوسیوں، اور دوستوں کی جانب مڑ جاتا ہے اور وہ ان کے بارے میں جھوٹی سچی باتیں کرتے ہیں۔

یہ ضروری نہیں ہے کہ طرح طرح کی خبریں پھیلانے والے دانستہ طور پر ایسا کرتے ہیں اور ان کا مقصد دوسروں کے لیے مسائل پیدا کرنا ہو، لیکن وہ اس بات کا اندازہ بھی نہیں لگا پاتے کہ ان کی زبان سے نکلی ہوئی غیر ذمہ دارانہ باتوں کا سلسلہ دوسری جگہوں تک جا پہنچتا ہے جس سے بات کا بتنگڑ بنتا ہے اور اس کے نتیجے میں شر انگیزی اور دلوں میں تلخی جنم لیتی ہے۔

باتونی شخص کسی بات کو صیغۂ راز میں نہیں رکھ سکتا۔ جن رازوں سے وہ واقف ہوگا اسے ضرور دوسروں تک پہنچائے گا۔ اس قسم کی سرگوشیاں بنیادی طور پر خود پر قابو رکھنے کی صلاحیت سے محرومی کے باعث جنم لیتی ہیں اور ان کو روکنے کے لیے شعوری کوشش کی ضرورت ہوتی ہے تاکہ ہم ان باتوں کا اظہار نہ کریں جن کو راز رکھنے کے لیے ہم پر اعتماد کیا گیا ہو۔

سب سے زیادہ خراب اور نقصان دہ قسم کی گپ شپ وہ ہے جو کسی کو بدنام کرنے کے لیے کی جائے۔ وہ شخص جو دوسروں کے خلاف دشنام طرازی کی مہم چلاتا ہے اور انھیں بدنام کرتا ہے، فی الحقیقت اپنی بغل میں ایسے ہتھیار چھپائے ہوتا ہے جن کے ذریعہ وہ کسی بھی نامور کردار کا صرف ایک وار کے ذریعہ خاتمہ دیتا ہے۔ دشنام طرازی کرنے والا شخص عام طور پر حاسد بھی ہوتا ہے اور وہ حسد کے تحت لوگوں کی پیٹھ پیچھے برائیاں کرتا ہے۔ ان کی ذاتی زندگی کے بارے میں غلط سلط باتیں

پھیلاتا رہتا ہے۔ غلط باتوں، جھوٹی اور من گھڑت کہانیوں کے ذریعہ لوگوں کے درمیان نفاق کے بیج بوتا ہے۔ وہ کسی بھی بات میں اپنی طرف سے رنگ آمیزی کرتے ہیں اور اس کے ذریعہ لوگوں کے درمیان فتنہ اور فساد کو ہوا دیتے ہیں۔ ایسا معلوم ہوتا ہے اس قسم کے لوگ کسی کے بھی خیر خواہ نہیں ہوتے اور ان کی زبان سے کسی کے لیے بھی کلمۂ خیر نہیں نکلتا۔ اس طرح کے لوگوں کو گپ شپ کرنے میں، دوسروں کے بارے میں جھوٹ گھڑنے میں اور اسے پھیلانے میں سکون ملتا ہے۔ اگر ہم دوسروں کی مدد نہیں کر سکتے تو ہمیں ان کے معاملات میں زیادہ دلچسپی کا بھی مظاہرہ نہیں کرنا چاہیے۔

(۱۳۸) اپنی اصلاح آپ کریں

اللہ کی مخلوق کم و بیش چھتیس ہزار ہے، جس میں انسان بھی ایک ہے۔ اللہ نے انسان کو جو خوبیاں عطا کی ہیں ایسی خوبیاں کسی بھی خلق میں ناپید ہیں۔ انسان کو اللہ نے سب سے بڑا تحفہ نطق کا دیا ہے۔ انسان کو اللہ نے اعضاء و جوارح عطا کیے جس کا استعمال انسان اچھے یا برے کاموں میں کرتا ہے۔ اور سب سے بہترین عطیہ اللہ تعالیٰ کا یہ ہے کہ اس نے انسان کو عقل و فہم اور دانائی سے نوازا ہے۔ اس کے لیے زمین و آسمان مسخر کیے اور اپنی نشانیوں کو انسان کے سامنے بیان کیا تاکہ انسان کا عقیدہ اور ایمان پختہ ہو جائے اور انسان اس کی اطاعت کرے۔

انسان غلطیوں اور گناہوں کا پتلا ہے۔ غلطی کرنا اس کی سرشت میں شامل ہے، اس کے باوجود اللہ نے اپنے بندوں کی مغفرت کا وعدہ کیا ہے لیکن کچھ ایسے بھی انسان اس دنیا میں بستے ہیں جو صرف دوسروں کی غلطیوں پر انگشت نمائی کرتے ہیں اور دوسروں کی غلطیوں کی نشان دہی کرتے ہیں۔ لیکن شاید وہ یہ بھول جاتے ہیں کہ ان کے اندر بھی کچھ خامیاں ہیں۔ ان کے اندر بھی برائی کے کچھ عنصر موجود ہیں۔ اصل بات یہ ہے کہ انسان خود اپنی خامیوں اور اپنی غلطیوں کو نہیں گنواتا بلکہ اپنی غلطی اور کوتاہی چھپانے کے لیے دوسروں کے عیوب کو عیاں کرتا ہے۔

چنانچہ ہمیں یہ بات ذہن نشین کر لینی چاہیے کہ جتنا آسان غیروں کی عیب جوئی کرنا ہے اتنا ہی مشکل خود شناسی ہے۔ ہم دوسروں کی اصلاح کا بیڑہ اٹھا تو سکتے ہے، مگر اپنی اصلاح کے معاملے میں کوتاہ نظر آتے ہیں۔

ایک بات قابل غور بھی ہے اور قابلِ مشاہدہ بھی کہ اگر ایک انگلی ہم کسی کی غلطی کی جانب اٹھاتے ہیں تو چار انگلیاں ہماری جانب اٹھ جاتی ہیں، اس وقت بھی ہمیں یہ احساس نہیں ہوتا کہ شاید وہی خامی ہمارے اندر بھی موجود ہو، اور یہ بات صد فیصد سچ ہے کہ جب تک ہم اپنے قول پر عمل نہیں کریں گے ہم دوسروں کو اس کے زیرِ اثر نہیں لا سکتے۔ یہی کمی ہماری ترقی کی راہ میں رُکاوٹ بنتی ہے اور ہم اسے ''ناممکن'' کہہ دیتے ہیں۔

اگر ہماری سوچ میں گہرائی اور گیرائی ہو تو یہی ناممکن ہماری کامیابی کی بنیاد بن سکتی ہے۔ لفظ ناممکن سے ''نا'' نکال دیں تو ''ممکن'' ہو جاتا ہے اور ہم اسے بآسانی انجام دے سکتے ہیں۔ ''نا'' لفظ ہی تو تمام جدوجہد اور کاوشوں کی جڑ ہے۔ اسی ''نا'' کے لیے تو ہم بار بار کوششیں کرتے ہیں اور یہی ''نا'' ہماری راہ میں رکاوٹیں پیدا کرتا ہے۔ تمام تگ و دو اسی ''نا'' کے لیے ہوتی ہے۔

نپولین بونا پارٹ کی کامیابیوں کا راز اسی ''نا'' یا نہیں میں مضمر تھا۔ بقول نپولین، اس کی زندگی کی لغت میں لفظ ''نہیں'' یا ''نا'' نہیں ہے۔ کچھ یہی داستان انگریزی کے لفظ Impossible کی ہے۔ انگریزی میں سلیس انداز میں اس لفظ کو ادا کر کے کسی کام کے نا ہونے کی مہر ثبت کر دیتے ہیں لیکن یہی لفظ خود متکلم کو اس بات کی دعوت دیتا ہے کہ اس میں جو راز مخفی ہے وہ

خفیف سی کاوش کے بعد عیاں ہوتا ہے۔ یہی Impossible جو اپنی زبان سے کہتا ہے IM(am)possible یعنی یہ ناممکن چیخ کر کہتا ہے ’میں ممکن ہوں‘ پھر بھی ہماری فہم وفراست اس کو قبول نہیں کرتی۔

بعض اوقات انسان یہ کیوں سوچ لیتا ہے کہ اگر اس میں کوئی خامی ہے تو وہ دور نہیں ہوسکتی، جبکہ ایسا نہیں ہے۔ اگر انسان کوشش کرے تو کیا کچھ نہیں ہوسکتا۔ لیکن ایسا کم ہی ہوتا ہے کہ انسان اپنے اندر اچھی عادتیں پیدا کر کے ایک مثال قائم کرے۔ بلکہ ہوتا تو یوں ہے کہ ”اندھے کے ہاتھوں میں چراغ“ جس سے اندھے کو تو کوئی فائدہ نہیں پہنچتا بلکہ دوسرے اس سے مستفید ہوتے ہیں۔

ہم دوسروں پر ہنستے ہیں اور دوسرے ہماری ذات سے اپنی اصلاح کرتے ہیں۔ ہم دوسروں کی غلطیوں پر ہنستے ہیں، ہم دوسروں کی قابلیت دیکھ کر حسد کرتے ہیں، جبکہ ہونا تو یوں چاہیے کہ بجائے حسد کے ہم ان پر رشک کریں اور اپنے اندر اتنی زیادہ قابلیت واہلیت پیدا کریں کہ وہی ہماری طاقت بن جائے۔ دوسروں کو ٹوکنے سے زیادہ بہتر ہے کہ اپنی اصلاح کی جائے۔

یہ کام اسی وقت شروع کردیں۔ ہوسکتا ہے کہ ہماری نظر اس سوال پر جائے کہ کیسے شروع کریں اور کہاں سے شروع کریں؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ جس سے پہلے کچھ نہ ہوا ہو، اسے شروعات کہتے ہیں بالکل اسی طرح اگر ہم خود اپنی اصلاح کے بارے میں آج ہی سے ابتدا کریں اور دوسروں کی غلطیوں کو نظر انداز کرنا شروع کردیں تو شاید بہت حد تک ہم ایک کامیاب زندگی گزارنے والوں میں شامل ہوسکتے ہیں۔

⑬⑨ کیا آپ ﷺ کے بدن کا سایہ نظر آتا تھا؟

سؤال: کیا آپ ﷺ کا سایہ ہوتا تھا؟

جواب: حضرت ذکوان رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ آپ ﷺ کا سایہ نہ تو دن میں نظر آتا تھا اور نہ ہی رات میں۔

اس کو حکیم ترمذی نے نقل کرنے کے بعد فرمایا:

وجہ یہ ہے کہ کوئی کافر آپ کے سایہ پر نہ چلے، اگر کوئی کافر آپ کے سایہ مبارک پر چلے گا تو یہ آپ کے لیے باعث ذلت ہوگا۔

ابن سبع فرماتے ہیں کہ آپ ﷺ کا سایہ مبارک زمین پر پڑتا ہی نہیں تھا۔ آپ تو نور تھے رات دن میں جب بھی چلتے مگر سایہ ظاہر نہیں ہوتا تھا۔ بعض علماء نے فرمایا کہ اس کی تائید آپ ﷺ کے فرمان: ”اَللّٰهُمَّ اجْعَلْنِیْ نُوْرًا“ سے بھی ہوتی ہے۔ (سبل الهدیٰ والرشاد فی سیرۃ خیر العباد جلد ۲ ص ۹)

⑭⓪ آپ کی کتاب ”مؤمن کا ہتھیار“ پڑھتی ہوں مگر......

سؤال: ہم آپ کی کتاب ”مؤمن کا ہتھیار“ بلاناغہ صبح وشام پڑھتے ہیں، لیکن کبھی کبھی کسی مشغولیت کی وجہ سے نہیں پڑھ پاتے تو کیا اس کو دوسرے وقت میں پڑھ سکتے ہیں؟

جواب: امام نووی اپنی کتاب ”الاذکار“ صفحہ ۴۰ پر فرماتے ہیں کہ جس شخص کا رات یا دن کے کسی وقت میں یا نماز کے بعد یا کسی اور وقت میں ذکر کا وظیفہ متعین ہو اور اس سے اس وقت میں وہ وظیفہ فوت ہوجائے تو مناسب ہے کہ اس کو جب بھی وقت ملے اس کا تدارک کرلے، ترک نہ کرے اس لیے کہ جب وظیفہ کی عادت بن جائے گی تو وہ وظیفہ اس سے نہیں چھوٹے

گا۔ لیکن اگر وہ اس وظیفہ کو پورا کرنے میں غفلت کرے گا تو پھر وظیفہ کا اس وقت میں ضائع ہونا بھی آسان ہوجاتا ہے، چنانچہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ ”جو آدمی اپنے کل وظیفہ یا اس میں سے کچھ حصہ پورا کیے بغیر سو گیا پھر صبح اس کو فجر کی نماز سے لے کر ظہر کی نماز تک کسی وقت میں پورا کرلیا تو اس کے لیے ایسا ہی لکھا جائے گا کہ گویا اس نے اس کو رات ہی میں پڑھا ہے۔“ (صحیح مسلم جلد ۱ ص ۲۵۶) لہٰذا بندہ کی رائے یہ ہے کہ اس کو ناغہ نہ کیجیے۔

(۱۴۱) جہیز کی لعنت سے بچیے

اللہ تبارک وتعالیٰ نے تمام مخلوقات میں انسان کو سب سے افضل واعلیٰ درجہ عطا فرمایا ہے۔ اس میں سوچنے اور سمجھنے کی صلاحیت موجود ہے۔ ساری دنیا کے انسانوں سے قطع نظر، ہم اگر صرف مسلمانوں کی بات کریں تو ان کی کچھ حرکتیں دیکھ کر افسوس ہوتا ہے کہ وہ قوم، جسے پیغمبر آخرالزماں ﷺ نے اپنے ہر ہر عمل سے زندگی گزارنے کا طریقہ بتایا ہے، کس طرح کچھ حرکتوں کی وجہ سے بدنام ہے۔ ”جہیز“ کا شمار بھی ایسی ہی حرکتوں میں ہوتا ہے جس کا اسلام سے کوئی تعلق نہیں، اس کے باوجود مسلمانوں میں اس کی وبا عام ہے۔ حالانکہ حضور ﷺ کا ارشاد گرامی ہے کہ ”وہ شادی بہت بابرکت ہے جس کا بار کم سے کم پڑے۔“ (شعب الایمان للبیہقی)

جہیز ایک خطرناک وبا کی طرح ہمارے سماج میں موجود ہے۔ اس کے لیے کسی حد تک نوجوانوں کو بھی ذمہ دار قرار دیا جاسکتا ہے جو اپنے والدین کے ساتھ جہیز کی فرمائشوں میں پیش پیش رہتے ہیں۔ حالانکہ نوجوانوں کے اختیار میں ہے کہ وہ اپنی زندگی کا فیصلہ خود کریں اور اس کے لیے والدین کو راضی بھی کرسکتے ہیں۔ جہیز کے خلاف انقلاب لانے میں نوجوان اہم کردار ادا کرسکتے ہیں۔ والدین اپنی بیٹی کو جہاں تک ممکن ہوتا ہے، اپنی اوقات سے زیادہ دینے کی کوشش کرتے ہیں لیکن اس کے باوجود جہیز کے لالچی انسانوں کا دل نہیں بھرتا اور حیرت کی بات تو یہ ہے کہ ایسے لوگوں کو سماج کے عزت دار لوگوں میں شمار کیا جاتا ہے۔

اس ضمن میں جہاں نوجوانوں پر کچھ ذمہ داریاں عائد ہوتی ہیں وہیں لڑکی اور اس کے اہل خانہ کو بھی اس سے بری نہیں کیا جاسکتا۔ کیونکہ اکثر دیکھا گیا ہے کہ لڑکی کے والدین، اس کی خوشی کے لیے قرض لے کر یا گھر بیچ کر کسی بھی طرح جہیز کا سامان خریدتے ہیں، چاہے لڑکے والوں کی طرف سے مطالبہ ہو یا نہ ہو۔ یہ لڑکی والوں کا غلط فیصلہ ہوتا ہے کہ سامان دینے سے ان کی بیٹی خوش رہے گی۔ اول تو جہیز دینا ہی نہیں چاہیے، دوسرے یہ کہ جہیز مانگنے والوں کے یہاں اپنی بیٹی کا رشتہ نہیں کرنا چاہیے کیونکہ جو لوگ آج مطالبہ کررہے ہیں اس کی کیا گارنٹی ہے کہ وہ اتنے پر ہی اکتفا کرلیں گے؟ کبھی کبھی تو ایسا بھی دیکھنے میں آتا ہے کہ منگنی کے چند مہینہ بعد لڑکے والے جہیز کا مطالبہ کرتے ہیں اور لڑکی والے عزت کے مارے چپ چاپ ان کا مطالبہ قبول کرلیتے ہیں۔ کیونکہ دوسری صورت میں منگنی توڑ دینے کی دھمکی دی جاتی ہے اور یہ ہر کوئی جانتا ہے کہ اگر لڑکی کی کسی وجہ سے منگنی ٹوٹ گئی تو قصوروار نہ ہوتے ہوئے بھی سارا الزام اسی پر دھر دیا جاتا ہے کہ یقیناً اس میں کوئی خرابی ہوگی تب ہی تو اتنے دنوں پرانی منگنی ٹوٹ گئی۔ لیکن اس طرح کا دھوکہ لڑکی والوں کو برداشت نہیں کرنا چاہیے۔ اس طرح کے عناصر سے نمٹنے کے لیے قانون کا سہارا بھی لیا جاسکتا ہے۔

جہیز کی وبا نے ہمارے پورے معاشرے کو اپنی لپیٹ میں لے لیا ہے۔ اب کیا پڑھے لکھے اور کیا جاہل، سب ہی ایک صف میں نظر آتے ہیں۔ عیش وآرام اور غیر ضروری اخراجات کو پورا کرنے کے لیے شادی کے برسوں بعد بھی فرمائشیں کی

جانے لگی ہیں اور پوری نہ ہونے کی صورت ہیں، زندگی بھر کا ساتھ نبھانے کا وعدہ پلوں میں توڑ دیا جاتا ہے۔ اور اس طرح لڑکی جب واپس اپنے والدین کے گھر آتی ہے تو اکیلی نہیں ہوتی، بلکہ اس کے ساتھ بچے بھی ہوتے ہیں جن کی ذمہ داری اس کے والدین کو اٹھانی پڑتی ہے۔

بعض اوقات ایسا ہوتا ہے کہ اگر لڑکا کوئی کام وغیرہ نہیں کرتا ہے تو اس کے والدین سعودی وغیرہ بھیجنے کا خرچ بھی لڑکی سے مانگتے ہیں۔ اس طرح کے واقعات عام ہیں لیکن اسے ہماری بے حسی کے علاوہ اور کیا کہا جاسکتا ہے کہ ہم دیکھ کر بھی انجان بنے رہتے ہیں۔

جہیز کے مطالبے کی وجہ سے کتنی ہی بیٹیاں والدین کی چوکھٹ نہیں پار کرسکی ہیں اور ان کی عمر گزری جارہی ہے۔ دورِ جدید میں لوگوں نے جہیز کو فیشن بنالیا ہے۔ ہر چند کہ آج بھی ایسے لوگ ہیں جو سادگی سے اس مقدس فرض کو انجام دے رہے ہیں، اس کے باوجود اکثریت مطالبہ کرنے والوں کی ہے۔ اس وبا کے تدارک کے لیے نوجوانوں کے ساتھ خواتین بھی اہم کردار ادا کرسکتی ہیں، کیونکہ عام طور سے فرمائشیں ساس اور نندوں کی طرف سے زیادہ ہوتی ہیں۔

اسلام جیسے آسان مذہب کے پیروکار ہونے کے ناطے، ہمارا یہ فرض ہے کہ ہم اس طرح کی معاشرتی برائیوں سے خود بھی بچیں اور دوسروں کو بھی بچائیں۔ کیونکہ یہی اسلام کا شیوہ ہے۔ اگر ہم اپنے معاشرے کی اصلاح کرنا چاہتے ہیں تو ہمیں اپنے گھرِ سے ہی اس کی شروعات کرنی چاہیے۔

(۱۴۲) اسلامی سزائیں انسانی معاشرے کے لیے رحمت ہیں

اسلام میں عورت کو جو مقام و مرتبہ دیا گیا ہے وہ اسے تاریخ کے کسی دور میں بھی حاصل نہیں رہا ہے۔ جہاں تک عورت اور مرد کے درمیان تقابل کی بات ہے، حقوق واحترام کے معاملہ میں عورت اور مرد کے درمیان کوئی فرق نہیں ہے۔ البتہ دونوں کا مزاج اور فطری تقاضوں کا لحاظ رکھتے ہوئے دونوں کی ذمہ داریوں میں فرق رکھا گیا ہے۔ اس وجہ سے دونوں کا مقامِ عمل ایک دوسرے سے مختلف ہے۔ یہ کوئی افضلیت اور عدم افضلیت یا برتری اور کمتری کی بات نہیں بلکہ ایک ناگزیر معاشرتی ضرورت ہے۔ عورت اور مرد کے فرائض کے معاملے میں شریعت کے احکامات کو اسی نقطۂ نظر سے دیکھا جانا چاہیے۔

دونوں کا خالق و مالک ایک ہے۔ وہ رشتۂ ازدواج میں منسلک ہونے کے بعد سے عمر کے آخری لمحے تک دونوں کے درمیان کوئی امتیاز نہیں برتتا ہے اور نہ ہی ایک کے دکھ درد کو دوسرے سے ہلکا تصور کرتا ہے۔ اسی وجہ سے اسلام میں عورت اور مرد کے درمیان نااتفاقی کی صورت میں جس طرح مرد کو طلاق کا اختیار ہے اسی طرح عورت کو بھی خلع کا حق دیا گیا ہے۔ جبکہ دوسرے مذاہب میں اس طرح کی کوئی سہولت نہیں پائی جاتی۔ مثال کے طور پر ہمارے ملک کا ایک قدیم مذہب ہندوازم یا سناتن دھرم ہے، جس کی انسان دوستی اور رواداری نظریاتی سطح پر ہی سہی، زبان زد عام ہے۔ لیکن ہم دیکھتے ہیں کہ ازدواجی زندگی کے نازک معاملات میں ہندو دھرم کوئی واضح رہنمائی نہیں دے پاتا۔ طلاق و خلع جیسے عین فطری اصول ہندو دھرم میں نہیں ملتے۔ خلع کا تصور تک اس دھرم کے گرنتھوں میں نہیں پایا جاتا۔ عورت نے جس مرد کے ساتھ اگنی کے سات پھیرے لگالیے اسی کے دامن سے اسے آخری سانس تک بندھے رہنا ہے خواہ عائلی زندگی میں کیسا ہی اتار چڑھاؤ آئے اور میاں بیوی کی زندگی زہر سے بھی تلخ تر کیوں نہ ہوجائے۔ بیوہ کے مسائل تو اس سے بھی زیادہ سنگین ہیں۔ عورت اگر بیوہ ہوجائے تو بن ٹھن کر نکلنا اور بناؤ سنگھار کرنا تو درکنار، بناؤ سنگھار کی اشیاء رکھنے تک کی اسے اجازت نہیں ہوتی دوسری شادی کا حق تو بہت

دور کی بات ہے۔ اس کے برعکس اسلام میں عورت کے حقوق کی کتنی ٹھوس ضمانت ہے اور وہ عورت کی عظمت کا کتنا اونچا تصور رکھتا ہے، اس کا اندازہ اس ایک مسئلہ سے لگایا جاسکتا ہے۔ مسئلہ یہ ہے کہ اگر کوئی شخص کسی عورت کی پاکدامنی پر انگلی اٹھائے تو اسے اپنے الزام کے ثبوت میں چار آدمیوں کو پیش کرنا پڑے گا۔ اگر وہ چار مردوں کی گواہی نہ پیش کرسکا تو اس کی ننگی پیٹھ پر ۸۰ کوڑے مارے جائیں گے۔ اس باب میں اسلام کا موقف یہ ہے کہ کسی عورت پر انگشت نمائی کرنے سے پہلے خوب اچھی طرح سوچ لو، سوچے سمجھے بغیر محض قیاس آرائی کی بنیاد پر ہرگز زبان نہ کھولو۔

رسول اللہ ﷺ کی عائلی و معاشرتی زندگی ہمارے لیے مشعلِ راہ ہے۔ اُم المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا پر تہمت لگائی گئی لیکن آپ ﷺ نے کامل تحقیق کے بغیر کوئی ردِ عمل ظاہر نہیں کیا حتیٰ کہ آپ ﷺ کے اصحاب بالفاظ دیگر اس وقت کے اسلامی معاشرہ نے بھی حسن ظن سے کام لیا اور صبر و انتظار کی پالیسی پر چلتے ہوئے حد درجہ قوت برداشت اور ضبط و تحمل کا مظاہرہ کیا۔ بالآخر اُم المومنین کی برائت میں پورا ایک رکوع نازل ہوا، اور منافقین کی پھیلائی ہوئی افواہ کے غبارے کی ہوا نکل گئی۔

مغربی مصنفین جن اسلامی سزاؤں کا برسرِ عام مذاق اڑاتے ہیں، انھیں میں ایک حد زنا ہے۔ ان سزاؤں کو وہ دورِ وحشت کی یادگار قرار دیتے ہیں۔ لیکن اسلامی تعزیرات میں دورِ وحشت کی یادگاروں جیسی کوئی چیز نہیں آتی۔ سچی بات تو یہ ہے کہ اسلامی سزائیں انسانی معاشرہ کے لیے زحمت نہیں بلکہ رحمت ہیں۔ اب حد زنا ہی کو لے لیجئے۔ یہ محض تعزیر نہیں، سوسائٹی کے لیے تنبیہ بھی ہے۔ اس کا مقصد سوسائٹی کو اخلاقی آلودگی سے پاک وصاف رکھنا ہے۔ مغرب کے وضع کردہ قوانین کے نزدیک زنا ایک معمولی چیز ہے۔ اس کے گناہ ہونے کا تصور تک مغربی تہذیب میں نہیں ہے۔

جدید قوانین یا مغربی تہذیب میں صرف زنا بالجبر کو جرم شمار کیا جاتا ہے۔ دوسرے لفظوں میں مغرب کا تصور آزادی یہ ہے کہ آزادی اس وقت تک جب تک وہ دوسرے کی آزادی سے متصادم نہ ہو۔ لیکن اسلام میں آزادی کا تصور اس سے مختلف ہے۔ اسلام اسی کے ساتھ ایک قید اور لگاتا ہے، وہ یہ بھی دیکھتا ہے کہ بے قید آزادی کے استعمال سے معاشرہ پر کس قسم کے اثرات مرتب ہوں گے۔ گویا مغرب میں براہ راست مداخلت ہی کو آزادی کے منافی سمجھا جاتا ہے جبکہ اسلام اس کا دائرہ فرد سے معاشرہ تک وسیع کرتا ہے۔ براہِ راست مداخلت کے ساتھ وہ بالواسطہ مداخلت کو بھی آزادی کے خلاف مانتا ہے اور اسے انسانی سماج کے لیے مضر قرار دیتا ہے۔

ممکن ہے کوئی شخص یہ کہے کہ اسلام کا تصور آزادی اور سوسائٹی کو صاف وشفاف رکھنے کا دعویٰ سر آنکھوں پر لیکن ایسی بھی کیا سنگ دلی کہ اگر کسی سے زنا کا صدور ہوجائے تو اسے پتھر مار مار کر ہلاک کردیا جائے۔ سنگسار کیے جانے کی یہ سزا (رجم) انتہائی وحشت ناک اور اعلیٰ درجہ کی سنگدلی کی علامت ہے۔ لیکن اعتراض اٹھانے سے پہلے یہ دیکھنا چاہیے کہ جن ممالک میں اسلامی قوانین نافذ ہیں وہاں پر رجم، قصاص اور اسی طرح قطع ید کے کتنے مقدمات سامنے آتے ہیں۔ اس کے برعکس جن ممالک میں بے قید آزادی کا رجحان اور جدید کلچر کا غلبہ ہے۔ بالخصوص مغربی ممالک میں زنا، قتل، اغوا، ڈکیتی اور غنڈہ گردی کی شرح کس تیزی سے آگے بڑھ رہی ہے۔ اسلام اپنے مضبوط موقف کے ذریعہ معاشرہ کو اس انجام بد سے بچانا چاہتا ہے اور جدید انسانوں کو ان اخلاقی بیماریوں اور آلائشوں سے پاک رکھنا چاہتا ہے جو بدقسمتی سے مغربی اقوام کا مقدر بنی ہوئی ہیں۔

آج وہ تعزیرات نہیں ہیں چنانچہ دیکھ لیجئے انسان شتر بے مہار بنا ہوا ہے اور ادھر اُدھر منہ مارتا پھر رہا ہے۔ خصوصاً مغربی

ممالک میں جہاں اسلامی افکار و نظریات کا مذاق اڑایا جاتا ہے، وہاں اعلیٰ انسانی اوصاف اور روحانی و اخلاقی اقدار خواب میں بھی دیکھنے کو نہیں ملتے۔ مغربی سوسائٹی میں روحانیت پر مبنی سوچ کو رجعت پسندی سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ اس کے برعکس آپ ان ممالک میں جا کر دیکھئے جہاں پر کسی نہ کسی درجہ میں اسلامی قوانین نافذ ہیں یا جہاں کے عوام میں اسلامی قوانین اور اسلامی افکار و عقائد کو فکری و نظریاتی سطح پر برتری حاصل ہے، وہاں وہ حیا سوز مناظر دیکھنے کو نہیں ملتے جو لندن، پیرس یا دیگر یورپی ممالک میں برسرِ عام دیکھے جاتے ہیں۔

ضرورت ہے کہ اسلام کے عائلی و معاشرتی قوانین کے بارے میں پائی جانے والی غلط فہمیوں کو ذرائع ابلاغ کے ذریعہ دور کیا جائے اور اسلام کے ابدی و آفاقی اصولوں کو سمجھا جائے۔

(۱۴۳) تیری گود میں پلتی ہے تقدیرِ اُمم

علم کی اہمیت و افادیت اپنی جگہ مسلم ہے، آج کے اس عہد میں تعلیم اتنی ہی ضروری ہے جتنا کہ زندگی کے لیے سانس کی آمد و رفت۔ ایک بچہ کے لیے ماں کی گود سب سے پہلا مدرسہ ہوتا ہے۔ ایک نومولود جب اس دنیا میں آتا ہے تو وہ بالکل معصوم اور فرشتے کی طرح ہر گناہ سے پاک ہوتا ہے۔ تمام دنیاوی امور اور مسائل سے آزاد ہوتا ہے۔ لیکن جیسے جیسے وہ اپنی زندگی کے ابتدائی مراحل کو طے کرتے ہوئے اپنی طفلانہ زندگی کا آغاز کرتا ہے، ہر شئے لاشعوری طور پر اس کے سامنے آتی ہے۔ بچہ جب اپنی ماں کی گود سے اترتا ہے تو وہ اپنے گھر کی زمین پر قدم رکھتا ہے گویا اسے یہیں احساس ہو جاتا ہے کہ اس کے اطراف کا ماحول کیا ہے۔ وہ اپنے اطراف کے ماحول سے مانوس ہوتا چلا جاتا ہے اور ان چیزوں کو قبول کرتا ہے جو اس کے ارد گرد پھیلی ہوئی ہیں۔

سماجی نقطۂ نظر سے ایک بچہ کا سماج اس کا گھر ہوتا ہے اور بچہ اپنے اس ماحول کے تمام طور طریقوں سے مطابقت کرنا سیکھتا ہے یا والدین اسے سکھاتے ہیں۔ اس میں مرکزی کردار ماں کا ہوتا ہے، اس لیے کہ باپ تو تلاش معاش میں گھر سے باہر ہوتا ہے۔ اگر ماں تعلیم یافتہ ہے تو سب سے پہلے بچے کو لکھنا پڑھنا سکھاتی ہے، لیکن ماں اگر ان پڑھ ہے تو وہ اس کی چنداں فکر نہیں کرتی لہٰذا بچہ اس سے آزاد اور کھیل کود میں مگن رہتا ہے۔ اس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ جب وہ اسکول میں داخل ہوتا ہے تو اس میں وہ دلچسپی یا رغبت مفقود ہوتی ہے جو تعلیم یافتہ ماحول سے آنے والے بچوں میں ہوتی ہے۔

ماں کی گود کے بعد اور اسکول میں داخلے سے پہلے ایک بچے کا جو مکتب ثانی ہوتا ہے وہ اس کا گھر اور آس پاس کا ماحول ہوتا ہے۔ گھر کے باہر کا ماحول بھی بچے کو اتنا ہی متاثر کرتا ہے جتنا کہ اندر کا۔ عموماً بچے گھر کے باہر نازیبا کلمات اور گالی گلوچ سیکھتے ہیں اور اس کا ردعمل کم یا زیادہ گھر میں بھی نظر آتا ہے۔ بھائی بہن کی لڑائی میں ان کی زبان سے یہ کلمات نہ چاہتے ہوئے بھی ادا ہوتے ہیں۔ یہ بچوں کی عادت ہوتی ہے کہ بیرونی ماحول سے اپنے ہم عمر بچوں سے سننے والی باتیں وہ جلد قبول کرتے ہیں۔ مشترکہ خاندانوں میں بچے زیادہ نفسیاتی اور حساس ہوتے ہیں۔ مشترکہ خاندان میں افراد کی تعداد زیادہ ہونے کے سبب تو تو میں میں عام بات ہوتی ہے اور دو افراد کے بیچ ردعمل کو جب دیکھتے ہیں تو اس کا اثر قبول کر لیتے ہیں۔ اس کا نتیجہ یہ بھی نکلتا ہے کہ اکثر بچے گھر کے باہر لڑائی جھگڑے میں پیش پیش رہتے ہیں۔ اگر مشترکہ خاندان میں بچوں کے سامنے احتیاطی تدابیر اختیار نہ کی جائیں تو بچے اسی رو میں بہنا شروع کر دیتے ہیں جس کے نتیجے میں آگے چل کر خاندان کے دوسرے افراد متاثر ہو سکتے ہیں۔ تجربات اور مشاہدات یہ ثابت کرتے ہیں کہ بچوں کا ذہن و دماغ ایک کورے کاغذ کی طرح

ہوتا ہے، بچپن میں جو باتیں یا عادتیں انہیں سننے اور دیکھنے کو ملتی ہیں وہ ان کے دماغ میں ثبت ہوجاتی ہیں اور عمر کے ساتھ ساتھ ان میں پختہ بھی ہوجاتی ہیں۔

ہمیں اپنے معاشرے کو صحت مند بنانے کے لیے اس قول کو اہمیت دے کر ایک بچے کو آنے والے کل کا ایک بہترین انسان بنانا ہوگا تاکہ وہ ایک اچھا اور سمجھدار انسان بن سکے۔ جس طرح ایک سمجھدار انسان ایک چھوٹے سے بچے سے بہت ساری باتیں سیکھتا ہے بعینہ ایک بچہ بھی اپنے بڑے بزرگوں سے بہت ساری نہیں بلکہ تمام باتیں سیکھتا اور قبول کرتا ہے۔

بچے فطرتاً نقال ہوتے ہیں۔ اس لیے گھر کے افراد کو یہ بات ذہن نشین کر لینی چاہیے کہ جو بھی حرکات وسکنات ان سے سرزد ہوں گی بچہ اسے فوراً قبول کر لے گا، اس لیے بچوں کے سامنے لغویات اور فضولیات سے پرہیز کرنا، والدین اور دیگر بڑوں کی اخلاقی ذمہ داری ہی نہیں بلکہ سماجی ذمہ داری بھی ہے۔ اگر ہم ایسا کرتے ہیں تو ہم ان بچوں کے ساتھ انصاف کرتے ہوئے انھیں ایک صالح، صاف ستھرے ماحول کی تشکیل کے لیے فضا سازگار کرتے ہیں۔

بچے مستقبل کا سرمایہ ہیں۔ اس لیے یہ بات نہایت ہی اہم ہے کہ ان کی پرورش کے لیے گھر کا ماحول خوشگوار اور صحت مند رکھیں۔ کیونکہ ایک بچہ اپنے گھر میں والدین کے ساتھ ساتھ گھر کے دیگر افراد کے ساتھ بھی وقت گزارتا ہے۔ ایک نیک اور صالح بچہ جب گھر کے باہر قدم رکھتا ہے تو سماج میں مختلف لوگوں سے اس کا سابقہ پڑتا ہے۔ متعلقہ افراد بچے کے عادت و اطوار اور کردار وگفتار سے یہ اندازہ کر لیتے ہیں کہ اس بچے کے گھر کا ماحول کس طرح کا ہے۔

ماحول دینی ہو تو اس کا اثر بچے کے ذہن کو متاثر ضرور کرتا ہے ورنہ عموماً نئی نسل اپنے مذہب اور دین سے کوسوں دور نظر آرہی ہے۔ اس کمی کے لیے بھی والدین اور گھر کے افراد ہی ذمہ دار ٹھہرائے جائیں گے۔ بچے قدرتی طور پر معصوم ہوتے ہیں اور ان کی اس معصومیت میں آنے والے کل کا مستقبل پوشیدہ ہوتا ہے۔ بالخصوص ایک ماں کی گود میں بچے کی تقدیر پلتی ہے جو کہ اس مصرعے کی غماز ہے:

تیری گود میں پلتی ہے تقدیر امم

(۱۴۴) قریش کی عورتیں

حضرت ام ہانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ رسول اللہ ﷺ کی چچازاد بہن تھیں۔ نبوت سے قبل اللہ کے رسول ﷺ نے اپنے چچا سے ان کا رشتہ مانگا مگر بوجوہ انھوں نے انکار کر دیا اور ان کی شادی کسی اور جگہ ہوگئی، پھر ایک وقت آیا جب یہ بیوہ ہوگئیں۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی بڑی خواہش تھی کہ اگر ان کی شادی اللہ کے رسول ﷺ سے ہوجائے تو بڑے شرف کی بات ہے، چنانچہ ایک دن انھوں نے موقع پا کر اللہ کے رسول ﷺ سے عرض کیا کہ اگر آپ ﷺ امِ ہانی بنت ابی طالب سے نکاح کر لیں تو اللہ تعالیٰ انھیں دو رشتوں سے نواز دے گا۔ وہ پہلے بھی آپ ﷺ کی قریبی رشتہ دار ہیں اور دوسرا یہ کہ آپ ﷺ کی زوجیت میں آجائیں گی۔

اللہ کے رسول ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مشورہ کو پسند فرمایا اور امِ ہانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو پیغامِ نکاح بھجوا دیا۔ انھوں نے جواب دیا: ”اللہ کے رسول ﷺ مجھے اپنی جان سے بڑھ کر عزیز ہیں۔ لیکن آپ ﷺ کا حق بہت عظیم ہے۔ میرے بچے یتیم ہیں جن کی میں پرورش کر رہی ہوں۔ مجھے اندیشہ ہے کہ اگر میں آپ ﷺ کی خدمت کا حق ادا کرنے لگ جاؤں گی تو میرے بچوں کے حقوق متاثر ہوں گے اور اگر بچوں کے حقوق ادا کرنے لگ گئی تو اللہ کے رسول

ﷺ کے حقوق کی ادائیگی میں کمی آ جائے گی۔"

اللہ کے رسول ﷺ نے جب ام ہانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا جواب سنا تو نہایت خوش ہوئے اور ارشاد فرمایا: "قریش کی عورتیں تمام عورتوں سے بہتر ہیں، اونٹ کی سواری بھی کر لیتی ہیں، چھوٹے بچوں پر نہایت مہربان اور مشفق ہیں اور اپنے شوہر کے ذاتی کاموں پر بھرپور توجہ مرکوز کرنے والی ہیں" (الاصابہ جلد ۸ ص ۱۸۵)

یہ زمانۂ جاہلیت کی بات ہے۔ مکہ میں ایک بڑے سردار کی بیٹی تھی جس کا نام ہند بنت عتبہ بن ربیعہ تھا۔ وہ اپنے زمانے کی نہایت ذہین و فطین اور حسین و جمیل لڑکی تھی۔ اس سے شادی کے لیے ایک ہی وقت میں سہیل بن عمرو اور ابوسفیان بن حرب نے پیغام بھیجا۔ اس کے والد عتبہ اپنی بیٹی کے پاس آئے اور کہا "بیٹی! مکہ کے دو بہترین نوجوانوں نے تم سے شادی کی خواہش ظاہر کی ہے۔ اب تمہاری مرضی ہے جس کو تم پسند کرو گی میں اس سے تمہاری شادی کر دوں گا۔" ہند کہنے لگی کہ ابا جان! ان دونوں کی عادات اور خصائل سے مجھے آگاہ کریں تاکہ مجھے فیصلہ کرنے میں آسانی ہو۔

عتبہ نے سہیل بن عمرو کا تعارف یوں کروایا:

"سہیل بن عمرو خاندان کا منتخب اور بہتر آدمی ہے اور زندگی کے ناز و نعم کی سہولتیں اس کو میسر ہیں۔ دولت و ثروت کے سکوں کی اس کے آنگن میں کثرت رہتی ہے۔ میری لاڈلی! اگر تو نے اس کا پیغام قبول کر لیا تو وہ تیرا ہو کر رہے گا، تیری باتوں کی موافقت کو اپنی شان تصور کرے گا۔ اگر تو نے اس کی ہاں میں ہاں ملا دی اور اس کی طرف محبت و میلان کو مقدم کر دیا تو یقیناً اس کی نگاہوں کا تارا بن جائے گی۔ تیرا ہر قدم اس کی ہتھیلی پر ہوگا اور تیری ہر بات اس کے سر آنکھوں پر۔ اس کے اہلِ خانہ کی باگ ڈور تیرے ہاتھ میں ہوگی اور مال و دولت پر تیری حکمرانی ہوگی۔

جہاں تک ابوسفیان بن حرب کی بات ہے تو وہ خوشحال ہے، حسب و نسب والا اور پختہ و مضبوط رائے کا مالک ہے۔ اس کا گھرانہ شرافت میں معروف ہے۔ یہ خاندان مونچھوں پر ہاتھ پھیرنے والا، شدید غیرت اس کی فطرت ہے اور کثرتِ فال اس کی عادت ہے، اپنے مال کے ضیاع سے وہ غافل نہیں رہتا اور نہ اپنے اہلِ خانہ پر لاٹھی اٹھانے سے کبھی باز آتا ہے۔" ہند نے والد کی بات سن کر عرض کیا۔

"والد محترم! پہلا آدمی سہیل بن عمرو سردار اور اپنی بیوی کے نشہ میں اس کے قدموں کے نیچے مال و دولت بچھا دینے والا ہے، اس لیے ممکن ہے بیوی کی ناخوشگواری کے باوجود اس کے لیے الفت و محبت کا نذرانہ پیش کرنا اپنا شیوہ بنا لے اور اپنے دل کے نرم گوشوں میں اسے جگہ دے کر اپنا تن من دھن سب کچھ اس کے سپرد کر دے، لیکن جب اس کے اہلِ خانہ کی ذمہ داری بیوی کے کمزور کندھوں پر آ پڑے گی تو پھر اس کی زندگی کا ستارہ گردش کرنے لگے گا اور وہ غلطی کا شکار ہو جائے گی اور جب اہلِ خانہ اس سے کوئی رکاوٹ محسوس کریں گے تو پھر اطمینان کی سانس لینا بھی اس کے لیے دوبھر ہو جائے گا۔ ایسی صورت میں اس کی حیثیت کم سے کم تر ہو جائے گی اور اس کا سارا ناز نخرا کھڑاؤں کی دھول کی طرح منتشر ہو جائے گا۔ اگر اس کے بطن سے کوئی بدصورت بچہ جنم لے گا تو احمقوں کی فہرست میں اس عورت کا ایک نام کا اضافہ ہو جائے گا اور اگر کوئی شریف بچہ جنم لے گا تو ایسے گھرانے میں اس کی بدقسمتی اس کا ساتھ چھوڑنے کو تیار نہ ہوگی۔ لہٰذا اے والدِ محترم! اس رشتہ کو نامنظور کر دیجیے۔ جہاں تک دوسرے آدمی ابوسفیان بن حرب کی بات ہے تو وہ عفت مآب، آزاد اور شرمیلی دوشیزہ کا شوہر بننے کے لیے بالکل مناسب ہے اور ہاں میں بھی اس کے خاندان کا ایک ایسا فرد بن کر رہوں گی کہ اسے میرے خلاف غیرت کھانے کا

موقع ہی نہ ملے گا یعنی بالکل پاکدامن رہوں گی اور اپنی ساری توجہ اپنے شوہر ہی پر مرکوز رکھوں گی اور خاندان کو میری طرف سے کوئی شکایت نہ ہوگی تاکہ میری ہونے والے شریکِ حیات کو اس کی طرف سے کسی نقصان کا سامنا نہ کرنا پڑے۔ میں ایسے غیرت مند آدمی سے شادی پر اتفاق کرتی ہوں۔ سو ابو جان آپ میری شادی اسی سے کر دیجیے۔“

بیٹی کا یہ دوررس تجزیہ سننے کے بعد عتبہ بن ربیعہ نے بیٹی کی شادی ابوسفیان بن حرب سے کر دی۔ یہ وہی ہندہ ہے جو ایک وقت میں اللہ کے رسول ﷺ کی سب سے بڑی دشمن تھی۔ غزوۂ بدر میں اس کا باپ عتبہ حضرت امیر حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ہاتھوں واصل جہنم ہوا تو اس نے انتقام لینے کی ٹھانی، چنانچہ غزوۂ اُحد سے پہلے وحشی کو اسی نے بدلہ لینے کے لیے تیار کیا تھا۔ خود عورتوں کے ایک وفد کی قیادت کرتی ہوئی اُحد میں شریک ہوئی پھر وقت آیا کہ فتح مکہ کے بعد اس نے اسلام قبول کر لیا۔ چھپتی ہوئی اللہ کے رسول ﷺ کے پاس بیعت کے لیے آئی۔ جب آپ ﷺ نے بیعت کی شرائط میں یہ ذکر فرمایا کہ زنا نہیں کرنا تو بے اختیار پکار اٹھی کہ کیا آزاد عورت بھی ایسی گھٹیا حرکت کی مرتکب ہو سکتی ہے؟ اس خاتون کے بطن سے ایک ایسی شخصیت نے جنم لیا جو عرب کی نہایت ذہین و فطین، متحمل مزاج اور کامیاب سیاسی شخصیت تھی، جس کو دنیا امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نام سے جانتی ہے۔

(۱۴۵) کبر کی تعریف اور اس کا نتیجہ

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: وہ شخص جنت میں داخل نہ ہوگا جس کے دل میں ذرہ برابر بھی کبر ہوگا۔“

ایک شخص نے عرض کیا ”یارسول اللہ! آدمی یہ چاہتا ہے کہ اس کا کپڑا اچھا ہو اور اس کا جوتا بھی اچھا ہو۔“ آپ ﷺ نے فرمایا: ”اللہ جمیل ہے اور جمال کو پسند کرتا ہے۔ کبر تو حق کے مقابلے میں اترانے اور لوگوں کو حقیر سمجھنے کا نام ہے۔“ (مسلم)

فائدہ: اس حدیث سے یہ باتِ معلوم ہوئی کہ جائز حد کے اندر لباس میں، رہائش میں، زیبائش (سجانا) میں خوبصورتی اور نفاست اختیار کرنا اور اپنے جی کو خوش کرنا دین کے خلاف نہیں ہے۔ البتہ یہ سب لوگوں کے سامنے بڑا بننے کے لیے اور دوسروں کو حقیر جانتے ہوئے کی جائے تو یہ کبر اور غرور ہے اور اس کا نتیجہ جہنم ہے۔ کسی نے کیا خوب کہا ہے: آرائش بھی جائز، زیبائش بھی جائز، پر نمائش ناجائز! اللہ ہم کو اس سے محفوظ رکھے۔

(۱۴۶) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی والدہ کا کیا نام تھا؟

سُوال: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی والدہ کا کیا نام ہے؟

جَواب: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی والدہ کا نام امیمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا تھا۔

واقعہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان کو امیر بنانے کے لیے بلایا۔ انھوں نے امارت قبول کرنے سے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو انکار کر دیا۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: کیا تم امیر بننے کو برا سمجھتے ہو حالانکہ اسے تو اس شخص نے مانگا تھا جو تم سے بہتر تھے۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا وہ کون؟ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: وہ حضرت یوسف بن یعقوب علیہ السلام ہیں۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا حضرت یوسف علیہ السلام تو خود اللہ کے نبی تھے اور اللہ کے نبی کے بیٹے تھے (انھیں ایسا کرنے کا حق تھا)۔ میں تو امیمہ نامی عورت کا

بیٹا ابو ہریرہ ہوں، اور امیر بننے میں مجھے تین اور دو (کل پانچ) باتوں کا ڈر ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا پانچ ہی کیوں نہیں کہہ دیتے؟ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا؟ (دو باتیں تو یہ ہیں کہ) ① میں علم کے بغیر کوئی بات کہہ دوں ② اور کوئی غلط فیصلہ کر دوں۔ (امیر بن کر مجھ سے یہ دو غلطیاں ہو سکتی ہیں جس کے نتیجہ میں مجھے یہ تین سزائیں امیر المومنین کی طرف سے مل سکتی ہیں کہ) ① میری کمر پر کوڑے مارے جائیں ② میرا مال چھین لیا جائے اور ③ مجھے بے آبرو کر دیا جائے۔ (حیاۃ الصحابہ جلد ۲، ص ۶۳)

(۱۴۷) اپنی خواہش کے مطابق فیصلہ کرنے والا ہلاک ہوگا

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے انھیں قاضی بنانا چاہا تو انھوں نے معذرت کر دی اور فرمایا: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ قاضی تین قسم کے ہیں۔ ایک نجات پائے گا دو دوزخ میں جائیں گے۔ جس نے ظالمانہ فیصلہ کیا یا اپنی خواہش کے مطابق فیصلہ کیا وہ ہلاک ہوگا اور جس نے حق کے مطابق فیصلہ کیا وہ نجات پائے گا۔ (حیاۃ الصحابہ جلد ۲، ص ۶۴)

(۱۴۸) سب سے پہلے اسلام میں امیر کون بنا؟

سُؤال: سب سے پہلے اسلام میں امیر کون بنا ہے؟

جَواب: ”حضرت عبداللہ بن جحش اسدی رضی اللہ تعالیٰ عنہ یہ سب سے پہلے صحابی ہیں جن کو اسلام میں امیر بنایا گیا۔

(حیاۃ الصحابہ جلد ۲ ص ۵۴)

(۱۴۹) حضرت عبداللہ بن زبیر کا تیر کر طواف کرنا

سُؤال: ہم نے سنا ہے کہ کسی زمانے میں لوگ تیر کر طواف کرتے تھے۔ کیا یہ صحیح ہے؟

جَواب: جی ہاں صحیح ہے۔

قصہ: حضرت مجاہد رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ حضرت ابن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ عبادت میں اس درجے کو پہنچے جس درجے کو کوئی اور نہ پہنچ سکا۔ ایک مرتبہ اتنا زبردست سیلاب آیا کہ اس کی وجہ سے لوگ طواف نہ کر سکتے تھے۔ لیکن حضرت ابن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایک ہفتے تک تیر کر طواف کرتے رہے۔ (حیاۃ الصحابہ جلد ۲ ص ۷۱۵)

(۱۵۰) منتخب اشعار

ہم نے کانٹوں کو بھی نرمی سے چھوا ہے لیکن   لوگ بے درد ہیں پھولوں کو مسل دیتے ہیں
نہ جانے کتنے چراغوں کو مل گئی شہرت   اک آفتاب کے بے وقت ڈوب جانے سے

(۱۵۱) آپ بہت اچھے ماں باپ بن سکتے ہیں

آپ بہت اچھے ماں باپ بن سکتے ہیں، بشرطیکہ آپ اپنے بچوں کو سمجھیں، ان کا خیال رکھیں، ان کی باتیں توجہ سے سنیں اور اپنی رائے دیں۔ آپ اس وقت بھی اپنے جذبات کو قابو میں رکھیں جب آپ کا بچہ آدھی رات کو اٹھا کر آپ سے کوئی

سوال کرے اور کوئی ایسا مسئلہ پیدا کرے جسے فوری حل کرنا ضروری ہو۔ جب آپ بچوں کی دن رات کی پریشانیوں کا حل نکالیں گے تو بچوں کو گھر میں تحفظ کا احساس ہوگا اور وہ پُر اعتماد ہوں گے۔

اگر آپ بچوں کو زندگی میں کامیاب دیکھنا چاہتے ہیں تو بہتر ہوگا کہ ان کی مسلسل نگرانی کرنا چھوڑ دیں، لیکن اس کا یہ مطلب نہیں کہ وہ جو چاہے کرتے رہیں، آپ ان پر نظر رکھیں لیکن اس طرح کہ انھیں یہ احساس نہ ہو کہ ان پر ہر وقت نظر رکھی جا رہی ہے۔

آج کل کے والدین بچوں کے معاملے میں بہت زیادہ حساس ہوتے ہیں۔ وہ بچوں کے سوالات کا بھی نہ صرف سختی سے جواب دیتے ہیں بلکہ ان کو مار پیٹ کر سمجھانے کی کوشش کرتے ہیں۔ اگر آپ کا بچہ اپنے ہم عمروں کے ساتھ دوستانہ طریقے سے رہتا ہے اور اپنے ماحول سے مانوس ہے تو پریشان ہونے کی ضرورت نہیں ہے۔ کچھ بچے جن میں فنکارانہ صلاحیتیں ہوتی ہیں لیکن وہ اپنا زیادہ وقت بے کار کاموں میں صرف کرتے ہیں ایسا کیوں ہوتا ہے؟ یاد رکھیں! بچپن کی مار، بچوں کی صلاحیتوں کو ختم کر دیتی ہے۔ اگر آپ مسلسل بچوں کے بارے میں پریشان رہیں گے تو اس کا نتیجہ یہ نکلے گا کہ آپ خود الجھن اور پریشانی کا شکار ہو جائیں گے۔ اس لیے بچوں کی حرکتوں کی وجہ سے جذبات میں نہ آئیں بلکہ ٹھنڈے دل سے ان کی باتوں پر غور کریں۔ بچوں کے ماہر ڈاکٹروں کا کہنا ہے کہ والدین خوش باش یا چڑچڑے بچے کا اندازہ تین سال کی عمر تک لگا سکتے ہیں۔ اگر اس کی صحت اچھی ہے اور وہ اپنے آپ سے کافی دیر تک کھیلتا رہتا ہے ماں باپ کی توجہ کے بغیر تو یہ اچھی بات ہے۔ آپ اپنے بچے کو بہت زیادہ توجہ دے کر اپنا محتاج نہ بنائیں۔ اس کی شخصیت بنانے میں اس کی مدد کریں۔ گھر کے ماحول کو پرسکون رکھیں، کیونکہ ماں باپ ہی بچوں کا آئیڈیل ہوتے ہیں۔ جب آپ دونوں گھر پر موجود ہوں تو اپنا وقت بچوں کو دیں، اگر آپ ایسا نہیں کریں گے تو بچے آپ سے دور ہونا شروع ہو جائیں گے، بچے کو تیرہ سال کی عمر تک آپ کی زیادہ ضرورت ہوتی ہے، جب وہ کالج جانا شروع کرتا ہے تو پھر اپنا وقت گزارنے کا خود فیصلہ کر لیتا ہے اس وقت اس کی مصروفیات پوچھیں، مگر بلاوجہ روک ٹوک نہ کریں۔ چھٹی کے دن بچوں کو گھمانے ضرور لے کر جائیں۔ بچوں کی بہتر نشوونما کے لیے ان کی غیر محسوس طریقے سے مدد کریں تاکہ ان میں اچھے انسان بننے کی صلاحیتیں بتدریج پیدا ہوں۔

عموماً پہلی بار والدین بننے والے اپنے بچے سے بہت جلد غلط فہمی کا شکار ہوتے ہیں اور ان کی سمجھ میں نہیں آتا کہ بچے کو کیسے ایک مکمل اور اچھا انسان بنائیں۔ وہ اپنا زیادہ وقت بچے کو مختلف باتیں سمجھاتے ہوئے گزارتے ہیں اور بچے کے سامنے لوگوں کو یہ بتاتے رہتے ہیں کہ وہ اپنے بچے سے بہت پیار کرتے ہیں اور اس کے لیے بہت قربانی دے رہے ہیں۔ اس طرح کی باتیں کہنا اور وہ بھی بچوں کے سامنے، مناسب نہیں ہے۔

بچے کبھی کبھی اپنے رویہ سے پریشانی میں مبتلا کر دیتے ہیں۔ مثلاً مالی لحاظ سے یا خرابی صحت کی وجہ سے۔ یہ ایسے لمحات ہیں جن میں بچے اپنے آپ کو غلط نہیں سمجھتے۔ یقیناً یہ بہت اہم مسئلہ ہے۔ اس طرح کے مسائل میں اول تو آپ خود میں تھوڑا صبر پیدا کریں، غصے کو قابو میں رکھیں، اور حسنِ اخلاق کا مظاہرہ کریں اس سے آپ کی بیزاری اور غصہ کم ہوگا۔

اپنے بچوں کو مکمل انسان بنانے کے لیے آپ درج ذیل نکات کو ضرور ذہن میں رکھیں:

① بچوں کو ہر وقت نصیحت نہ کریں۔

② خود ان کو اپنے طور پر سوچنے کا موقع دیں تاکہ وہ آپ کے سامنے اپنے آپ کو اچھا پیش کر سکیں۔

③ آپ اس بات پر غور کریں کہ آپ اپنے بچے سے کیا کہہ رہے ہیں۔

④ بچے کی بے عزتی نہ کریں۔

⑤ انھیں یہ احساس نہ دلائیں کہ آپ ان کی وجہ سے پریشانی میں مبتلا ہیں۔

⑥ بچوں پر ہر وقت تنقید نہ کریں ورنہ ایک وقت آئے گا کہ وہ بھی آپ کی باتوں کو نظر انداز کرنا شروع کردیں گے۔ یا پھر آپ کو پلٹ کر جواب دے دیں گے۔

⑦ زیادہ بلند آواز میں بچوں سے بات نہ کریں۔

⑧ بہت ساری نصیحتیں ایک ساتھ نہ کریں۔

⑨ بچوں کو گھر میں بند رکھنے کی کوشش نہ کریں بلکہ ان کی عمر کے مطابق ان کو کھلونے یا میدان میں کھیلنے کی تربیت دیں۔

⑩ اپنے رویے پر غور کریں۔ بچہ آپ کے غصے، خوشی اور مایوسی سے بہت زیادہ سیکھتا ہے۔

⑪ بچے کو سزا دینے کے بجائے سمجھائیں۔

(۱۵۲) صنف نازک کی حفاظت بے حد ضروری ہے

﴿يَآأَيُّهَاالنَّبِيُّ قُلْ لِأَزْوَاجِكَ وَبَنَاتِكَ وَنِسَآءَ الْمُؤْمِنِيْنَ يُدْنِيْنَ عَلَيْهِنَّ مِنْ جَلَابِيْبِهِنَّ ذٰلِكَ اَدْنٰىٓ اَنْ يُّعْرَفْنَ فَلَا يُؤْذَيْنَ﴾ (الاحزاب:۵۹)

”اے پیغمبر! اپنی شریکِ حیات، اپنی بیٹیوں اور مسلمان عورتوں کو حکم دو کہ وہ گھر کی چار دیواری سے باہر نکلیں تو اپنے چہروں پر شرافت کا دوپٹہ اوڑھ لیں تاکہ ان ماؤں بہنوں اور بیٹیوں کا شریف ہونا ثابت ہوجائے اور سرِ بازار رسوائی کا سبب نہ بن جائیں۔“

عورت صنف نازک ہے جس کی حفاظت بے حد ضروری ہے، چنانچہ اگر یہ پردہ میں رہے تو اس کی حفاظت آسان ہوجاتی ہے۔ پردہ اور پردے کی غرض وغایت ظاہر عمل کی پہچان ہے، یعنی جو چیز پردے میں رہ کر محفوظ ہے گویا اس کو کسی چیز کا خطرہ لاحق نہیں ہوتا۔ یہی بات میں ان دانشوروں، شاعروں اور ادیبوں سے کہنا چاہتا ہوں جو سماجی اعتبار سے سرگرم اور فعال واقع ہوئے ہیں اور سماج میں جن کا اثر ورسوخ ہے۔ اگر وہ پردے کی وکالت کریں گے تو ظاہر ہے کہ اس کا اثر سماج پر ہوگا۔

فطرت کا تقاضا ہی ایسا ہے کہ والدین کا اثر اولاد کی نفسیات پر پڑتا ہے، یعنی اولاد کے شب وروز کا خیال رکھنا، اچھے اور برے کی تمیز سکھانا اور زندگی کا لائحہ عمل مرتب کرنا ہماری ذمہ داری ہوتی ہے۔ اب رہا ماحول کی نزاکت، حالات کی کیفیت جو زمانے کی رفتار کے مطابق بدلتی رہتی ہے لیکن ہمیں اس وقت یہ نہیں بھولنا چاہیے کہ ہم کون ہیں اور ہماری حقیقت کیا ہے؟

دراصل ہم پر وہ سارے آداب لازم ہوتے ہیں جو اسلامی قوانین کہلاتے ہیں۔ درحقیقت ہم نے اپنی پہچان کی نوعیت بھی بدل ڈالی ہے۔ دین سے غفلت اور دنیاوی خوشحالی ہم پر کچھ زیادہ ہی حاوی ہیں۔ غرض کہ معاشرے کا مزاج بدلتا جارہا ہے۔ نفسا نفسی کے عالم میں اخلاقی گراوٹ کا پہلو نمایاں ہے۔ خاص کر ہماری ماؤں اور بہنوں نے اسے اپنا لیا ہے یہی وجہ ہے کہ آج ہماری پھول جیسی بچیاں دنیا کے بازار میں پسی جارہی ہیں اور ہم خسارے کی طرف جارہے ہیں۔ عیاری، مکاری اور خود غرضی نے ہمیں لاپرواہ کردیا ہے۔ ہماری عزت مآب مائیں گھر سے نکل کر دنیا کے بازاروں میں کھو جاتی ہیں، اپنا قیمتی وقت ضائع کررہی ہیں۔

سوچئے اور غور کیجیے، کہیں نہ کہیں آپ کو ایسی خواتین دیکھنے میں آئیں گی جن کی پیشانی دین کی خوبیوں سے چمکتی ہوں گی، جن کا ضمیر ایمان کی خوشبو سے مہکتا ہوگا۔ ایسا آئیڈیل کردار ہمارے سماج کے ارد گرد آج بھی موجود ہے، لیکن قصور ہماری نظروں کا ہے سب کچھ دیکھتے ہوئے بھی انجان بنے رہتے ہیں۔ غفلت کے خمار نے، لاپرواہی کے سرور نے ہمیں اندھا کر دیا ہے اور ہم ان آئیڈیل کو دیکھ کر بھی کچھ سیکھتے نہیں ہیں۔

اسلام کا پاکیزہ تصور روزِ روشن کی طرح عیاں ہے۔ یہ ہماری اپنی غلطی ہے جس کا خمیازہ آج ہم بھگت رہے ہیں۔ انسانیت کا بھرم ہمارے معاشرے سے ختم ہوتا جا رہا ہے۔ کیا ہوگا اور کیا ہونے والا ہے یہ سوچنے کی ہم ضرورت ہی محسوس نہیں کرتے۔ ہمارے معاشرہ میں جو ہونا چاہیے تھا وہ نہیں ہو رہا ہے، ہماری بہت سی بہنوں نے پردہ کو اپنایا ضرور لیکن اس کی نوعیت بدل دی ہے جس کے سبب اب ہمارا پردہ ریاکاری اور نمائش میں داخل ہوگیا ہے۔

ہماری بے پردگی نے ہمیں کہیں کا نہیں رکھا۔ پہلے ہم یہودیوں کو دیکھ کر شرماتے تھے اور آج ہم کو دیکھ کر غیر قومیں ہنس رہی ہیں۔ ہماری چند ایک خواتین کی بے پردگی کو دیکھ کر دنیا حیرت زدہ ہے۔ موقع پرست اس بات کا انتظار کر رہے ہیں کہ وہ ہماری بے پردہ ماؤں بہنوں کو دیکھ کر آوازیں کسیں۔

آخر یہ کیسا انقلاب ہے؟ نئے زمانے کی نئی منطق نے ہمارے احوال کھول دیئے ہیں۔ پھر بھی ہم خاموش تماشائی بن کر کفِ افسوس مل رہے ہیں نہ وصالِ یار ملا نہ صنم کدے کے ساتھ ہوا، پردہ ایک تھا اس کا رنگ انوکھا تھا۔ اب اس کی نوعیت بدل چکی ہے، انگنت برقعوں نے نئے نئے ڈیزائن کا روپ دھار لیا ہے جس کا پہننا اور نہ پہننا برابر ہو کر رہ گیا ہے۔

میں ان ماؤں بہنوں سے کہنا چاہتا ہوں جو زمانے کی روش کو اپنا کر اپنے وجود سے اور اپنی پہچان سے بے وفائی کر رہی ہیں۔ رونا تو اس بات کا ہے کہ گھر ان کے لیے قید خانہ، پارک، سنیما ہال اور بازار ان کے لیے سکون و انبساط کی جگہ بن گئے ہیں۔ نگاہیں نیچی رکھنا تو دور کی بات، نگاہیں لڑانا ان کا شعار بنتا جا رہا ہے۔ سروں سے چادر سرکنی شروع ہوگئی ہے اب وہ بازار میں ننگے سر گھومتی ہیں۔ بے شک عورت کو باہر نکلنے کی اجازت ہے لیکن اس طرح کہ وہ اغیار کی نظروں میں محفوظ رہیں اور شرافت، نفاست اور تقدس کو نعم البدل بنائیں۔

میری قابلِ صد احترام ماؤں، بہنوں اور بیٹیو! اگر آپ چاہتی ہیں کہ معاشرے کا وجود قائم رہے تو سب سے پہلے آپ کو اپنے اندر جھانکنا ہوگا۔ کچھ پانے کے لیے کچھ کھونا ضروری ہے۔ شروع میں مشکلات سے دوچار ہونا پڑے گا۔ کانٹوں سے الجھنا ہوگا لیکن ان تاریکیوں سے نکلنا ہوگا۔ تب کہیں جا کر گمشدہ منزل کی بازیابی ممکن ہو سکے گی۔ کیا آپ اس کے لیے تیار ہیں؟

ہمیں اپنی ترجیحات متعین کرنی ہوں گی۔ اپنی عزت اور عفت کے نظریے کو قائم رکھنا ہے تو اس کا اہم ذریعہ پردہ ہے۔ بے پردگی کے چلن سے ہمارے معاشرے میں سوائے برائی کے بھلائی کی امید نہیں کی جا سکتی۔ برائی کو روکا نہ گیا تو تہذیب و تمدن کے پرخچے اڑ جائیں گے۔ بس وہی مثال دہرائی جائے گی: ہو رہا ہونے دو چل رہا چلنے دو:

تم اپنی شمع سے اس گھر میں روشنی کر دو
مرا چراغ سرِ راہ گزر رکھا ہے

(۱۵۳) معاشرے کی تعمیر میں عورت کا رول

مرد اور عورت کے ملاپ سے ہی انسانی نسل بڑھ رہی ہے۔ دونوں کے تعلق سے آگے چل کر خاندان اور معاشرہ وجود میں آتا ہے۔ انسان آپس میں مل جل کر رہتے ہیں، ایک دوسرے کی مدد اور تعاون سے زندگی گزارتے ہیں یعنی کہ انسان

معاشرہ کے بغیر نہیں رہ سکتا۔ معاشرے میں طرح طرح کے واقعات پیش آتے ہیں جیسے کہ شادی بیاہ، غمی خوشی، عیادت، تعزیت اور مذہبی و دنیاوی اجتماع۔ ان تمام مواقع پر عورتیں ایک جگہ جمع ہوتی ہیں، ان میں آپس میں گفتگو پہلے موقع اور محل کے لحاظ سے پھر آہستہ آہستہ موقع سے ہٹ کر دیگر مسائل پر بات چیت شروع ہوجاتی ہے اور بات چیت شکوہ شکایات تک پہنچ جاتی ہے۔

اکثر خواتین زبان کا استعمال محتاط ہوکر نہیں کرتی ہیں۔ اگر عورتیں زبان کا استعمال صحیح اور محتاط ہوکر کریں تو ہمارا معاشرہ بہت سی خرابیوں سے پاک رہ سکتا ہے۔ قرآن مجید میں ارشاد ہے۔ ”ان مسلمانوں نے فلاح پائی جو اپنی نماز میں خشوع کرنے والے ہیں اور لغو باتوں سے دور رہتے ہیں۔“ (المؤمنون: ۱۔۳)

معاشرہ میں شادی کو لے لیجئے۔۔ شادی سے پہلے منگنی کی رسم ہوتی ہے، دونوں طرف سے عورتوں کا آنا جانا ہوتا ہے، رات بھر ڈھول بجا کر گیت گایا جاتا ہے، عورتیں اور لڑکیاں بن سنور کر محرم اور نامحرم سب کے سامنے ناز و نخرے سے چلتی پھرتی ہیں۔ اس طرح کی محفلوں میں زیادہ تر بہو اپنی ساس کی شکایت اور نند، بھاوج کی برائیاں بیان کرتی ہیں۔ اس طرح کی محفلوں میں مذاق مذاق میں جھوٹ بھی بولا جاتا ہے جو کہ جائز نہیں ہے۔ ایک حدیث میں آیا ہے۔

”حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے حضرات صحابہ نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ! آپ ہم سے مذاق فرماتے ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بلاشبہ میں (مذاق میں بھی) سچی ہی بات کہتا ہوں۔“ (حیاۃ الصحابہ جلد۲، ص۶۷۲)

بہت سے ایسے (دنیاوی) اجتماعات ہوتے ہیں جن میں عورتوں کو جانا ہی نہیں چاہیے مگر عورتیں جانا فرضِ عین سمجھتی ہیں۔ عورتوں کو چاہیے کہ اسلامی تعلیم پر عمل کریں۔ کیونکہ عورت معاشرہ کی تعمیر میں اہم رول ادا کرتی ہے۔ اسلام کا تصور ہے کہ عورت اور مرد مل کر معاشرہ کو بناتے یا بگاڑتے ہیں۔ خداشناس عورت اور مرد ایک دوسرے کے معاون ہوتے ہیں اور معاشرہ کو تقویٰ کی راہ پر لے جاسکتے ہیں۔

(۱۵۴) امام ابوحنیفہ کی دانش مندی نے ایک گھر برباد ہونے سے بچالیا

حضرت امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ تعالیٰ کا زمانہ تھا۔ ایک مرتبہ ایک شخص کے گھر میں چوری ہوگئی۔ چور اسی محلے کے تھے۔ چور نے اس شخص کو پکڑا اور زبردستی حلف لیا کہ اگر تو کسی کو ہمارا پتہ بتلائے گا تو تیری بیوی پر طلاق۔ اس بیچارے نے مجبوراً طلاق کا حلف لے لیا اور چور اس کا سارا مال لے کر چلا گیا۔ اب وہ بہت پریشان ہوا کہ اگر میں چور کا پتہ بتلاتا ہوں تو مال تو مل جائے گا بیوی ہاتھ سے نکل جائے گی اور اگر پتہ نہیں بتلاتا ہوں تو بیوی تو رہے گی مگر سارا گھر خالی ہوجاتا ہے۔ چنانچہ مال اور بیوی میں تقابل پڑ گیا کہ یا تو مال رکھے یا بیوی رکھے۔ بڑی الجھن کا شکار تھا، کسی سے کہہ بھی نہیں سکتا تھا کیونکہ چور نے اس سے عہد لے رکھا تھا۔ چنانچہ وہ شخص حضرت امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ تعالیٰ کی مجلس میں حاضر ہوا۔ وہ بہت غمگین اور اداس و پریشان تھا امام صاحب نے فرمایا کہ آج تم بہت اداس ہو، کیا بات ہے؟ اس نے کہا: حضرت! میں کہہ بھی نہیں سکتا۔ امام صاحب نے فرمایا کہ کچھ تو کہو۔ اس نے کہا کہ حضرت! اگر میں نے کچھ کہا تو نہ جانے کیا ہوجائے گا۔ انہوں نے کہا کہ اجمالاً کہو۔ تو اس نے کہا کہ حضرت! چوری ہوگئی ہے اور میں نے یہ عہد کرلیا ہے کہ اگر میں نے ان چوروں کا پتہ کسی کو بتلایا تو بیوی پر طلاق ہوجائے گی، مجھے معلوم ہے کہ چور کون ہیں وہ تو محلے کے ہیں۔

امام صاحب نے فرمایا کہ تم مطمئن رہو، بیوی بھی نہیں جائے گی اور مال بھی مل جائے گا اور تم ہی چوروں کا پتہ بھی بتاؤ

گے۔ کوفہ میں شور ہو گیا کہ ابو حنیفہ رحمۃ اللہ تعالیٰ یہ کیا کر رہے ہیں۔ یہ تو ایک عہد ہے، جب وہ پورا کرے گا تو بیوی کو طلاق ہو جائے گی۔ یہ امام صاحب نے کیسے کہہ دیا کہ نہ بیوی جائے گی اور نہ مال جائے گا۔ غرض علماء وفقہاء پریشان ہو گئے۔

امام صاحب نے فرمایا کہ کل ظہر کی نماز میں تمہارے محلے کی مسجد میں آکر پڑھوں گا۔ چنانچہ امام صاحب تشریف لے گئے، وہاں نماز پڑھی اور اس کے بعد اعلان کر دیا کہ مسجد کے دروازے بند کر دیئے جائیں، کوئی باہر نہ جائے۔ اس میں چور بھی تھے۔ اس مسجد کا ایک دروازہ کھول دیا۔ ایک طرف خود بیٹھ گئے اور ایک طرف اس شخص کو بٹھا دیا اور فرمایا کہ ایک ایک آدمی نکلے گا۔ جو چور نہ ہو، اس کے متعلق کہتے جانا یہ چور نہیں ہے اور جب چور نکلنے لگے تو چپ ہو کر بیٹھ جانا۔

چنانچہ جو چور نہیں ہوتے تھے ان کے متعلق وہ کہتا جاتا تھا یہ چور نہیں ہے، یہ بھی نہیں۔ اور جب چور نکلتا تو خاموش ہو کر بیٹھ جاتا۔ اس طرح گو، اس نے بتلایا بھی نہیں مگر بنا بتائے سارے چور معلوم ہو گئے۔ چنانچہ وہ پکڑے بھی گئے، مال بھی مل گیا اور بیوی بھی ہاتھ سے نہیں گئی۔

(۱۵۵) ایک لاکھ حدیثیں اس طرح یاد ہیں جیسے لوگوں کو سورۂ فاتحہ یاد ہے

ابو زرعہ رحمۃ اللہ علیہ ایک محدث گزرے ہیں۔ ان کی محفل میں ایک شاگرد آیا کرتا تھا اس کی نئی نئی شادی ہوئی تھی۔ ایک دن محفل ذرا لمبی ہو گئی تو اس کو گھر جانے میں دیر ہو گئی۔ جب وہ رات دیر سے گھر پہنچا تو بیوی الجھ پڑی کہ میں انتظار میں تھی تم نے آنے میں کیوں دیر کی؟ اس نے سمجھایا کہ میں وقت ضائع نہیں کر رہا تھا میں تو حضرت کے پاس تھا۔ وہ کچھ زیادہ غصے میں تھی۔ غصے میں کہہ بیٹھی کہ تیرے حضرت کو کچھ نہیں آتا، تجھے کیا آئے گا۔ استاد کے بارے میں بات سن کے یہ نوجوان بھڑک اٹھا۔

جب بیوی نے یہ کہا کہ تیرے استاد کو کچھ نہیں آتا۔ تجھے کیا آئے گا تو یہ سن کر نوجوان کو بھی غصہ آیا اور کہنے لگا کہ اگر میرے استاد کو ایک لاکھ احادیث یاد نہ ہوں تو تجھے میری طرف سے تین طلاق ہیں۔

صبح اٹھ کر دماغ ذرا ٹھنڈا ہوا تو سوچنے لگے کہ میں نے تو بہت بڑی بے وقوفی کی۔ بیوی نے خاوند سے پوچھا کہ میری طلاق مشروط تھی اب بتائیں کہ یہ طلاق واقع ہوئی یا نہیں۔ اس نے کہا کہ یہ تو استاد صاحب سے پوچھنا پڑے گا۔ اس نے کہا کہ جائیں پتہ کر کے آئیں۔ چنانچہ یہ نوجوان اپنے استاد کے پاس پہنچا اور کہا کہ رات یہ واقعہ پیش آیا، اب آپ بتائیے کہ نکاح سلامت رہا یا طلاق واقع ہو چکی ہے۔ ان کے استاد یہ بات سن کر مسکرائے اور فرمانے لگے کہ جاؤ تم میاں بیوی والی زندگی گزارو۔ کیونکہ ایک لاکھ احادیث مجھے اس طرح یاد ہیں جس طرح لوگوں کو سورۂ فاتحہ یاد ہوتی ہے، سبحان اللہ! یہ قوت حافظہ کی برکت تھی اور علم کی برکت تھی جو اللہ تعالیٰ نے عطا کر دی تھی۔

نوٹ: مذکورہ قصہ بندہ نے اپنی والدہ محترمہ کو سنایا تو والدہ نے کتاب میں لکھنے کا ذکر کیا چنانچہ بحکم والدہ اس قصہ کو بندہ نے اپنی کتاب میں لکھ لیا۔

(۱۵۶) شہوت کا مفہوم اور اس سے بچنے کا طریقہ

سوال: بعد سلام عرض ہے کہ ہم نے بارہا آپ کے اور دیگر بزرگوں کے بیانوں میں شہوت کے سنگین گناہ ہونے کو سنا ہے، تو شہوت کس چیز کا نام ہے؟ برائے کرم قدرے تفصیل سے مستفیض فرمائیے اور اس گناہ سے بچنے کی کوئی اہم تدبیر بتلائیے۔

جواب: شہوت کا لفظ اشتہا سے نکلا ہے۔ عربی زبان میں اشتہا کسی چیز کی طلب اور بھوک کو کہتے ہیں۔ جب انسان بھوکا ہوتا ہے تو گویا اس کو روٹی کی شہوت ہوتی ہے، پیاسے بندے کو پانی پینے کی شہوت ہوتی ہے، بعض لوگوں کو اچھے کھانے کی شہوت ہوتی ہے، کئی لوگوں کو اچھے سے اچھا لباس پہننے کی شہوت ہوتی ہے۔ اسی طرح جب انسان جوانی کی عمر کو پہنچتا ہے تو اسے بیوی کی ضرورت ہوتی ہے، اس کے لیے بھی شہوت کا لفظ استعمال کرتے ہیں۔ اس طرح شہوت کے مفہوم میں بڑی وسعت ہے، بچوں کے اندر میٹھی چیزیں کھانے کی شہوت ہوتی ہے۔ ان کو ماں باپ چیونگم اور ٹافی کھانے سے منع بھی کرتے رہیں پھر بھی وہ چھپ چھپ کر کھاتے رہتے ہیں۔ ان کے اندر میٹھی چیزوں کی اشتہا رکھ دی گئی ہے۔ کچھ لوگوں کو کھانے پینے کی اشتہا اتنی زیادہ ہوتی ہے کہ وہ بیچارے کھانے کے چٹورے بنے پھرتے ہیں۔ ان کو ہر وقت کھانے پینے کی فکر درپیش رہتی ہے۔ کچھ لوگوں کو دنیا میں حکومت کرنے کی اشتہا ہوتی ہے، وہ بیچارے اس کی خاطر زندگی برباد کر بیٹھتے ہیں۔ کچھ تو پا لیتے ہیں اور کچھ محروم رہتے ہیں۔

نوجوان مردوں کے اندر عورت کی شہوت زیادہ ہوتی ہے جب کہ عورت کے دل میں کپڑوں وغیرہ کی نمائش کا رجحان زیادہ ہوتا ہے۔ ہر ایک کے اندر علیحدہ علیحدہ بیماریاں ہوتی ہے۔ آج کل کے مردوں کو جمال نے برباد کر دیا ہے اور عورتوں کو مال نے برباد کر دیا ہے۔ گویا پوری دنیا کے مسلمان مال اور جمال کے ہاتھوں برباد ہوئے پڑے ہیں۔ مرد نیک ہو، شریف ہو یا صوفی ہو، جمال اس کی کمزوری ہے، اسی لیے آنکھیں قابو میں نہیں رہتیں۔ اس مرض سے چھٹکارا پانے کے لیے محنت کرنی پڑتی ہے۔ کتابیں بھی پڑھ لیتے ہیں اور نیکی کے دوسرے کام بھی کرتے رہتے ہیں لیکن آنکھوں پر قابو پانے کے لیے پیدل چلنا راہِ خدا میں خاص کر مطلوب ہوتا ہے، جو نفس کے تزکیہ کا باعث ہے۔ تب جا کر فکر کی گندگی دور ہوتی ہے۔

(۱۵۷) نماز کے فوائد؛ حضور ﷺ کی زبانی

① نماز دین کا ستون ہے۔

② نماز شیطان کا منہ کالا کرتی ہے۔

③ نماز مؤمن کا نور ہے۔

④ نماز افضل جہاد ہے۔

⑤ جب کوئی آفت آسمان سے اترتی ہے تو مسجد کے آباد کرنے والوں سے ہٹ جاتی ہے۔

⑥ اگر آدمی کسی وجہ سے جہنم میں جاتا ہے تو اس کی آگ سجدے کی جگہ کو نہیں کھاتی۔

⑦ اللہ نے سجدے کی جگہ کو آگ پر حرام فرما دیا ہے۔

⑧ سب سے زیادہ پسندیدہ عمل اللہ کے نزدیک وہ نماز ہے جو وقت پر پڑھی جائے۔

⑨ اللہ جل شانہٗ کو آدمی کی ساری حالتوں میں سب سے زیادہ پسند ہے کہ اس کو سجدے میں پڑا ہوا دیکھیں کہ پیشانی زمین میں رگڑ رہا ہے۔

⑩ اللہ جل شانہٗ کے ساتھ آدمی کو سب سے زیادہ قرب سجدہ میں ہوتا ہے۔

⑪ جنت کی کنجیاں نماز ہیں۔

⑫ جب آدمی نماز کے لیے کھڑا ہوتا ہے تو جنت کے دروازے کھل جاتے ہیں اور اللہ جل شانہٗ کے اور اس نمازی کے درمیان کے پردے ہٹ جاتے ہیں جب تک کہ کھانسی وغیرہ میں مشغول نہ ہو۔

۱۳ نمازی شہنشاہ کا دروازہ کھٹکھٹاتا ہے اور قاعدہ ہے کہ جو دروازہ کھٹکھٹاتا ہی رہے تو کھلتا ہی ہے۔

۱۴ نماز کا مرتبہ دین میں ایسا ہے جیسا کہ سر کا درجہ بدن میں۔

۱۵ نماز دل کا نور ہے جو اپنے دل کو نورانی بنانا چاہے نماز کے ذریعہ سے بنالے۔

۱۶ جو شخص اچھی طرح سے وضو کرے اس کے بعد خشوع وخضوع سے دو یا چار رکعت نماز فرض یا نفل پڑھ کر اللہ سے اپنے گناہوں کی معافی چاہے اللہ تعالیٰ شانہٗ معاف فرما دیتے ہیں۔

۱۷ زمین کے جس حصے پر نماز کے ذریعہ سے اللہ کی یاد کی جاتی ہے وہ حصہ زمین کے دوسرے ٹکڑوں پر فخر کرتا ہے۔

۱۸ جو شخص دو رکعت نماز پڑھ کر اللہ تعالیٰ سے دعا مانگتا ہے تو حق تعالیٰ شانہٗ وہ دعا قبول فرما لیتے ہیں۔

۱۹ جو شخص تنہائی میں دو رکعت نماز پڑھے جس کو اللہ اور اس کے فرشتوں کے سوا کوئی نہ دیکھے تو اس کو جہنم کی آگ سے بری ہونے کا پروانہ مل جاتا ہے۔

۲۰ جو شخص ایک فرض نماز ادا کرے اللہ جل شانہٗ کے یہاں ایک مقبول دعا اس کی ہو جاتی ہے۔

۲۱ جو پانچوں نمازوں کا اہتمام کرتا رہے، ان کے رکوع اور سجود اور وضو وغیرہ کو اہتمام کے ساتھ اچھی طرح سے پورا کرتا رہے جنت اس کے لیے واجب ہو جاتی ہے اور دوزخ اس پر حرام ہو جاتی ہے۔

۲۲ مسلمان جب تک پانچوں نمازوں کا اہتمام کرتا رہتا ہے شیطان اس سے ڈرتا رہتا ہے اور جب وہ نمازوں میں کوتاہی کرتا ہے تو شیطان کو اس پر جرأت ہو جاتی ہے اور اس کے بہکانے کی طمع کرنے لگتا ہے۔

۲۳ نماز ہر متقی کی قربانی ہے۔

۲۴ سب سے افضل عمل اول وقت نماز پڑھنا ہے۔

۲۵ صبح کو جو شخص نماز کو جاتا ہے اس کے ہاتھ میں ایمان کا جھنڈا ہوتا ہے اور جو بازار کو جاتا ہے اس کے ہاتھ میں شیطان کا جھنڈا ہوتا ہے۔

۲۶ ظہر کی نماز سے پہلے چار رکعتوں کا ثواب ایسا ہے جیسا کہ تہجد کی چار رکعتوں کا۔

۲۷ جب آدمی نماز کو کھڑا ہوتا ہے تو رحمت الٰہی اس کی طرف متوجہ ہو جاتی ہے۔

۲۸ افضل ترین نماز آدھی رات کی ہے مگر اس کے پڑھنے والے بہت ہی کم ہیں۔

۲۹ اس میں کوئی تردد نہیں کہ مؤمن کی شرافت تہجد کی نماز ہے۔

۳۰ اخیر رات کی دو رکعتیں تمام دنیا سے افضل ہیں اگر مجھے (حضور ﷺ فرماتے ہیں) مشقت کا اندیشہ نہ ہوتا تو امت پر فرض کر دیتا۔

۳۱ تہجد ضرور پڑھا کرو کہ تہجد صالحین کا طریقہ ہے اور اللہ کے قرب کا سبب ہے۔ تہجد گناہوں سے روکتی ہے اور خطاؤں کی معافی کا ذریعہ ہے اس سے بدن کی تندرستی بھی ہوتی ہے۔

۳۲ جب آدمی نماز میں داخل ہوتا ہے تو حق تعالیٰ شانہٗ اس کی طرف پوری طرح توجہ فرماتے ہیں۔ جب وہ نماز سے ہٹ جاتا ہے تو وہ بھی توجہ ہٹا لیتے ہیں۔

۳۳ حق تعالیٰ شانہٗ نے کوئی چیز ایمان اور نماز سے افضل فرض نہیں کی اگر اس سے افضل کسی اور چیز کو فرض کرتے تو فرشتوں

www.e-iqra.info

کو اس کا حکم دیتے، فرشتے دن رات کوئی رکوع میں ہے کوئی سجدے میں۔

۳۴ آدمی اور شرک کے درمیان نماز ہی حائل ہے۔

۳۵ اللہ جل شانہٗ نے میری امت پر سب چیزوں سے پہلے نماز فرض کی اور قیامت میں سب سے پہلے نماز کا ہی حساب ہوگا۔

۳۶ نماز کے بارے میں اللہ سے ڈرو۔

۳۷ اسلام کی علامت نماز ہے جو شخص دل کو فارغ کر کے اور اوقات اور مستحبات کی رعایت رکھ کر نماز پڑھے وہ مؤمن ہے۔

۳۸ حق تعالیٰ شانہٗ کا ارشاد ہے کہ اے آدم کی اولاد تو دن کے شروع میں چار رکعتوں سے عاجز نہ بن، میں تمام دن تیرے کاموں کی کفایت کروں گا۔

۳۹ نمازی پر سے رزق کی تنگی ہٹا دی جاتی ہے۔ ۴۰ اس سے عذاب قبر ہٹا دیا جاتا ہے۔

۴۱ قیامت کے دن نامۂ اعمال اس کے دائیں ہاتھ میں دیئے جائیں گے۔

۴۲ پل صراط پر سے بجلی کی طرح گزر جائے گا۔ ۴۳ حساب سے محفوظ رہے گا۔ (ماخوذ از فضائل اعمال)

(۱۵۸) مال حرام کی نحوست

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ”لوگوں پر ایک ایسا زمانہ آئے گا کہ آدمی کو اس بات کی پرواہ نہ ہوگی کہ جو مال وہ لے رہا ہے وہ حلال ہے یا حرام ہے۔“ (بخاری)

یعنی قرب قیامت کے قریب بہت سی گمراہیاں پھیلیں گی اور بہت سی خرابیاں پیدا ہوں گی وہیں ایک بڑی خرابی یہ بھی پیدا ہوگی کہ لوگ مال و دولت کے بے انتہا حریص اور لالچی بن جائیں گے اور اس لالچ کی وجہ سے وہ حلال و حرام کی پرواہ نہیں کریں گے، آدمی کی نظر صرف مال پر ہوگی اور وہ یہ نہیں دیکھے گا کہ یہ مال حرام ہے یا حلال، میرے لیے اس کا استعمال جائز ہے یا ناجائز۔ اپنی آنکھیں بند کر کے مال کے پیچھے دوڑے گا، بالکل یہی صورتِ حال آج کے زمانے میں پائی جا رہی ہے۔ جھوٹ، دھوکہ دہی، فریب کاری، قتل و ڈاکہ زنی، لوٹ مار اور وعدہ خلافی کون سا ایسا فعل ہے جو مال کو پانے کے لیے نہ اپنایا جا رہا ہو۔ جوا، سٹہ، شراب کی خرید و فروخت، سود اور رشوت بازاری عام ہے اور اب تو یہ تصور عام کیا جانے لگا ہے کہ ان کاموں کو اپنائے بغیر کوئی کاروبار نہیں چل سکتا اور نہ ہی مال و دولت کا حصول ممکن ہے۔ حالانکہ ایسا نہیں ہے بلکہ اللہ رب العزت کی رحمت کے دروازہ کھلے ہوئے ہیں اور کوئی اللہ کا بندہ خوفِ خدا اپنے دل میں رکھتا ہو اور وہ ان حرام ذرائع سے بچ کر رزق کی طلب میں سرگرداں ہو تو اللہ تعالیٰ اس کو محروم نہیں کرتے بلکہ اس کو اپنے فضلِ خاص سے عنایت فرماتے ہیں اور اس کی مختصر سی روزی میں برکتوں کا نزول ہوتا ہے، جبکہ حرام روزی سے اللہ تعالیٰ اپنی برکت اٹھا لیتے ہیں اور اس کے اندر بے برکتی اور نحوست پیدا ہو جاتی ہے جس کے اثرات دنیا و آخرت دونوں میں نمایاں ہوتے ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے متعدد مواقع پر مالِ حرام کی نحوست اور اس کے برے نتائج کے بارے میں بیان فرمایا ہے۔

مالِ حرام کی نحوست یہ ہے کہ اخلاقِ رذیلہ پیدا ہوتے ہیں، عبادت کا ذوق جاتا رہتا ہے اور دعا قبول نہیں ہوتی۔ اسی طرح حلال کھانے سے ایک نور پیدا ہوتا ہے، اخلاق رذیلہ سے نفرت اور اخلاقِ فاضلہ کی رغبت پیدا ہوتی ہے، عبادت میں دل لگتا ہے، گناہ سے دل گھبراتا ہے، دعا قبول ہوتی ہے۔ اسی طرح انسان اگر مالِ حرام کماتا ہے اور پھر اس کے ذریعہ سے کارِ خیر کرتا ہے۔ مثلاً صدقہ دیتا ہے یا غریبوں پر خرچ کرتا ہے یا حج بیت اللہ کے لیے جاتا ہے تو اس کا کوئی عمل قبول نہیں ہوتا،

کیونکہ عملِ حرام کو تو اللہ تعالیٰ کسی قیمت پر قبول نہیں کرتے۔ حرام مال کی نحوست کا اندازہ اس بات سے بھی لگایا جاسکتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مرتبہ قسم کھا کر فرمایا: ”جب کسی بندہ کے پیٹ میں حرام لقمہ پہنچ جاتا ہے تو چالیس دن اس کا کوئی عمل قبول نہیں کیا جاتا ہے۔“

اللہ تعالیٰ ہمیں اور پوری امت مسلمہ کو حرام مال سے بچائے اور حلال کمائی کی توفیق عطا فرمائے۔

(۱۵۹) والدین کا فرمانبردار بننے کا طریقہ

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ رَبِّ السَّمٰوٰتِ وَرَبِّ الْاَرْضِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ وَلَهُ الْكِبْرِيَآءُ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ لِلّٰهِ الْحَمْدُ رَبِّ السَّمٰوٰتِ وَرَبِّ الْاَرْضِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ وَلَهُ الْعَظَمَةُ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ هُوَ الْمَلِكُ رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَرَبُّ الْاَرْضِ وَرَبُّ الْعَالَمِيْنَ وَلَهُ النُّوْرُ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ۔

علامہ عینی رحمہ اللہ تعالیٰ نے شرح بخاری میں ایک حدیث نقل کی ہے کہ جو شخص ایک مرتبہ یہ کلمات کہے، اور اس کے بعد یہ دعا کرے کہ ”یا اللہ اس کا ثواب میرے والدین کو پہنچا دے۔ اس نے والدین کا حق ادا کر دیا اور تین مرتبہ قل ھو اللہ، تین مرتبہ الحمد للہ شریف اور تین مرتبہ درود شریف بھی شامل کرلیں تو والدین کا فرماں بردار شمار ہوگا۔ حدیث میں ہے کہ آدمی اگر کوئی نفل صدقہ کرے تو اس میں کیا حرج ہے کہ اس کا ثواب والدین کو بخش دیا کرے بشرطیکہ وہ مسلمان ہوں، اس صورت میں ان کو ثواب پہنچ جائے گا اور صدقہ کرنے والے کے ثواب میں کوئی کمی نہ ہوگی۔ (کنز العمال)

نوٹ: اوزاعی رحمہ اللہ تعالیٰ کہتے ہیں کہ مجھے یہ بات پہنچی ہے کہ جو شخص اپنے والدین کی زندگی میں نافرمان ہو، پھر ان کے انتقال کے بعد ان کے لیے استغفار کرے، اگر ان کے ذمہ قرض ہو تو اس کو ادا کرے اور ان کو برا نہ کہے تو وہ فرماں برداروں میں شمار ہوجاتا ہے۔ اور جو شخص والدین کی زندگی میں فرماں بردار تھا لیکن ان کے مرنے کے بعد ان کو برا بھلا کہتا ہے، ان کا قرض بھی ادا نہیں کرتا اور ان کے لیے استغفار بھی نہیں کرتا وہ نافرمان شمار ہوجاتا ہے۔ (درِ منثور)

(۱۶۰) مستورات کے چوبیس گھنٹے کے مختصر کام

عورتوں کا اصل کام تو یہ ہے کہ اپنے گھروں میں پانچوں نمازیں اول وقت میں خشوع وخضوع سے کھڑی ہوکر پڑھتی رہیں اور قرآن پاک کی تلاوت کرتی رہیں۔ اگر پڑھی ہوئی نہیں ہیں تو روزانہ اپنے کسی محرم سے یا صحیح پڑھنے والی کسی عورت سے ۲۔۲، ۴۔۴ آیتیں سبقاً سبقاً سیکھتی رہیں۔ صبح وشام ۳۔۳ تسبیحات بیٹھ کر پڑھتی رہیں تو زیادہ اچھا ہے۔ اپنے بچوں کی دینی تربیت وتعلیم اور اپنے خاوند کی خدمت کرتی رہیں اور اگر کوئی عزیز رشتہ دار خاتون یا سہیلی کسی بھی کام کے لیے آئیں تو انھیں پیار ومحبت سے اور حکمت سے دین پر چلنے اور گھر میں تعلیم کرنے نیز اپنے محرموں کو اللہ کے راستے میں نکلنے کی ترغیب دیں اگر آپ نے ان کو ان باتوں کے لیے تیار کر دیا تو یہ بہت بڑی کمائی کرلی۔ روزانہ اپنے گھر میں فضائل اعمال کی تعلیم کرتی رہیں جب تعلیم کرتے کرتے ذہن بن جائے تو ایک جماعت پانچ عورتوں کی بنالی جائے۔

اس میں ۲۔۳ پرانی اور ۲۔۳ نئی عورتیں ہوں۔ ہر ایک کے ساتھ ان کا حقیقی محرم (باپ، بیٹا، بھائی، خاوند، ماموں) ہو۔

بچے ساتھ نہ ہوں۔ ایسی جگہ جائیں جہاں پوری جان پہچان ہو اور پہلے سے ان کو اپنے آنے کی اطلاع دے دی جائے۔ وہاں پہنچ کر مردوں میں سے کوئی دعا کرائے اور عورتیں ایک طرف کھڑی ہو کر چپکے چپکے آمین کہتی رہیں۔ یہ جب ہے کہ استقبال والوں کی بھیڑ نہ ہو اگر استقبال والے زیادہ ہوں تو مرد باہر دعا کریں اور عورتیں اندر چلی جائیں اور وضو کر کے نفلیں پڑھیں بشرطیکہ مکروہ وقت نہ ہو۔ مردوں کی دعا کافی ہو جائے گی۔ بہتر تو یہ ہے کہ جہاں جانا ہے اس شہر میں داخل ہوتے ہی دعا کر لیں۔ اپنی مخصوص گاڑی ہو تو گاڑی میں بہتر ہے۔ مرد مسجد میں جا کر بعد تحیۃ الوضو مشورہ کریں۔ اور عورتوں کے لیے طے کریں کون سی خاتون تعلیم کرائے گی اور کون خدمت کرے گی۔ پرچہ میں لکھ کر بھیج دیں اور جماعت کے دو حصے ہرگز نہ کریں۔ جب تک مشورہ کا پرچہ آئے اس وقت تک عورتیں نفل پڑھنے کے بعد جو مقامی بہنیں آئی ہوئی ہیں ان سے دینی ترغیبی بات کریں۔ جب مشورہ کا پرچہ آ جائے تو اس کے مطابق کام کریں۔ عورتیں صرف کتابی تعلیم کریں گی۔ تقریر کی بالکل اجازت نہیں ہے۔ اپنے ہی ساتھ آئی ہوئی بہنوں سے قرآن مجید کی تصحیح کرنے کا حلقہ چلائیں۔ جتنی دیر مناسب سمجھیں پھر کتابی تعلیم کریں۔ کتابی تعلیم اس طرح آہستہ آہستہ کریں کہ جو بہنیں بے پڑھی ہیں وہ بھی سمجھ جائیں اور چھ نمبر کا مذاکرہ بھی حلقہ بنا کر بیٹھ کر کریں۔ یہ ظہر سے پہلے کا کام ہے۔

ظہر کے بعد مقامی عورتیں تعلیم میں آئیں گی۔ مشورہ سے جس کا تعلیم کرنا طے ہوا ہے وہ خاتون تعلیم کرے۔ تعلیم اور بیان کے انتظار میں تسبیح وغیرہ پڑھ سکتی ہیں۔ تعلیم بیٹھ کر شروع کریں اگر عورتیں کم ہوں۔ تعداد بڑھ جائے تو اسٹول یا چوکی پر بیٹھ کر تعلیم کر سکتی ہیں کرسی یا صوفہ پر نہ بیٹھیں۔ مجمع زیادہ ہو اور گھر میں گنجائش ہو تو دو حلقے کر سکتی ہیں۔ فضائل اعمال کے علاوہ کوئی دوسری کتاب نہ پڑھی جائے۔ کسی خاتون کو کسی مسئلہ کی ضرورت پڑے تو اپنے کسی محرم کے ذریعہ معتبر و معقول عالم سے معلوم کر لے۔ مسائل کی اجتماعی تعلیم نہیں ہوگی۔ انفرادی طور پر مسائل کی کتاب پڑھی جا سکتی ہے۔

جب کوئی مرد بیان کرنے آئے تو عورتیں اپنی تعلیم بند کر دیں۔ عورتیں اس کی پوری احتیاط کریں کہ ان کی آواز مردوں تک نہ پہنچے۔ مرد بیان کے بعد تشکیل کا موقع دیں۔ عورتیں مقامی مستورات کی تشکیل کریں کہ کون کون اپنے شوہروں کو اپنے بیٹوں کو یا دوسرے عزیزوں کو اللہ کے راستہ میں تین چلہ، یا چلہ کے لیے بھیجیں گی۔ اور دعا سے پہلے ان کے نام پورے پتہ کے ساتھ لکھوا کر بھجوا دیں تا کہ ان کی وصولی میں آسانی ہو۔ پرچہ مقامی ذمہ داروں کو بھجوائیں۔ مرد دعا کر کے چلے آئیں۔ پھر عورتیں عصر کی نماز ادا کریں اور تسبیحات پوری کریں اگر کچھ مقامی عورتیں بیٹھی ہوں تو ان سے دینی ترغیبی بات کریں۔ مغرب کی نماز کے بعد اوابین پڑھیں اور اگر موقع ہو تو انفرادی اعمال سیکھنا سکھانا وغیرہ کریں یا آرام کریں۔ عشاء کی نماز کے بعد کوئی تعلیم نہ ہو اور سونے میں جلدی کریں تا کہ تہجد میں اٹھنا آسان ہو۔ کھانا عشاء سے پہلے یا بعد جیسی سہولت ہو کھا لیں۔ نماز تہجد کے بعد دعا مانگیں، اپنے ماں باپ اور پوری امت کے لیے نیز نماز خشوع و خضوع سے پڑھنے کی مشق کریں۔ بعد نماز فجر ناشتہ میں دیر ہو تو آرام کر لیں۔ ناشتہ جلدی ہو جائے تو بعد ناشتہ مختصر آرام کر لیں۔ تعلیم کا جو وقت مقرر ہے اس سے پہلے اپنے انفرادی اعمال و ضرورتوں سے فارغ ہو جائیں، اگر مردوں میں سے کوئی ساتھی بات کرنے والے ہوں تو نمازِ فجر کے بعد ۳۰۔۴۰ منٹ بات کریں۔ بشرطیکہ ناشتہ میں دیر ہو۔ ورنہ ناشتہ کے بعد بات کریں تا کہ عورتیں شام تک کاموں میں لگی رہ سکیں۔ ناشتہ سے فارغ ہونے کے بعد اگر آرام کریں تو مشورہ سے ایک بہن ایسی جگہ بیٹھے جہاں سے باہر آنے والی بہنوں پر نظر رہے۔ یہ بہن قرآن شریف لے کر نہ بیٹھے بلکہ تسبیح لے کر بیٹھے تا کہ آنے والی بہنوں کا استقبال کر سکے۔ ان سے ایسی

جگہ بیٹھ کر بات کرے کہ سونے والی بہنوں کی نیند میں خلل نہ ہو، اس لیے کہ جہاں مستورات کی جماعت جاتی ہے مقامی عورتیں ملنے کے لیے آیا کرتی ہیں۔ اگر سب کو سوتا پائیں گی تو مایوس ہو کر واپس ہوں گی۔ اس لیے مشورہ سے کبھی کوئی کبھی کوئی بیٹھا کرے۔ جماعت میں آنے والے محرم مرد اپنی عورتوں سے ملنے مغرب سے پہلے آسکتے ہیں مغرب کے بعد مناسب نہیں لوگوں نے جو عورتوں کا اجتماع نام رکھا ہے اصل میں وہ عورتوں کی تعلیم ہے۔ عورتیں گشت نہیں کریں گی نہ چھوٹی نہ بڑی عمر کی نہ مقام پر نہ جماعت میں باہر نکلنے کے زمانے میں جو محرم ساتھ آئے ہیں وہ مقامی مردوں کے ساتھ مل کر گشت کریں۔ اور مقامی مردوں کو اپنی مستورات کو جہاں تعلیم ہو رہی ہو وہاں بھیجنے کی دعوت دیں اور تاکید کریں کہ وہ سادہ لباس اور سادہ طریقے سے شرکت کریں۔ بن سنور کر زیوروں سے آراستہ ہو کر نہ جائیں۔ اگر ممکن ہو تو ہوٹل سے روٹی منگوالیں اور کوئی عورت گھر میں سالن بنالے۔ عورت تعلیم میں بیٹھے بیٹھے سالن دیکھ سکتی ہے۔ یہ سولہ باتیں ہیں جن کو حضرت شاہ محمد یوسف رَحِمَہُ اللّٰہُ تَعَالٰی فرمایا کرتے تھے: چار کام خوب کرنے کے ہیں ① دعوت ② تعلیم و تعلّم ③ عبادات ④ خدمت۔ چار کاموں میں وقت کم لگانا ① کھانے پینے میں ② سونے میں ③ نہانے دھونے میں ④ جائز دیگر کاموں میں۔

چار کاموں میں دخل نہ دے ① سیاست ② بحث و مباحثہ ③ مسائل کے تذکرے ④ حالات حاضرہ۔ بس دین و ایمان کی فکر ہو اور آخرت کی سوچ۔ آپ نے اچھا کیا جو پوچھ لیا۔ جو پوچھ پوچھ کر چلے گا وہ صحیح کام کر سکے گا۔

نوٹ: ان باتوں میں جان ڈالنے کے لیے گھر پر فضائل اعمال کی تعلیم بچوں کو اہتمام سے ساتھ لے کر روزانہ فکر و لگن سے کریں۔

(۱۶۱) مستورات میں دعوت کے کام کی شروعات

مولانا داؤد داتاوڑی کا خط رائیونڈ حاجی بشیر احمد صاحب کے نام

مکرم بندہ جناب بھائی الحاج محمد بشیر احمد صاحب! السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

امید ہے کہ مزاج گرامی بعافیت ہوں گے۔ یہاں پر بھی خیریت ہی ہے۔ دو سال سے گھٹنوں میں ورم ہے اور درد ہے۔ اور اب دو ہفتے سے ناف کے نیچے رگ میں ایک گلٹی اٹھی ہے، جس میں درد رہتا ہے۔ بولنے سے درد میں اضافہ ہو جاتا ہے۔ دعاؤں کی ضرورت ہے۔

اچھا مستورات کے کام کی ابتداء ۱۹۲۶، ۱۹۲۸ء میں بالکل نہیں ہوئی۔ بندہ ۱۹۴۰ء میں مدرسہ سے فارغ ہوا۔ ۱۹۴۱ء میں غالباً میں نظام الدین میں حضرت مولانا شاہ محمد الیاس رَحِمَہُ اللّٰہُ تَعَالٰی کی خدمت میں حاضر ہوا۔ بندہ مدرسہ سبحانیہ میں پڑھتا تھا۔ حضرت مولانا عبدالسبحان اور آپ کی گھر والی، ہم انھیں ماں جی کہا کرتے تھے، بہت محبت کرتی تھیں۔ اماں جی دہلی میں مختلف جگہوں میں کتابیں سنایا کرتی تھیں۔ بندہ ان کی کارگزاری حضرت مولانا شاہ محمد الیاس کو سناتا تھا اور حضرت جی رَحِمَہُ اللّٰہُ تَعَالٰی کی ہدایات ان کو بتلایا کرتا تھا۔ ایک دن اماں جی نے کہا کہ حضرت جی رَحِمَہُ اللّٰہُ تَعَالٰی سے کہو کہ ”حضرت مردوں کی جماعت بھیجتے ہیں تو عورتوں کی جماعت کیوں نہیں بھیجتے۔“ میں نے حضرت رَحِمَہُ اللّٰہُ تَعَالٰی سے عرض کیا کہ اماں جی یوں کہتی ہیں کہ حضرت عورتوں کی جماعت کیوں نہیں بھیجتے۔ حضرت رَحِمَہُ اللّٰہُ تَعَالٰی یہ سن کر بہت خوش ہوئے اور بے شمار دعائیں دیں۔ پھر مجھ سے کہا کہ تم ان تینوں سے مشورہ لو کہ مستورات کی جماعت بھیجنا چاہتا ہوں آپ کی کیا رائے ہے؟ حضرت مولانا انعام الحسن صاحب مدظلہٗ العالی کے پاس گیا کہ حضرت مستورات کی جماعت بھیجنا چاہتے ہیں آپ کی کیا رائے

ہے؟ حضرت مولانا انعام الحسن صاحب مدظلہٗ العالی کے الفاظ تو مجھے یاد نہیں مطلب یہ تھا کہ ابھی تو مردوں کا نکلنا ہی علماء کی سمجھ میں نہیں آ رہا ہے عورتوں کا نکلنا کیسے مان لیں گے۔ اس لیے میری رائے نہیں ہے۔ یہی بات قاری داؤد صاحب مرحوم نے فرمائی۔ پھر میں حضرت مولانا شاہ محمد یوسف رَحِمَہُ اللّٰہُ تَعَالیٰ کی خدمت میں گیا۔ آپ مسجد کے برابر اوپر کے مکتب میں رہا کرتے تھے جہاں آج کل حافظ کا مکتب ہے۔

جب میں نے رائے لی تو یوں فرمایا کہ میری تو رائے نہیں ہے، اگرچہ ایک عورت کے ساتھ دو محرم ہوں اور اس کا باپ بھی ہو اور خاوند بھی ہو۔ جب بھی میری رائے نہیں ہے۔ بس جیسی ان تینوں حضرات نے اپنی اپنی رائے دی تھی، میں نے ویسے ہی حضرت جی سے عرض کر دیا کہ فلاں نے یوں فرمایا، فلاں نے یوں فرمایا۔ حضرت شاہ محمد یوسف صاحب کی بات سن کر غصہ فرمایا اور مجھے فرمایا کہ جو عورتیں جماعت میں جانے کے لیے تیار ہیں تو ان کو دہلی میں جا کر ایک گھر میں جمع کر کے بات شروع کر دے اور میں دیکھتا ہوں ان مسلمانوں کو ان کی رائے کیوں نہیں ہے۔ پہاڑ گنج ملتانی ڈھانڈا میں ایک گھر میں جمع کر کے بات شروع کر دی، ظہر کی نماز کے بعد حضرت مولوی نور محمد مرحوم باجھوٹ کو لے کر پہاڑ گنج پہنچ گئے اور مولوی نور محمد مرحوم نے بیان شروع کیا۔ دورانِ بیان مولوی صاحب نے فرمایا کہ دین سیکھنے کے لیے عورتوں کا بھی نکلنا ضروری ہے۔ مگر عورتیں بغیر محرم نہیں جا سکتیں۔ بیان کے ختم ہونے کے بعد حضرت جی رَحِمَہُ اللّٰہُ تَعَالیٰ نے مولوی نور محمد صاحب کو ڈانٹا کہ تجھے مفتی کس نے بنایا تھا۔ جو تم نے بغیر محرم نکلنے کو منع کر دیا یعنی پہلی جماعت ہے، ابھی سے مسائل پر زور مت دو خالی نکلنے کی ترغیب دو۔ یہاں تو یہ ہوا اور جب بڑے حضرت جی رَحِمَہُ اللّٰہُ تَعَالیٰ نے مجھے دہلی بھیج دیا تو لکڑی یعنی اپنی بینت لے کر حضرت مولانا یوسف رَحِمَہُ اللّٰہُ تَعَالیٰ کے پاس گئے اور فرمایا کہ تو ہی مسلمان ہے میں مسلمان نہیں ہوں، تو نے کیسے کہا کہ عورتوں کو تبلیغ میں نہیں جانا چاہیے۔ یہ عورتیں کہاں نہیں جاتیں۔ یہ شادیوں میں جاتی ہیں، غمی میں جاتی ہیں، دہلی کی عورتیں مہرولی جاتی ہیں، سیر کرنے کو اوکھلا جاتی ہیں، پھر تم نے کیسے کہا کہ میری رائے نہیں ہے۔ جب حضرت جی رَحِمَہُ اللّٰہُ تَعَالیٰ محمد یوسف رَحِمَہُ اللّٰہُ تَعَالیٰ سے خفا ہو کر آئے تو مولانا محمد یوسف میرے اوپر خفا ہوئے کہ داؤد نے ابا جی کو کیا کہہ دیا۔ مغرب کے بعد حضرت مولانا محمد یوسف رَحِمَہُ اللّٰہُ تَعَالیٰ نے دو لڑکے حوض پر بٹھا دیئے کہ جب داؤد دہلی سے آئے تو میرے پاس پکڑ کر لاؤ، میں دہلی سے عشاء پڑھ کر آیا گرمیوں کے دن تھے۔ یہ لڑکے مجھے حضرت مولانا محمد یوسف رَحِمَہُ اللّٰہُ تَعَالیٰ کے پاس لے گئے۔ حضرت نے فرمایا کہ میرے اوپر کبھی اتنے خفا نہیں ہوئے اور آج صرف اتنی کسر رہی کہ لکڑی سے مارا نہیں۔ ورنہ زبان سے بہت کچھ کہا۔ تو تقریباً آدھا اشکال تو مولانا محمد یوسف رَحِمَہُ اللّٰہُ تَعَالیٰ کا حضرت کی خفگی سے نکل گیا اور میوات کو بار بار جماعت جانے لگی۔ تو حضرت مفتی کفایت اللہ مفتی اعظم ہند کو عورتوں کا نکلنا معلوم ہوا تو بہت خفا ہوئے کہ یہ مولانا محمد الیاس رَحِمَہُ اللّٰہُ تَعَالیٰ نے کیا کیا اور دوسرے حضرات کو جو خطرہ تھا وہ سامنے آ گیا۔

مفتی صاحب کے خفا ہونے کا کسی نے بڑے حضرت رَحِمَہُ اللّٰہُ تَعَالیٰ کو آ کر کہا تو بڑے حضرت رَحِمَہُ اللّٰہُ تَعَالیٰ تانگہ لے کر مدرسہ امینیہ تشریف لے گئے اور حضرت مفتی اعظم رَحِمَہُ اللّٰہُ تَعَالیٰ کے سامنے عورتوں کے نکلنے کے فائدے بتلائے۔ ساتھ ساتھ عورتوں کے نکلنے کا اہتمام پیش کیا کہ جب مستورات کی جماعت نکالی جاتی ہے تو ہر عورت کو محرم کے ساتھ نکالا جاتا ہے، اول تو خاوند ہو یا بیٹا یا باپ ہو یا بھائی ہو، اگر کوئی عورت بغیر محرم آ گئی اور کہا کہ میرا محرم کل پرسوں آئے گا تو اس عورت کو واپس کر دیا جاتا ہے۔ اور جہاں جماعت جا رہی ہے ان کو پہلے مطلع کر دیا جاتا ہے تا کہ وہ مکان طے کر کے خالی

کرالیں۔ جس مکان میں عورتیں ٹھہرتی ہیں وہ اسی مکان میں رہتی ہیں۔ گاؤں والی عورتیں جماعت کے پاس آتی ہیں۔ گشت عورتوں کے محرم اور مقامی مرد مل کر کرتے ہیں۔ یہ مرد، مردوں سے بات کرتے ہیں کہ اپنی مستورات کو فلاں صاحب کے گھر میں جماعت کے پاس بھیجو۔ یہ جماعت کی عورتیں کہیں نہیں جاتیں۔ پردے کا پورا اہتمام کیا جاتا ہے۔ حضرت مفتی صاحب رَحِمَہُ اللّٰہُ تَعَالٰی کو پورا اطمینان ہوگیا کہ اگر اتنا اہتمام کرتے ہیں تو کوئی حرج نہیں۔ پھر جو جماعت مستورات کی کام کر کے آتی تو حضرت مولانا یوسف رَحِمَہُ اللّٰہُ تَعَالٰی کو کارگزاری دیتی۔ ان تمام باتوں سے حضرت مولانا یوسف رَحِمَہُ اللّٰہُ تَعَالٰی کا اشکال آہستہ آہستہ ختم ہوگیا۔ سب سے پہلی جماعت گھاسیڑہ اور نوح کے قریب، آس پاس کے علاقے میں آٹھ یوم لگا کر آئی۔ بندہ جماعت کے ساتھ تھا۔ جب آٹھ یوم میں واپس ہوئے تو بڑے حضرت رَحِمَہُ اللّٰہُ تَعَالٰی خفا ہوئے کہ اتنی جلدی کیوں آگئے۔ میں نے عرض کیا کہ حضرت عورتیں زیادہ کپڑے لے کر نہیں گئی تھیں۔ تو فرمایا کہ تو نوح سے نئے کپڑے بنوا کر دیتا، پیسے مجھ سے آکر لے لیتا۔ میں نے عرض کیا کہ حضرت مشورہ والوں نے فرمایا تھا کہ یہ پہلی جماعت ہے ان کے واجبات کا خیال رکھنا اس لیے جلدی آگئے۔ مشورہ کی بات سن کر حضرت بہت خوش ہوئے اور بہت دعائیں دیں۔ جب یہ جماعت مشورہ سے گھاسیڑہ وغیرہ طے ہوئی تو حضرت نے چودھریوں کے نام خط لکھا کہ میں تمہارے یہاں دہلی کی پردہ نشین مستورات بھیج رہا ہوں تم ان کی خوب نصرت کرنا وغیرہ وغیرہ۔ گھاسیڑہ والوں کو جماعت کا انتظار تھا، سڑک پر استقبال کے لیے آگئے۔ جب جماعت پہنچی تو گاؤں والوں نے استقبال میں کافی بندوقیں چلائیں، اور پُر زور استقبال کیا کہ مستورات کی پہلی جماعت ہمارے گاؤں میں آئی ہے اور ہر گاؤں میں ایسا ہی استقبال ہوا۔ پھر تھوڑے تھوڑے وقفہ سے کئی جماعتیں نکلیں۔ بعدہ میوات سے مستورات کی جماعت کے مطالبے آنے لگے۔ مستورات کا کام غالباً ۱۹۴۲ء میں شروع ہوا ہے۔ اس سے پہلے نہیں۔ اس لیے کہ بندہ ۱۹۴۱ء میں مرکز آیا تھا۔ مرکز میں آنے کے بعد مستورات کا کام شروع ہوا ہے۔ اگر حضرت رَحِمَہُ اللّٰہُ تَعَالٰی کے انتقال سے دس سال پہلے شروع ہوتا تو ہندوستان کے کئی شہروں میں مستورات کی بے شمار جماعتیں پہنچ جاتیں۔ حضرت رَحِمَہُ اللّٰہُ تَعَالٰی کی حیات میں میوات کے علاوہ کہیں یہ جماعتیں نہیں گئیں۔ از محمد داؤد

(۱۶۲) ایمان اعمالِ صالحہ کے بغیر ایسا ہے جیسے پھول خوشبو کے بغیر

﴿وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ سَنُدْخِلُهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَآ اَبَدًا لَهُمْ فِيْهَآ اَزْوَاجٌ مُّطَهَّرَةٌ وَّنُدْخِلُهُمْ ظِلًّا ظَلِيْلًا﴾ (سورۂ نساء: ۵۷)

اور جو لوگ ایمان لائے اور شائستہ اعمال کیے ہم عنقریب انھیں ان جنتوں میں داخل کریں گے جن کے نیچے نہریں بہہ رہی ہیں، جہاں وہ ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے، ان کے لیے وہاں صاف ستھری بیویاں ہوں گی اور ہم انھیں گھنی چھاؤں (اور پوری راحت) میں رکھیں گے۔”

تشریح: اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں ہر جگہ ایمان کے ساتھ اعمالِ صالحہ کا ذکر کر کے واضح کر دیا کہ ان کا آپس میں چولی دامن کا ساتھ ہے۔ ایمان، عمل صالح کے بغیر ایسے ہی ہے جیسے پھول ہو مگر خوشبو کے بغیر، درخت ہو مگر بے ثمر۔ صحابہ کرام رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِمْ اَجْمَعِیْنَ اور خیر القرون کے دوسرے مسلمانوں نے اس نکتے کو سمجھ لیا تھا۔ چنانچہ ان کی زندگیاں ایمان کے پھل، اعمالِ صالحہ سے مالا مال تھیں۔ اس دور میں بے عملی یا بدعملی کے ساتھ ایمان کا تصور ہی نہیں تھا۔ اس کے برعکس آج

ایمان صرف زبانی جمع خرچ کا نام رہ گیا ہے۔ اعمالِ صالحہ کے دعویداروں کا دامن ایمان سے خالی ہے۔ اسی طرح اگر کوئی شخص ایسے اعمال کرتا ہے جو اعمالِ صالحہ ہیں۔ مثلاً راست بازی، امانت و دیانت، ہمدردی و غمگساری اور دیگر اخلاقی خوبیاں۔ لیکن ایمان کی دولت سے محروم ہے تو اس کے یہ اعمال، دنیا میں تو اس کی شہرت و نیک نامی کا ذریعہ ثابت ہو سکتے ہیں لیکن اللہ کی بارگاہ میں ان کی کوئی قدر و قیمت نہیں ہوگی۔ اس لیے کہ ان کا سرچشمہ ایمان نہیں ہے جو اچھے اعمال کو عنداللہ بارآور بناتا ہے۔

(۱۶۳) جہنمی جہنم میں بہت موٹے ہو جائیں گے

صحابہ کرام سے منقول بعض آثار میں بتلایا گیا ہے کہ جہنم میں جب جہنمیوں کی کھال آگ سے بالکل جل جائے گی تو اللہ تعالیٰ دوسری کھال میں تبدیل کر دے گا اور کھالوں کی یہ تبدیلی دن میں بیسیوں بلکہ سینکڑوں مرتبہ عمل میں آئے گی۔ اور مسند احمد کی ایک روایت کی رو سے جہنمی جہنم میں اتنے فربہ ہو جائیں گے کہ ان کے کانوں کی لو سے پیچھے گردن تک کا فاصلہ سات سو سال کی مسافت جتنا ہوگا اور ان کی کھال کی موٹائی ستر (۷۰) بالشت اور ڈاڑھ اُحد پہاڑ جتنی ہوگی (تفسیر مسجد نبوی ص ۲۲۹)

(۱۶۴) اللہ کے فضل سے جنت ملے گی

بھلائی کا ملنا اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے ہے یعنی کسی نیکی یا اطاعت کا صلہ نہیں ہے۔ کیونکہ نیکی کی توفیق بھی دینے والا اللہ تعالیٰ ہی ہے۔ علاوہ ازیں اس کی نعمتیں اتنی بے پایاں ہیں کہ ایک انسان کی عبادت و طاعت اس کے مقابلے میں کوئی حیثیت ہی نہیں رکھتی۔ اسی لیے ایک حدیث میں نبی کریم ﷺ نے فرمایا: جنت میں جو بھی جائے گا محض اللہ کی رحمت سے جائے گا (اپنے عمل کی وجہ سے نہیں)۔ صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ! ولا انت آپ ﷺ بھی اللہ کی رحمت کے بغیر جنت میں نہیں جائیں گے؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ ”ہاں جب تک اللہ مجھے بھی اپنے دامانِ رحمت میں نہیں ڈھانک لے گا جنت میں نہیں جاؤں گا۔“ (صحیح بخاری، کتاب الرقاق باب القصد والمداومۃ علی العمل)

(۱۶۵) فریقین کی بات سن کر کوئی فیصلہ کریں

فریقین میں سے جب تک کسی کی بابت پورا یقین نہ ہو کہ وہ حق پر ہے، اس کی حمایت و وکالت کرنا جائز نہیں ہے۔ علاوہ ازیں اگر کوئی فریق دھوکے اور فریب اور اپنی چرب زبانی سے عدالت یا حاکم مجاز سے اپنے حق میں فیصلہ کرا لے حالانکہ وہ صاحب حق نہ ہو تو ایسے فیصلے کی عنداللہ کوئی اہمیت نہیں ہے۔ اس بات کو نبی ﷺ نے ایک حدیث میں اس طرح بیان فرمایا: ”خبردار! میں ایک انسان ہی ہوں اور جس طرح میں سنتا ہوں، اسی کی روشنی میں فیصلہ کرتا ہوں۔ ممکن ہے ایک شخص اپنی دلیل و حجت پیش کرنے میں تیز طرار اور ہوشیار ہو اور میں اس کی گفتگو سے متاثر ہو کر اس کے حق میں فیصلہ کر دوں حالانکہ وہ حق پر نہ ہو اور اس طرح میں دوسرے مسلمان کا حق اسے دے دوں، اسے یاد رکھنا چاہیے کہ یہ آگ کا ٹکڑا ہے۔ یہ اس کی مرضی ہے چاہے تو لے لے یا چھوڑ دے۔“ (صحيح بخاری، كتاب الشهادة والحيل والأحكام. صحيح مسلم، كتاب الأقضية. بحواله تفسير مسجد نبوی ص ۲۵۳)

(۱۶۶) کسی کے اندر برائی دیکھو تو اس کا چرچا نہ کرو

﴿لَا يُحِبُّ اللّٰهُ الْجَهْرَ بِالسُّوْٓءِ مِنَ الْقَوْلِ اِلَّا مَنْ ظُلِمَ وَكَانَ اللّٰهُ سَمِيْعًا عَلِيْمًا﴾ (سورۃ نساء: ۱۴۸)

برائی کے ساتھ آواز بلند کرنے کو اللہ تعالیٰ پسند نہیں فرماتا مگر مظلوم کو اجازت ہے اور اللہ تعالیٰ خوب سنتا جانتا ہے۔

تشریح: شریعت نے یہ تاکید کی ہے کہ کسی کے اندر کوئی برائی دیکھو تو اس کا چرچا نہ کرو، بلکہ تنہائی میں اسے سمجھاؤ، الا یہ کہ کوئی دینی مصلحت ہو۔ اسی طرح کھلے عام اور علی الاعلان برائی کرنا بھی سخت ناپسندیدہ ہے۔ برائی کا ارتکاب ویسے ہی منع ہے، چاہے پردے کے اندر ہی کیوں نہ ہو۔ اسے برسرِ عام کیا جائے یہ مزید ایک جرم ہے اور اس کی وجہ سے اس برائی کا جرم دو چند بلکہ دہ چند ہو جاتا ہے۔ قرآن کے الفاظ مذکورہ سے دونوں قسم کی برائیوں کے اظہار سے ممانعت معلوم ہوتی ہے اور اس میں یہ بھی داخل ہے کہ کسی شخص کو گو اس کی کردہ یا ناکردہ حرکت پر برا بھلا کہا جائے۔ البتہ اس میں ایک استثناء ہے کہ اگر کسی نے تم پر ظلم کیا ہے تو تم لوگوں کے سامنے بیان کر سکتے ہو۔ جس کا ایک فائدہ یہ ہے کہ شاید وہ ظلم سے باز آ جائے یا اس کی تلافی کی سعی کرے۔ دوسرا فائدہ یہ ہے کہ لوگ اس سے بچ کر رہیں۔ حدیث میں آتا ہے کہ ایک شخص نبی ﷺ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوا اور کہا کہ مجھے میرا پڑوسی ایذا دیتا ہے۔ آپ ﷺ نے اس سے فرمایا: ”تم اپنا سامان نکال کر باہر راستے میں رکھ دو۔“ اس نے ایسا ہی کیا۔ چنانچہ جو بھی گزرتا اس سے پوچھتا، وہ پڑوسی کے ظالمانہ رویے کی وضاحت کرتا، جسے سن کر ہر رہ گزر اس پر لعنت ملامت کرتا۔ پڑوسی نے یہ تکلیف دہ صورتحال دیکھ کر معذرت کر لی اور آئندہ کے لیے ایذا نہ پہنچانے کا فیصلہ کر لیا اور اس سے اپنا سامان اندر رکھنے کی التجا کی۔ (سنن ابی داؤد۔ کتاب الادب)

(۱۶۷) اللہ تعالیٰ کی رحمت کے سو حصے ہیں

اللہ تعالیٰ کی وسعت رحمت ہی ہے کہ دنیا میں صالح و فاسق اور مؤمن و کافر دونوں ہی اس کی رحمت سے فیض یاب ہو رہے ہیں۔ حدیث میں آتا ہے ”اللہ تعالیٰ کی رحمت کے ۱۰۰ حصے ہیں۔ یہ اس کی رحمت کا ایک حصہ ہے کہ جس سے مخلوق ایک دوسرے پر رحم کرتی اور وحشی جانور اپنے بچوں پر شفقت کرتے ہیں اور اس نے اپنی رحمت کے ۹۹ حصے اپنے پاس رکھے ہیں۔ (صحیح مسلم نمبر ۲۱۰۸، وابن ماجہ حدیث، نمبر ۴۲۹۳، بحوالہ تفسیر مسجد نبوی ص ۴۵۹)

(۱۶۸) ہر متقی مؤمن اللہ کا ولی ہے

ہر متقی مؤمن اللہ کا ولی ہے۔ لوگ ولایت کے لیے اظہار کو ضروری سمجھتے ہیں اور پھر وہ اپنے بنائے ہوئے ولیوں کے لیے جھوٹی سچی کرامتیں مشہور کرتے ہیں۔ یہ خیال بالکل غلط ہے، کرامت کا ولایت سے چولی دامن کا ساتھ ہے نہ کہ اس کے لیے شرط۔ یہ ایک الگ چیز ہے کہ اگر کسی سے کرامت ظاہر ہو جائے تو اللہ کی مشیت ہے، اس میں اس بزرگ کی مشیت شامل نہیں ہے۔ لیکن کسی متقی مؤمن اور متبع سنت سے کرامت کا ظہور ہو یا نہ ہو، اس کی ولایت میں کوئی شک نہیں۔

(تفسیر مسجد نبوی ص ۵۸۲)

(۱۶۹) جنت اور جہنم میں جھگڑا

حدیث میں آیا ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: ”جنت اور دوزخ آپس میں جھگڑ پڑیں، جنت نے کہا کیا بات ہے کہ میرے اندر وہی لوگ آئیں گے جو کمزور اور معاشرے کے گرے پڑے لوگ ہوں گے؟“ جہنم نے کہا ”میرے اندر تو بڑے بڑے جبار اور متکبر قسم کے لوگ ہوں گے۔“ اللہ تعالیٰ نے جنت سے فرمایا: ”تو میری رحمت کی مظہر ہے، تیرے ذریعے سے

میں جس پر چاہوں اپنا رحم کروں۔ اور جہنم سے اللہ تعالیٰ نے فرمایا تو میرے عذاب کی مظہر ہے، تیرے ذریعے سے میں جس کو چاہوں سزا دوں۔ اللہ تعالیٰ جنت اور دوزخ دونوں کو بھر دے گا۔ جنت میں ہمیشہ اس کا فضل ہوگا، حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ ایسی مخلوق پیدا فرمائے گا جو جنت کے باقی ماندہ رقبے میں رہے گی اور جہنم، جہنمیوں کی کثرت کے باوجود "هَلْ مِنْ مَّزِيْد" کا نعرہ بلند کرے گی، یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ اس میں اپنا قدم رکھے گا، جس پر جہنم پکار اٹھے گی: "قَطْ قَطْ، وَعِزَّتِكَ" "بس بس! تیری عزت و جلال کی قسم۔" (صحیح بخاری، کتاب التوحید، باب ماجاء فی قولهٔ تعالٰی اِن رحمة اللّٰه قریب من المحسنین، وتفسیر سورۃ ق. مسلم کتاب الجنة باب النارید خلها الجبارون و الجنة یدخلها الضعفاء بحواله تفسیر مسجد نبوی ص ۲۳۶)

⑰⓪ سجدۂ تلاوت کی مسنون دعا

سجدۂ تلاوت کی مسنون دعا یہ ہے:

"سَجَدَ وَجْهِيَ لِلَّذِىْ خَلَقَهٗ، وَصَوَّرَهٗ، وَشَقَّ سَمْعَهٗ وَبَصَرَهٗ، بِحَوْلِهٖ وَقُوَّتِهٖ." (ابوداؤد، ترمذی. نسائی بحواله مشکوة، باب سجود القرآن) بعض روایات میں یہ اضافہ ہے "فَتَبَارَكَ اللّٰهُ اَحْسَنُ الْخَالِقِيْنَ."

⑰① منتخب اشعار

❶ آج ان ذروں کو بھی ناز اپنی تابانی پہ ہے
میرے در کا نقش سجدہ جن کی پیشانی پہ ہے

❷ ایک ہاتھی، ایک راجا، ایک رانی کے بغیر
نیند بچوں کو نہیں آتی کہانی کے بغیر

❸ دیوانے بھاگ جا دامن کی ساری دھجیاں لے کر
یہاں تارِ گریباں سے نئی زنجیر بنتی ہے

❹ واپسی کا کوئی سوال نہیں
گھر سے نکلے ہیں آنسوؤں کی طرح

❺ ہم تو وفا کے عادی ہیں
ظلم ترا دستور سہی

❻ پیاسے نے خشک ہونٹ نہ رکھے فرات پر
تاریخ میں یہ پانی کی پہلی شکست ہے

www.e-iqra.info

۷ پریوں کے دیس والی کہانی بھی خوب ہے
بچوں کو ماں نے پھر یوں ہی بھوکا سُلا دیا

۸ میرے سجدے اِسی دنیا میں میرے کام آئے ہیں
میرے قاتل نے مجھ کو میری پیشانی سے پہچانا

۹ پانی کی طرح بہہ گئیں صدیاں کبھی کبھی
اکثر ہوا ہے یوں بھی کہ لمحہ ٹھہر گیا

۱۰ ہم نے نگاہِ ناز کو سمجھا تھا نیشتر
تم نے تو مسکراکے رگِ جاں بنا دیا

۱۱ نہیں تیرا نشیمن قصرِ سلطانی کے گنبد پر
تو شاہیں ہے بسیرا کر پہاڑوں کی چٹانوں پر

۱۲ کچھ ایسے بدحواس ہوئے آندھیوں میں لوگ
جو پیڑ کھوکھلے تھے انھیں سے لپٹ گئے

۱۳ چاند کا کردار اپنایا ہے ہم نے دوستو
داغ اپنے پاس رکھے روشنی بانٹا کئے

۱۴ جب بلندی پر پہنچ جاتے ہیں لوگ
کس قدر چھوٹے نظر آتے ہیں لوگ

۱۵ وہ حبس تھا کہ دعا دو ہمیں جہاں والو
نہ ہم چراغ جلاتے نہ یہ ہوا چلتی

۱۶ کام اب کوئی نہ آئے گا فقط دل کے سوا
راستے بند ہیں سب کوچۂ قاتل کے سوا

۱۷ کچھ نہ کہنے سے بھی چھن جاتا ہے اعجازِ سخن
ظلم سہنے سے بھی ظالم کی مدد ہوتی ہے

۱۸ س دل پہ خدا کی رحمت ہوجس دل کی یہ حالت ہوتی ہے
ایک بار خطا ہوجاتی ہے سو بار ندامت ہوتی ہے

www.e-iqra.info

⑲ سورج کی سرپرستی سے نقصان یہ ہوا ہے
اب شمع مانگتا ہوں تو دیتا نہیں کوئی

⑳ دل کی آزادی شہنشاہی، شکم سامانِ موت
فیصلہ تیرا ترے ہاتھوں میں ہے دل یا شکم

(172) خوش رہ کر دوسروں کو خوش رکھیے

انسان کی زندگی خواہشات، امیدوں اور ذمے داریوں سے عبارت ہے۔ اپنی ابتدائی زندگی میں وہ صرف اپنے لیے خواہشات اور امیدیں رکھتا ہے۔ لیکن اسے بہت جلد احساس ہوجاتا ہے کہ وہ ایک ایسے معاشرے میں رہتا ہے، جہاں اسے صرف اپنے لیے نہیں بلکہ دوسروں کے لیے بھی بہت کچھ کرنا ہے۔ تب اس کی خواہشات اور امیدوں میں کچھ ذمہ داریاں بھی شامل ہوجاتی ہیں۔ اور ایسے موقع پر اپنی شخصیت کو قابلِ قدر اور قابلِ قبول بنانا بھی ایک اہم ضرورت ہے ایسا کرتے ہوئے جہاں چند نادانستہ اور فطری اور ذہنی عوامی شخصیت پر اثر انداز ہوتے ہیں وہاں خود انسان بھی لوگوں میں اپنی ذات کو تبدیل کرنے لگتا ہے۔ یہ ایک ایسا حساس مرحلہ ہوتا ہے کہ اکثر اوقات انسان اپنی ترجیحات اور پسند کو بھی یکسر فراموش کر بیٹھتا ہے۔ وہ ''اپنے'' لیے نہیں بلکہ ''دوسروں'' کے لیے جیتا ہے۔ ذیل میں ان تمام عوامل کو زیرِ بحث لایا گیا ہے جو آپ کی شخصیت کو بنانے اور بگاڑنے کے ذمہ دار ہوتے ہیں۔ اب یہ انسان پر منحصر ہے کہ وہ اپنے لیے کس راستے کا انتخاب کرتا ہے۔

(173) اندرونی احساسات کو چھپانا سیکھیے

بعض ناخوشگوار سچائیاں، تلخ حقیقتوں اور واقعات سے ہم کچھ نہ کچھ سیکھتے رہتے ہیں۔ چہرے کے تاثرات اور جسمانی حرکات وسکنات کے ذریعہ اپنے اندرونی احساس وجذبات کو ظاہر نہ کرنا بھی سیکھ لیتے ہیں۔ ہماری شخصیت کا یہ بناوٹی نقاب کئی لحاظ سے ہمارے لیے سودمند ثابت ہوتا ہے۔ ذرا تصور تو کریں کہ اگر ہمارا چہرہ کسی آئینے کی طرح ہمارے اندرونی خیالات و احساسات کی عکاسی کرنے لگے تو زندگی کیسی ہوجائے گی؟ ہوسکتا ہے ہم میں سے اکثر اپنی ملازمت سے ہاتھ دھو بیٹھیں اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ ازدواجی زندگی بھی متاثر اور انتشار کا شکار ہوجائے۔ کوئی دوست ہو اور نہ کوئی رشتہ دار، کیونکہ اپنے چہرے سے جھلکنے والے ''سچے تاثرات'' کے جرم میں ہم سب کو اپنا دشمن بنا چکے ہوں گے، لہٰذا آپ اس بات کے لیے پریشان نہ ہوں کہ آپ کی شخصیت میں منافقت یا دوغلے پن کا عنصر کیوں موجود ہے یا آپ تضاد سے سمجھوتہ کررہے ہیں۔ آپ اسے مصلحت کا نام بھی دے سکتے ہیں۔ ایک ایسی مصلحت جو سماجی تعلقات کو بہتر بنانے کے لیے نہایت ضروری ہے۔

(174) معاشرتی دباؤ سے مزاج کو ہم آہنگ بنائیں

ہم معاشرے میں مختلف لوگوں کے ساتھ کس طرح پیش آئیں، اس کا دارومدار ہماری ذہانت اور معاشی حالت پر ہے۔ معاشرے کے مزاج کے مطابق ہم کس طرح اپنے جذبات کا اظہار کریں یہ چیز رویوں کے بننے میں اہم رول ادا کرتی ہے۔ لوگ چاہتے ہیں کہ ہم ان کی پسند وناپسند کے مطابق اپنی شخصیت کو بنائیں، قطع نظر اس سے کہ ہمارے کیا احساسات ہیں اور فطرتاً ہمیں کیا بات اچھی لگتی ہے اور کیا بری، وہ مسلسل اپنی منوانے پر تلے رہتے ہیں۔ جو شخص اپنے آپ کو ان سے ہم آہنگ

کرنے میں کامیاب ہوجاتا ہے وہ اپنی زندگی کو کامیاب وکامران بنا دیتا ہے اور جو اس سے بغاوت کرتا ہے اس نے گویا خود کو لوگوں کی نظر میں برا بنا دیا۔ لیکن اس کا مطلب یہ بھی نہیں کہ آپ مکمل طور پر اپنی شخصیت کو فراموش کر دیں۔

(۱۷۵) تلخ باتوں کو بھول جائیں

ذرا غور کریں! زندگی کے چھوٹے چھوٹے سانحات یا واقعات کو اگر ہم یاد رکھیں تو زندگی کتنی تکلیف دہ ہو جائے گی۔ کسی نے کیا خوب کہا ہے کہ ''اگر آپ اپنے تعلقات کو خوش گوار اور دیرپا بنانا چاہتے ہیں تو ضروری ہے کہ آپ کی یادداشت محدود ہو۔''

فراموشی کی یہ عادت ایک اور افادیت رکھتی ہے۔ اکثر اوقات لوگ کسی خوفناک واقعہ سے دوچار ہوتے ہیں (مثلاً ایکسیڈنٹ، قتل، یا کوئی قدرتی سانحہ) تو ان کا دماغ ان کے اثرات سے بچنے کے لیے اپنی یادداشت کی دھند میں اسے چھپانے کی کوشش کرتا ہے، نتیجتاً دماغ پر ایک خود فراموشی کی کیفیت طاری ہو جاتی ہے۔ اس خود کار دفاعی عمل کی وجہ سے جسمانی اعصاب پر برے اثرات نہیں پڑتے۔ جن لوگوں میں تلخ اور ناپسندیدہ باتوں کو فراموش کرنے کی عادت نہیں ہوتی وہ زیادہ تر پریشان کن زندگی سے دوچار رہتے ہیں اور لوگوں سے ان کا رویہ بھی تلخ رہتا ہے۔ لہٰذا آپ کی کوشش ہونی چاہیے کہ جو باتیں آپ کی تکلیف کا باعث بنیں، انھیں جہاں تک ممکن ہو ذہن سے نکال دیں۔

(۱۷۶) لوگوں کے جذبات کی قدر کریں

آپ کا لوگوں کے ساتھ جذباتی رویہ کیسا ہوتا ہے؟ یہ چیز معاشرے میں خود کو ہر دلعزیز بنانے کے لیے بہت ضروری ہے۔ بہت سے افراد ذہانت اور قابلیت کے مالک ہوتے ہیں لیکن وہ لوگوں کے جذبات کی قدر نہیں کر پاتے، انھیں صرف اس بات کی پرواہ ہوتی ہے کہ لوگ ان کی شخصیت کو سمجھنے کی کوشش کریں اور یہی چیز انھیں معاشرتی طور پر نقصان پہنچاتی ہے، جبکہ اکثر لوگ ذہنی طور پر اتنے قابل نہیں ہوتے لیکن چونکہ وہ دوسروں کے جذبات کا پورا پورا خیال رکھتے ہیں اور سمجھدار افراد سے بھی زیادہ ذہین نظر آتے ہیں۔ آپ بے جا اور نام نہاد انا پسندی کا شکار نہ ہوں۔ اور نہ آپ کے کسی عمل سے لوگوں کے جذبات کو ٹھیس پہنچے۔

(۱۷۷) چاپلوسانہ روش سے گریز کیجیے

معاشرے میں دولت اور ظاہری خوبصورتی کی بنیاد پر انسان کو اہمیت دی جاتی ہے اور اسی بنیاد پر دوسروں کے جذبات کا خیال رکھتے ہیں۔ یہاں تک کہ ان کی شخصیت مکمل طور پر تصنع اور بناوٹ بن کر رہ جاتی ہے۔ ان کے دل میں کچھ ہوتا ہے اور زبان پر کچھ۔ انہیں خود اپنی شخصیت پر یقین نہیں ہوتا کہ وہ کیا ہیں اور ان کی حقیقی قدر و قیمت کیا ہے؟

یہ ایک ایسی نفسیاتی بیماری ہے، جس میں انسان کی ''انا'' اندر ہی اندر گھٹ کر رہ جاتی ہے۔ اکثر فلم اسٹار اس کے شکار ہوتے ہیں۔ ہم میں سے بھی ہر ایک شخص اپنی زندگی میں کبھی نہ کبھی اس کیفیت سے ضرور دوچار ہوتا ہے۔ اور اگر کوئی شخص یہ دعویٰ کرتا ہے کہ وہ کبھی اس مرض میں مبتلا نہیں ہوتا تو وہ غلط بیانی سے کام لے رہا ہے۔ یہ انسان پر منحصر کرتا ہے کہ اس بناوٹی ماحول سے نکلنے کی کس قدر صلاحیت رکھتا ہے اور یہ حوصلہ مندانہ قدم جتنی جلدی اٹھایا جائے گا، ایک متوازن اور اچھا انسان

بننے کے لیے اتنا ہی بہتر ہوگا۔

(۱۷۸) نظریات میں لچک پیدا کیجیے

ہم اپنی زندگی میں بعض مواقع پر ایسی باتیں کہتے ہیں جس سے ہمارے خیالات واحساسات کی ترجمانی نہیں ہوتی اور اس کی کئی وجوہات ہوسکتی ہیں۔ ہوسکتا ہے کہ ہم مروّتاً دوسروں کو ناراض کرنا نہیں چاہتے ہوں یا پھر دوسرے کی دل سے تعریف کرنے کے خواہش مند نہ ہوں لیکن اخلاقاً کرنا پڑتی ہو۔ اسی طرح بعض اوقات اپنی ذات کے لیے بھی اپنے حقیقی احساسات کو چھپانے کی ضرورت پڑتی ہے۔ وجہ کچھ بھی ہو، سچ تو یہ ہے کہ ہم اپنی زندگی کا زیادہ حصہ ”آدھے سچ اور آدھے جھوٹ“ کے سہارے بسر کرتے ہیں، ایک شخص کتنا ہی انا پرست یا خوددار ہونے کا دعویٰ کیوں نہ کرتا ہو وہ ساری زندگی اپنی انا کے حصار میں نہیں جی سکتا، کہیں نہ کہیں اسے لازمی طور پر خود کو دوسروں کی خاطر تھوڑا سا منکسر المزاج اور لچکدار بننا پڑتا ہے اور اکثر اوقات نہ چاہتے ہوئے بھی دوسروں کے جذبات کا خیال رکھنا پڑتا ہے۔

اے مالک دو جہاں   اے میرے پیارے خدا
ہم پہ رحمت ہو سدا   آنکھ سے جو بہتا ہے پانی
اُس پہ ہو تیری مہربانی   سینے میں جو درد جاگے
تیرا مرہم اُس پہ لاگے   جان پہ بن آئی ہے
ہر سو رسوائی ہے   ہم پہ رحمت ہو سدا
لب بھلے خاموش ہوں   سُن رہا ہے تو صدا
سب کا تو حاجت روا   مشکل میں تو مشکل کشا
راستے خاموش ہیں   گلستاں ویران ہے
ہم پہ رحمت ہو سدا   تیری رحمت سے ہے روشن
یہ جہاں تو ابتدا تو انتہا   طوفاں میں شمع جلا
کشتی تو ساحل پہ لگا   ہم پہ رحمت ہو سدا

(۱۷۹) کچھ منتخب اشعار

غیر آباد گھر کا دروازہ   کون کھولے گا کھٹکھٹانے سے
شام ہوتے ہی مہک اُٹھی فضا   یاد اُن کی رات رانی ہوگئی
بو کہاں سے آئے گی ماں باپ کے اطوار کی   دودھ ہے ڈبے کا اور تعلیم ہے سرکار کی
آدمی کوئی ہو چہرے سے نہ پرکھا جائے   کیا ضروری ہے کہ اندر بھی ہو باہر جیسا

(۱۸۰) نیک کردار بیوی ایک انمول خزانہ ہے

نیک کردار شریک حیات بلاشبہ ایک انمول خزانہ کے مانند ہے۔ تاریخ بتلاتی ہے کہ بعض بڑے نامور لوگوں کی ناموری

www.e-iqra.info

اور شہرت میں نیک سیرت شریک زندگی (بیوی) کا بھی بڑا دخل رہا ہے۔ چنانچہ دنیا کے سب سے محترم انسان حضرت محمد ﷺ پر جب غارِ حرا میں پہلی وحی حضرت جبرئیل علیہ السلام کے ذریعہ نازل ہوئی، تو آپ ﷺ بے حد متوحش و پریشان ہوئے۔ گھبراہٹ اور پسینہ آلود پیشانی لیے جب گھر تشریف لائے تو سب سے پہلے آپ ﷺ کو تسلی دینے، ماتھے کا پسینہ پوچھنے، ہمت و حوصلہ بڑھانے اور آپ ﷺ کے کلمۂ حق پر ایمان لانے والی، ہمدرد اور غمگسار ہستی اُم المومنین حضرت خدیجۃ الکبریٰ آپ ﷺ کی زوجۂ محترمہ تھیں۔ جنھوں نے قدم قدم پر جانثاری کا حق ادا کیا اور اپنی تمام دولت اشاعت اسلام کے لیے وقف کردی۔ اور جب آپ ﷺ مرض وفات میں مبتلا ہوئے اس وقت بھی آپ کا سرِ مبارک زانوئے اُم المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا پر ہی تھا۔ وہ امت کی مائیں تھیں جنھوں نے حضور سرورِ کائنات ﷺ کے تبلیغی مشن کے لیے اپنا سب کچھ قربان کیا۔ خاندانی اہل ثروت والی بعض زوجہ محترمہ بھی تھیں جو اگر چاہتیں تو اس دولت کا سہارا لے کر بڑے عیش و راحت کی زندگی بسر کرسکتی تھیں مگر انھوں نے زوجۂ رسول ﷺ بن کر عسرت کی زندگی کو دولت پر ترجیح دی۔ ایک حدیث پاک میں ہے کہ بہترین خزانہ نیک سیرت شریک زندگی ہے کہ جب مرد اس کو دیکھے تو وہ اسے خوش کردے اور جب شوہر اسے کچھ حکم دے تو وہ دل و جان سے اس کو پورا کرے اور اگر شوہر گھر میں موجود نہ ہو تو وہ اپنے نفس اور عصمت کی حفاظت، شوہر کے گھر کی حفاظت نیز بچوں کی بہترین تربیت کرے اور ایسے کسی شخص کو شوہر کی عدم موجودگی میں گھر کے اندر نہ آنے دے جس کا آنا شوہر کو ناپسند ہو۔ (نسائی کتاب النکاح، مسند احمد) یہ سچ ہے کہ دولت تو صرف مادی ضروریات کی تکمیل کرتی ہے، لیکن صالح عورت (بیوی) خاندان کو اور گھر کو خوشی اور امن و امان کا گہوارہ بنا دیتی ہے۔ وہ اپنی شیریں گفتگو اور بلند اخلاق سے گھر کی فضا میں مٹھاس گھول دیتی ہے اور محبت کی خوشبو سارے گھر میں بکھیر دیتی ہے۔ اس کا بلند اخلاق اور گھر کے سبھی افراد کے ساتھ خوشگوار برتاؤ خاندان کے تمام افراد کے لیے تربیت گاہ بن جاتا ہے۔ آپ ﷺ کا ارشاد گرامی ہے کہ آپ ﷺ فرماتے ہیں، پوری کائنات تو عارضی نفع پہنچاتی ہے مگر عورت (بیوی) دائمی خوشی اور خوشگوار زندگی (دنیا میں عارضی جنت کا نمونہ بن جاتی ہے) کی ضمانت ہے۔ کسی دانشور نے اس کو اس انداز سے ثابت کرنے کی کوشش کی جو حکایت کے طور پر درج ذیل ہے۔ جس میں عورتوں کے لیے لائق تقلید درس بھی ہے۔

ایک ضعیفہ جو باوجود کبرسنی کے انتہائی خوبصورت اور نورانی چہرہ کی مالکہ تھیں۔ ان سے کسی جوان شادی شدہ عورت نے اس نورانیت اور خوبصورتی کا راز دریافت کیا۔ اس معمر عورت نے جو کچھ کہا اس کا خلاصہ یہ ہے ”میں نے اپنے ہونٹوں پر ہمیشہ حق کی سرخی لگائی، اپنی زبان کو ہمیشہ اللہ کے ذکر سے تر رکھا، جن چیزوں کو اللہ نے دیکھنے سے منع فرمایا ہے ان سے ہمیشہ پرہیز کیا یعنی پرہیز کا سرمہ استعمال کیا، اپنے ہاتھوں میں عطا (سخاوت و فیاضی) کی مہندی لگائی اور اپنے اعمال پر صبر و استقامت کا پاؤڈر لگایا، اپنے دل پر خدا کی محبت اور اس کا خوف لازم کیا، اپنی عقل پر حکمت و بصیرت کو غالب رکھا اور اپنے نفس پر اللہ کے حکم کے بعد اپنے شوہر کی اطاعت اور خوشنودی کو مقدم جانا۔ نفس کو اس خیال سے باندھ کر رکھا کہ اللہ تو ہر جگہ ہے اور وہ ہر بات سے واقف ہے۔ وہ سب کچھ دیکھ رہا ہے۔ یہ میرے چہرے کا نور اسی نیک اعمال کا صدقہ ہے۔“ دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ مؤمنین کے گھرانوں کے ماحول کو بھی اسی بزرگ مؤمنہ خاتون کے اعمال جیسا بنا دے۔ آمین

(۱۸۱) اپنی ازدواجی زندگی کو خوش گوار بنائیے

میاں بیوی کے درمیان معمولی بات پر اختلاف کی صورت میں اگر عقل مندی اور حکمت کا مظاہرہ نہ کیا جائے تو

معاملات بگڑ جاتے ہیں۔ ازدواجی زندگی میں تلخیاں بھی آتی ہیں لیکن فی زمانہ دونوں جانب سے محض جذبات کا مظاہرہ کیا جاتا ہے۔ لڑکی اور لڑکے کے والدین بھی اولاد کی محبت اور ذاتی انا کی خاطر مسئلہ کو حل کرنے کے بجائے اسے پیچیدہ بنا دیتے ہیں۔ خاندان کے وہ بزرگ جنہیں صلح صفائی کرانی چاہیے وہ بھی معاملے کا ایک پہلو دیکھ کر حالات خراب کرنے کا باعث بنتے ہیں۔

میاں بیوی کے تلخ تعلقات میں یوں تو ہر دو فریق کا بنیادی کردار ہوتا ہے۔ لیکن ان تعلقات کو دوبارہ محبت کے راستہ پر لانے کی ہمیں بھرپور اور مخلصانہ کوشش کرنی چاہیے۔ حضور ﷺ کی زندگی ہمارے لیے مکمل طور پر قابل تقلید ہے، اس لیے ہمیں ازدواجی زندگی کے اس پہلو کو بھی حضور ﷺ کی حیات طیبہ سے سمجھنے کی کوشش کرنی چاہیے۔

حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا آپ ﷺ کی چہیتی بیٹی تھیں اور آپ ﷺ اپنے جگر کا ٹکڑا اور خواتین جنت کی سردار کہا کرتے تھے۔ ان کی شادی حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہوئی تھی جو عشرہ مبشرہ میں سے ہیں۔ اتنے عظیم مرتبہ پر فائز ان شخصیات کے درمیان بھی کبھی کبھار تلخیاں ہو جایا کرتی تھیں۔

سیرت کی کتابوں میں یہ واقعہ درج ہے کہ ایک بار دونوں کے درمیان کسی بات پر جھگڑا ہوگیا۔ حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اپنے شفیق باپ کی خدمت میں پہنچیں۔ پیچھے پیچھے دامادِ رسول ﷺ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی گھبرائے ہوئے پہنچے اور دروازے کی آڑ میں کھڑے ہوگئے۔ سوچنے لگے کہ اگر خدانخواستہ خدا کے رسول ﷺ ناراض ہوگئے تو دین و دنیا دونوں تباہ ہو جائیں گے۔

حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے حضور ﷺ سے اپنے شوہر کی شکایت کی، حال سنایا اور زار و قطار رونے لگیں۔ لیکن آپ ﷺ نے جو ردِعمل ظاہر کیا وہ ہماری سوچ کے بالکل برعکس ہے۔ گھر بسانے والا رویہ تھا، باپ نے بیٹی کو جو اس طرح روتے دیکھا تو دل بھر آیا، آبدیدہ ہوگئے۔ بیٹی کو سمجھاتے ہوئے شفیق باپ نے کہا: ’’بیٹی میں نے تمہارا نکاح اس شخص سے کیا ہے جو قریش کے جوانوں اور اسلام لانے والوں میں سب سے افضل ہے۔ بیٹی میاں بیوی میں کبھی کبھی ایسی باتیں ہو ہی جاتی ہیں، چاہے وہ کوئی سے میاں بیوی ہوں۔ اور بیٹی یہ کیسے ممکن ہے کہ مرد سارے کام ہمیشہ عورت کی مرضی کے مطابق ہی کیا کرے اور اپنی بیوی کو کچھ نہ کہے۔ جاؤ اپنے گھر جاؤ، خدا تمہیں خوش اور آباد رکھے اور میں تم دونوں کو خوش دیکھ کر اپنی آنکھیں ٹھنڈی رکھوں۔‘‘

حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا رخصت ہوئیں اور حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا دل بھر آیا، آڑ سے نکل کر سامنے آئے، آنکھوں میں آنسو تھے، رقت کے انداز میں حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے کہا: خدا کی قسم! آئندہ تم ایسی کوئی بات نہ دیکھو گی جس سے تمہارے نازک دل کو دکھ پہنچے۔ حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا دل بھر آیا اور کہنے لگیں کہ غلطی تو میری ہی تھی۔ پھر دونوں خوشی خوشی گھر لوٹ آئے۔

(۱۸۲) اپنے گھر کا ماحول اسلامی بنایئے

اسلام دشمن تحریکیں اور تنظیمیں اپنے اہداف و مقاصد کے پیش نظر عالمی پیمانے پر پوری دنیا خصوصاً مسلمانوں کے اندر الحاد و لادینیت اور عریانیت و فحاشیت عام کرنے اور اسلامی تہذیب و ثقافت کو مٹانے کی کوشش کرتی رہی ہیں۔ لیکن عصرِ حاضر میں ان کے اندر کسی قدر تیزی آگئی ہے۔ اس کے لیے وہ متعدد ترکیبیں اور تدبیریں اختیار کر رہی ہیں۔ مثلاً ویڈیو، ٹیلی

ویژن، ریڈیو، آڈیو کیسیٹ، مخرب اخلاق کتابیں، رسائل و جرائد اور لٹریچر۔ ان تمام آلات جدیدہ سے مسلح ہوکر وہ مسلمانوں کے ذہن وشعور سے اسلامی تعلیمات اور اسلامی تہذیب وثقافت کو کھرچ کر پھینک دینا چاہتے ہیں۔ خصوصاً ناپختہ شعور رکھنے والے بچوں اور بچیوں کو مغربی تہذیب کے سانچے میں ڈھال کر ان سے ان کی معصومیت، ان کا بھولا پن اور ان کی پاکیزگی اور عفت کو چھین لینا چاہتی ہیں۔

ستیزہ کار رہا ہے ازل سے تا امروز چراغ مصطفوی سے شرار بولہبی

سب سے زیادہ تکلیف دہ امر یہ ہے کہ وہ مسلمان جو کبھی اپنے اخلاق اور تہذیب وثقافت کے ذریعہ پوری دنیا پر حکومت کرتے تھے آج وہی جدیدیت اور ترقی کے نام پر مغربی تہذیب میں ڈھلتے جا رہے ہیں۔ ان پر عالم گیر فکری انحطاط اور عملی زوال طاری ہوتا جا رہا ہے۔ اکثر مسلم گھرانوں میں تمام مخرب اخلاق چیزیں در آئی ہیں۔ مسلمان بچے اور بچیاں غیر اسلامی افکار ونظریات کی دلدادہ نظر آ رہی ہیں اور اسلامی تعلیمات سے کوسوں دور ہوتی جا رہی ہیں۔ بہت سے خاندان ایسے بھی ہیں جنہیں مسلمان ہونے کے باوجود کلمہ توحید لا الٰہ الا اللّٰہ تک یاد نہیں ہے۔ وہ صرف خاندانی مسلمان ہیں۔ ان سے اگر کسی فلم یا سیریل کی کہانی پوچھی جائے تو وہ من وعن نقل کرنے میں ذرہ برابر بھی جھجھک محسوس نہیں کریں گے لیکن اگر ان سے یہ پوچھا جائے کہ ہمارے نبی ﷺ کا کیا نام ہے؟ آپ ﷺ پر کون سی کتاب نازل ہوئی؟ خلفائے راشدین کون تھے؟ اسلام کے بنیادی ارکان اور تقاضے کیا ہیں؟ تو وہ کوئی جواب نہیں دے پاتے۔ یہ صورتحال امت مسلمہ کے لیے بڑا المیہ اور لمحہ فکریہ ہے۔

بچوں کے موجودہ بگاڑ کے جملہ اسباب میں سب سے اہم سبب والدین کا اپنے فریضے سے بے توجہی برتنا ہے۔ بچے اور بچیاں اللہ کی جانب سے ایک امانت ہیں۔ ان کی اچھی تربیت اور دیکھ بھال کرنا، انھیں اسلامی تعلیمات کا پابند بنانا والدین کا دینی فریضہ ہے، کیونکہ بچوں کے بناؤ اور بگاڑ میں والدین کا بڑا عمل ہوتا ہے۔ ارشاد نبوی ہے: ’’ہر بچہ فطرت اسلام پر پیدا ہوتا ہے۔ پھر اس کے والدین اسے یہودی، نصرانی، یا مجوسی بنا دیتے ہیں۔‘‘ (بخاری، مسلم) یعنی بچے اپنے والدین کا عکس ہوا کرتے ہیں۔ ان کی مثال چھوٹے پودوں کے مانند ہوتی ہے کہ انھیں شجر کاری کرنے والا لگانے کے بعد اگر دیکھ بھال کرتا ہے، ان کی سینچائی کرتا ہے اور ہوا کے جھونکوں سے بچانے کے لیے لکڑیوں کا سہارا دیتا ہے اور انھیں حتی الامکان سیدھا رکھنے کی کوشش کرتا ہے تو وہ پودے بڑے ہونے کے بعد سیدھے اور لائق دید ہوتے ہیں اور اگر ان کو ان کی حالت پر چھوڑ دیتا ہے تو ڈالیاں اور شاخیں ادھر اُدھر جھک جاتی ہیں اور بے ڈھنگی معلوم ہوتی ہیں۔ اسی طرح بچوں کی اچھی اور غلط تربیت ان کے مستقبل کے بننے اور سنورنے میں اہم رول ادا کرتی ہیں۔

بچوں کی تعمیر اور تخریب میں ماں کی ذمہ داری بہت اہم ہوتی ہے۔ کیونکہ وہی نسل انسانی کی مربیہ ہوتی ہے۔ پورے خاندان اور معاشرے کے بناؤ اور بگاڑ کا دارومدار اسی پر ہوتا ہے۔ اللہ کے نبی ﷺ نے فرمایا: ’’عورت اپنے شوہر کے گھر اور اس کی اولاد کی نگراں ہے اور اس سے اولاد کے بارے میں پوچھ گچھ ہوگی۔‘‘ (بخاری ومسلم)

ایک ماں یہ فرض اس وقت انجام دے سکتی ہے جب وہ خود تربیت کے تمام اصول وضوابط سے مزین ہوگی۔ ایک ماں کے لیے ضروری ہے کہ وہ پختہ اور اعلیٰ سیرت وکردار کی مالک ہو، اپنے مقام ومرتبے کا شعور رکھے، خود کو اسلامی تعلیمات کا نمونہ بنائے، معروف اور اچھی باتوں کو اپنانے کی کوشش کرے اور منکر سے بچے۔ حلال وحرام کی پابندیوں کا لحاظ کرے، لالچ،

حسد، جھوٹ، بغض اور منافقت جیسی بیماریوں سے دور رہنے کی سعی کرے۔ اپنے خیالات، عبادات، معاشرت، دین، اخلاق غرض یہ کہ زندگی کے ہر شعبے کو دین کے تابع کر دے۔ اس کے بعد وہ اپنے بچوں کی تربیت کرتی ہے تو اس کے گھر کا ماحول اسلامی بن جائے گا۔ گھر سے غیر اسلامی رسوم و رواج اور قدیم و جدید جاہلیت کے آثار یکلخت ختم ہو جائیں گے۔ صحابیات اور عہد تابعین کی خواتین کی زندگیاں واضح ثبوت ہیں۔ اب بھی وقت ہے کہ مسلمان والدین اپنے اخلاق و کردار کو سنوار کر ایک نئے دور اور نئے معاشرے کی تشکیل و تعمیر کا عہد کریں۔ ایثار و محبت اور اخوت و بھائی چارگی کو عام کرنے کی کوشش کریں۔ اگر والدین نے ایسا نہیں کیا تو قیامت کے دن انھیں اللہ کے سامنے جواب دہ ہونا پڑے گا، جیسا کہ ارشاد نبوی ﷺ ہے کہ: ''تم میں ہر شخص نگراں ہے اور اس سے اس کی رعیت کے بارے میں سوال کیا جائے گا۔'' (بخاری، مسلم) اللہ ہمیں اس کی توفیق دے۔

(۱۸۳) حکمت کے موتی

۱ ایمان داری سے خرید و فروخت کرنے والے کا انجام نیکوکار اور شہیدوں کے ساتھ ہوگا۔

۲ تنگ دست آدمی جو رشتہ داروں سے میل ملاپ رکھتا ہے، اس مالدار سے اچھا ہے جو ان سے قطع تعلق رکھتا ہے۔

۳ برا آدمی کسی کے ساتھ نیک گمان نہیں رہ سکتا۔

۴ اصلاح کے بغیر پشیمانی ایسی ہے جیسے سوراخ بند کیے بغیر جہاز میں سے پانی نکالنا۔

۵ پریشانی دور کرنے کا آسان طریقہ یہ ہے کہ اپنے آپ کو کسی تعمیری کام میں مصروف رکھیں۔

۶ چالاک لوگ ان درندوں کے مانند ہیں جو اپنے شکار کی تاک میں ناخن چھپائے بیٹھے ہیں۔

۷ بنی اسرائیل اس لیے تباہ ہوئے کہ وہ غریبوں کو سزا دیتے تھے اور امیروں کو چھوڑ دیتے تھے۔

۸ دنیا خراب اخلاق کا نمونہ پیش کرے تب بھی انسان کو اپنے اخلاق حسنہ نہیں چھوڑنے چاہئیں۔

۹ اللہ سے اس کا فضل طلب کیا کرو۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ کو یہ پسند ہے کہ اس سے مانگا جائے۔

۱۰ ہر مقصد میں خدا تعالیٰ کی بڑائی، ملک کی بھلائی اور حق کی تلاش مدنظر رکھو۔

۱۱ اپنے دلوں سے دوستی کا حال پوچھو، کیونکہ یہ ایسے گواہ ہیں جو کسی سے رشوت نہیں لیتے۔

۱۲ اپنے مال کی خاطر لڑنے والا آخرت میں شہیدوں میں شامل ہوگا۔

۱۳ قرآن کریم اور ذکرِ الٰہی کو لازم پکڑ لو، کیونکہ یہ چیز تمہارے لیے روئے زمین پر نور اور آسمان پر ذکرِ خیر کا ذریعہ ہے۔

۱۴ جو لوگوں کا شکریہ ادا نہ کرے وہ خدا کا شکر گزار نہیں ہو سکتا۔

۱۵ سب سے بہتر جہاد یہ ہے کہ تم انتقام کی قدرت رکھتے ہوئے بھی غصہ کو پی جاؤ۔

۱۶ علم مال سے بہتر ہے کہ وہ تمہاری حفاظت کرتا ہے اور تم مال کی حفاظت کرتے ہو۔

۱۷ صرف خواہش کرنے سے ہر چیز نہیں مل جاتی، خواہش کے ساتھ جدوجہد بھی لازمی ہے۔

۱۸ اگر اونچی پرواز کرنا چاہتے ہو تو اپنی ہمت کو بلند رکھو کیونکہ ہمت ہی آپ کی طاقت ہے۔

۱۹ خود خوش رہنا چاہتے ہو تو دوسروں کو بھی خوش رکھا کرو۔

۲۰ کسی کی خوبیوں کی تعریف کرنے میں اپنا وقت برباد نہ کرو بلکہ اس کی خوبیاں اپنانے کی کوشش کرو۔

⑱④ شادی شدہ لڑکے اور لڑکی کی ذمہ داریاں

شادی شدہ مرد اپنی نئی نویلی دلہن کی محبت میں مگن اور مدہوش ہو جاتا ہے اور وہ باقی ساری دنیا کو بھلا بیٹھتا ہے۔ اس کی پوری توجہ بیوی کی خوشیوں کی طرف ہوتی ہے اور وہ خود بھی ان خوشیوں کے گہوارے میں جھولنا شروع کر دیتا ہے، **بعض اوقات** اس کے نتائج بڑے تباہ کن نکلتے ہیں۔

گزشتہ دنوں ایک لڑکے کی شادی ہوئی۔ لڑکے کے والد کو کسی ضروری کام سے شہر سے باہر جانا پڑا۔ وہ اپنے بیٹے کو بزنس کی دیکھ بھال کرنے کی ہدایت دے کر روانہ ہو گئے، جو عموماً دونوں مل کر سنبھالتے تھے۔ نوجوان دولہا اپنی نئی نویلی دلہن کی محبت میں ایسا سرشار رہا کہ والد کی تمام ہدایات کو یکسر فراموش کر دیا جس کے نتیجے میں زبردست مالی خسارے کا سامنا کرنا پڑا۔ اگر بیوی میں عقل ہوتی تو وہ اپنے میاں کو مجبور کر سکتی تھی کہ وہ محبت کی گرداب سے نکل کر کاروبار کی طرف بھی توجہ دے۔ ایسی صورت میں یہ افسوس ناک صورتحال نہ دیکھنی پڑتی۔

ایک بیوی کا فرض ہے کہ وہ اس بات کو یقینی بنائے کہ اس کا شوہر اپنی ڈیوٹی اور فرائض سے غفلت نہ برتے اور اسی طرح کسی شوہر کے لیے مناسب نہیں ہے کہ وہ کسی سانحہ کے پیش آ جا۔ نہ کی صورت میں ساری ذمہ داری بیوی کے سر پر ڈال دے۔ اس پر خود غرض، مطلب پرست اور غیر حساس ہونے کا الزام لگائے۔

ایک شادی شدہ جوڑا ہنی مون منا کر جب گھر لوٹا تو شوہر بجائے دفتر جانے کے تین دنوں تک مسلسل دفتر میں فون کر کے یہ کہتا رہا کہ اس کی طبیعت خراب ہے۔ شروع میں یہ بات بیوی کو بھی اچھی معلوم ہوئی کہ اس کا شوہر اسے کتنا چاہتا ہے اور اس کے دل میں اس کی کتنی اہمیت ہے۔ لیکن پھر اسے احساس ہوا کہ یہ طریقہ غلط ہے اور اس نے خود ہی اپنے شوہر کو کام پر جانے کے لیے اس طرح مجبور کیا کہ اسے برا بھی نہ لگے اور اپنی ذمہ داری بھی بخوبی نبھا تا رہے۔

بعض مرتبہ بیٹا ماں باپ کے لیے اپنے فرائض سے کوتاہی برتنے لگتا ہے۔ شادی کے بعد تو بوڑھے والدین کے لیے اس کے پاس وقت ہی نہیں رہتا۔ لیکن اگر دلہن کو ساس سسر کی تکلیف کا بخوبی احساس ہو تو وہ بڑی آسانی سے ساس سسر اور شوہر کے درمیان ''پل'' کا کام انجام دے سکتی ہے اور اپنے شوہر کو والدین کے فرائض یاد دلا سکتی ہے۔

فضول خرچ شوہروں کو انکی بیویاں موقع شناسی سے کام لے کر اور تھوڑی سمجھداری سے انھیں اپنے پیسے کی اہمیت کا احساس دلا سکتی ہیں۔ ایک صاحب جو اپنی پوری تنخواہ ۲۰ تاریخ تک ختم کر دیتے اور پھر اس کے بعد وہ اخراجات پورے کرنے کے لیے دوستوں سے قرض لے کر گزارا کرتے تھے، لیکن شادی کرنے کے بعد ان کی زندگی یکسر تبدیل ہو گئی۔ بیوی نے شوہر کی تنخواہ کا حساب اپنے ہاتھوں میں لے لیا۔ ذہانت سے بجٹ بنانے اور خرچ کرنے کے باعث انھوں نے اخراجات پورے کرنے کے علاوہ ہنگامی ضرورتوں کے لیے تھوڑی سی رقم پس انداز بھی کرنا شروع کر دی۔

بعض اوقات کوئی لڑکا شادی کے وقت کسی پروفیشنل ادارے میں تعلیم حاصل کر رہا ہوتا ہے، چنانچہ اپنی خوبصورت دلہن کی زلف کا اسیر ہو کر وہ اپنی ساری پڑھائی بھلا بیٹھتا ہے۔ یہ صورتحال بھی خطرے سے پُر ہے۔ صرف ذہین دلہن ہی سمجھداری سے کام لیتے ہوئے اپنے شوہر کو پڑھائی کی طرف راغب کر سکتی ہے۔ وہ اپنی کوشش سے اس بات کو یقینی بنائے کہ پڑھائی پر توجہ مرکوز کرنے کے لیے شوہر کو خاموش ماحول میسر آئے، اور وہ اپنے شوہر کو ہلکی لیکن غذائیت سے پُر خوراک بھی دے۔ اس

طرح شوہر کی کامیابی کے انعام سے بیوی بھی نوازی جائے گی۔ ظاہر ہے اچھے نتائج حاصل کرنے کے بعد جب وہ اعلیٰ عہدے پر فائز ہوگا تو بیوی کو بھی راحت اور خوشیاں میسر آئیں گی۔

یہ ایک صرف پہلو ہے۔ جس میں ہم صرف عورت کو ہر چیز کا ذمہ دار قرار دیتے ہیں۔ کیا ہم یہ نہیں سوچ سکتے کہ کسی بھی غلطی یا کوتاہی میں تنہا لڑکی ہی ذمہ دار نہیں ہوتی؟ ہم یہ بخوبی جانتے ہیں کہ لڑکی اپنے ماں باپ کے گھر سے رخصت ہوکر ایک نئے ماحول، نئے لوگوں کے بیچ ایک نئے ہمسفر کے ساتھ نئی زندگی کا آغاز کرتی ہے۔ ایسے میں اگر اسے پیار کرنے والا شوہر مل جائے جو اس کا ہر ممکن خیال رکھتا ہو، اسے سر آنکھوں پر بٹھاتا ہو، اور اس کی ہر بات پوری کرتا ہو اور ساتھ ہی اپنے گھر والوں کے تئیں اپنی دوسری ذمہ داریوں سے خود ہی منہ موڑ لیتا ہو تو اس میں کس کی غلطی ہے؟ کیا اس کی ذمہ دار صرف لڑکی ہے جس نے ابھی پوری طرح سے گھر کے ماحول کو نہ سمجھا اور نہ ہی افراد خانہ کے مزاج کو ہی سمجھ پائی ہو۔ اس میں اگر اس کا شوہر اپنے فرائض سے کوتاہی کر رہا ہے تو اس کا ذمہ دار صرف اور صرف اس عورت کو ہی کیوں ٹھہرایا جاتا ہے۔ اگر لڑکا یعنی شوہر اپنی بیوی سے پیار، محبت کا برتاو کرتا ہے تو یہ اس کا فرض ہے اور ساتھ ہی یہ بھی اس کا فرض ہے کہ وہ اپنے والدین اور اپنے افراد خانہ کی بھی ضرورتوں اور گھر کے تئیں ذمہ داریوں کو سمجھے۔ اگر وہ ایسا نہیں کرتا تو لڑکی پر یہ تہمت نہیں لگانی چاہیے کہ اس نے اپنے شوہر کو اس پر مجبور کیا ہے۔

اگر کسی کاروبار میں نقصان ہوجائے، گھر میں کسی بھی قسم کی مالی پریشانی ہوجائے یا خدانخواستہ کسی کی موت ہوجائے تو، ترقی یافتہ اور تعلیم یافتہ سماج ہونے کے باوجود اس کا الزام نئی نویلی دلہن کے سر ڈال دیا جاتا ہے۔

شادی کے بعد لڑکا والدین اور گھر کے افراد کے تئیں اپنی ذمہ داریوں سے۔ کوتاہی برتتا ہے تو یقینی طور پر بیوی کا یہ فرض ہے کہ وہ اپنی صلاحیت اور قابلیت سے اسے اس طرح کی غفلت برتنے سے باز رکھے، لیکن اس کے باوجود اگر لڑکا اپنی ذمہ داریوں کو نہیں نبھاتا تو اس کا الزام لڑکی پر لگانا سراسر غلط ہے۔ ہاں اگر لڑکی بھی اپنی ذمہ داریوں سے کوتاہی برتتے تب میاں بیوی دونوں ہی اس کے ذمہ دار ہوں گے کیونکہ لڑکے کا نہ صرف یہ فرض ہے کہ وہ اپنی بیوی کا حق ادا کرے بلکہ اپنے والدین اور گھر کے تمام افراد کی خوشحالی کا خیال رکھے اور سمجھدار وہی ہے جو نہ صرف بیوی سے پیار کرے بلکہ والدین اور تمام افراد خانہ کے تئیں اپنی ذمہ داریوں کو بخوبی انجام دے۔

(۱۸۵) ستاروں سے آگے جہاں اور بھی ہے

قدرت کا یہ احسانِ عظیم ہے کہ انگنت صلاحیتوں اور احساسات کو یکجا کرتے ہوئے انسان کو اشرف المخلوقات کا درجہ دیا، ایسا بھی ہوسکتا تھا کہ بجائے انسان کے حیوان یا کوئی چرند کی شکل دے دیتا۔ قدرت نے انسان کو ایک نہایت ہی خوبصورت سانچے میں ڈھالا ہے اور اس کے جسم کے ہر عضو کو توانا، کار آمد اور کامل بنایا ہے، ایسی بھی صورتیں ہیں کہ کسی مصلحت کی بنا پر قدرت نے انسان کو کسی عضو یا احساس سے جزوی یا کلی طور پر محروم کر دیا اور اس کو پیدائشی بدصورت یا بیمار یا پھر معذور بنا دیا یا بجائے کسی ممتاز و معزز قوم، قبیلے یا خاندان میں پیدا کیے جانے کے اس کے برعکس عمل کیا۔

درحقیقت معذور وہ ہے جو اپنے آپ کو لاچار و مجبور سمجھے یا کسی معقول یا حتیٰ کہ معمولی کام کی انجام دہی میں بھی اپنی معذوری کا عذر پیش کرتے ہوئے خود کو دوسروں کے رحم و کرم کے حوالے کر دے۔ قدرت کا ایک اٹل اصول و فطری مصلحت ہے کہ ہم میں سے کوئی نہ کوئی کسی نہ کسی چھوٹی یا بڑی خامی میں مبتلا اور نقص سے دوچار ہے۔ ہم صرف ایک نامکمل شخص کی

نمائندگی کرتے ہیں۔ کوئی بھی یہ دعویٰ کبھی بھی نہیں کرسکتا کہ وہ ہر زاویہ سے ایک مکمل شخصیت ہے۔ زندگی کے اس طویل سفر میں کہیں نہ کہیں اس کا نقص و لاچاری ابھر کر آتی ہے۔ اس لیے مایوس ہونے اور افسوس کرنے کے بجائے ہم کو اپنی خامیوں سے آگاہ ہونا اور ان کو قبول کرنا چاہیے۔

اس دنیا میں کوئی شخص یا چیز باوجود اپنے نقص اور خامی کے ناکارہ اور بے مصرف نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمارے ان نقائص کو بہتر طور پر استعمال کرنے اور دنیا کو فیضیاب ہونے کے مواقع فراہم کرتا ہے تاکہ انسان میں یہ خوشگوار احساس پیدا ہو کہ اس کی زندگی ان خامیوں کے باوجود اس کے لیے بلکہ دنیا اور اس کے خاندان کے لیے خوبصورت تحفہ ہے۔ یہ حقیقت صرف اور صرف محسوس کرنے، جاننے اور عمل کرنے سے تعلق رکھتی ہے۔

دنیا میں بے شمار مثالیں ایسی ہیں کہ بالکل معذور انسانوں نے جو پیدائشی طور پر یا پیدائش کے بعد کسی مہلک بیماری یا کسی حادثہ کے باعث کسی عضوی خرابی یا خامی اور صلاحیت سے جزوی یا مکمل طور پر محروم ہو چکے ہیں، اپنی معذوری کے باوجود زندگی کا دلیرانہ مقابلہ کیا، حالات سے نبرد آزما ہوئے اور اپنی پوشیدہ صلاحیتوں کو بروئے کار لاکر اپنے وقت کی نہایت ہی کامیاب اور مثالی شخصیت بن کر ابھری اور دنیا ان کی تعظیم و تکریم کرنے پر مجبور ہوئی۔ رشک آتا ہے اور حیرت ہوتی ایسے لوگوں کے بڑے کارناموں پر جن کی توقع بھی ان سے نہیں کی جاسکتی، مگر وہ کام ان لوگوں نے کر دکھایا۔

⑱⑥ مشرقی اور مغربی تہذیب کا فرق

مشرق و مغرب کے تضاد اور مغرب کی برائیوں کے بارے میں ہم بہت سی باتیں کرتے ہیں اور مشرقی تہذیب کو سب سے بہتر اور اچھی تہذیب قرار دیتے ہیں۔ کیا مغربی تہذیب کو برا کہنے سے ہم اپنی تہذیب اور اپنے معاشرے کی برائیوں کو چھپا سکتے ہیں یا اس بات کا دعویٰ کر سکتے ہیں کہ ہم اپنی مشرقی تہذیب اور اپنے معاشرے کی ہر ضرورت کو سچائی اور ہر رشتے کو پوری ایمان داری سے نبھا رہے ہیں؟ ان سب باتوں کا جواب ہمیں خود ہی تلاش کرنا ہوگا تب کہیں جاکر ہم اپنے آپ کو مشرقی تہذیب اور انسانی رشتوں کی اہمیت اور ضرورت کو سمجھنے اور اسے پورا کرنے والا کہہ سکتے ہیں۔ ذیل میں اسی بات پر روشنی ڈالنے کی کوشش کی گئی ہے۔

ایک مفکر نے کہا تھا: ’’مشرق، مشرق ہے اور مغرب، مغرب اور یہ دونوں کبھی باہم نہیں مل سکتے۔ ہر آدمی کی ہر بات درست نہیں ہوتی، لیکن یہ بات ضرور درست مانی جاسکتی ہے کہ واقعی مشرق کی کچھ باتیں مغرب کی کچھ باتوں سے قطعی مختلف ہیں۔ کچھ خوبیاں ہماری مشرقی روایات اور اقتدار میں پائی جاتی ہیں۔ کچھ اچھائیاں مغرب کے اصول پسند معاشرے کا لازمی اور بہترین حصہ ہیں۔ مشرق اپنی اخلاقی قدروں اور روحانی پاکیزگی کے حوالے سے مغرب سے کہیں بلند ہے اور طریقہ ہائے زندگی کو درست طور پر چلانے میں مغرب ہم سے کہیں بہتر ہے۔

کہا جاتا ہے کہ انگریز برصغیر سے جاتے ہوئے تین چیزیں لے کر گئے: خوف خدا، قانون کا احترام اور وقت کی پابندی۔ اگر ہم اپنے معمولات زندگی پر نظر ڈالیں تو واقعی ہمارا دامن ان چیزوں سے خالی دکھائی دیتا ہے۔ لیکن مغرب نے والدین کا احترام، بزرگوں کی عزت، رشتے ناتوں کی اہمیت اور گھر گرہستی جیسی انمول چیزوں کو کھودیا ہے، اس لیے یہ بات کہی جاسکتی ہے کہ مشرق بہرحال مشرق ہے۔ لیکن صرف چند اچھی باتوں پر فخر کرنے سے ہم اپنی خامیوں کی پردہ پوشی نہیں کرسکتے۔

یہ بات ہمارے ذہنوں میں رہے کہ معاشرہ افراد سے تشکیل پاتا ہے۔ انسان کبھی اکیلا نہیں رہ سکتا۔ اسے اپنی زندگی بہتر اور محفوظ طریقے سے بسر کرنے کے لیے گروہ کی ضرورت ہوتی ہے۔ اس کا خاندان قبیلہ، قوم اور ملک اس کی اس ضرورت کو پورا کرنے میں اس کے ساتھ شریک ہوتے ہیں۔

انسان بلاشبہ ایک معاشرتی حیوان ہے۔ اس لیے اسے اپنے دل کا حال سننے، سنانے والا کوئی ہمدم، کوئی ساتھی درکار ہوتا ہے۔ تارک الدنیا ہو جانے سے، دنیا کو تیاگ دینے سے انسان کو کبھی سکون میسر نہیں آتا۔ اس لیے اللہ تعالیٰ نے اہلِ ایمان کو رشتے نبھانے، گھر بنانے، خاندان کے ساتھ مل جل کر رہنے کی تلقین کی کہ انسان ایک دوسرے کے دکھ درد کو بانٹ سکے، ایک دوسرے کی خوشیوں میں شریک ہو سکے، مشکلات میں ایک دوسرے کی مدد کر سکے اور جب خود کسی پریشانی کا شکار ہو تو اسے چار لوگ حوصلہ دینے والے موجود ہوں۔ لیکن ذرا اپنے معاشرے کے مجموعی حالات پر نظر ڈالیے تو معاشرے کی حالت کچھ اور ہی نظر آتی ہے۔ ایسے ہی حالات پر مرزا غالب کا یہ شعر صحیح ثابت ہوتا ہے:

رہیے اب ایسی جگہ چل کر جہاں کوئی نہ ہو   ہم سخن کوئی نہ ہو اور ہم زباں کوئی نہ

اور معاشرے کی حالت زار کو دیکھتے ہوئے فیض کو اپنا درد ان لفظوں میں بیان کرنا پڑا:

زندگی کیا مفلس کی قبا ہے جس میں   ہر گھڑی درد کے پیوند لگے جاتے ہیں

یہ کیفیت ہر اس درد مند اور حساس شخص کے دل پر طاری ہوتی ہے جو انسان کو انسان سے محبت کرتے ہوئے دیکھنا چاہتا ہے۔ جب وہ انسان کو محض اولادِ آدم نہیں بلکہ شرف انسانیت سے بھی ہمکنار دیکھنا پسند کرتا ہے، مگر کیا ہمارا معاشرہ جس میں بے شمار خوبیاں ہیں واقعی اتنا ہی قابل ہے جتنا ہم کہتے ہیں یا سمجھتے ہیں۔ ہم گھر اور گرہستی یعنی چادر اور چار دیواری کے تحفظ کی بات کرتے ہیں، لیکن یہ ہمارا ہی معاشرہ ہے جہاں عورت اگر اکیلی ہو تو خود کو غیر محفوظ سمجھتی ہے اور اپنے حقیقی رشتوں کے ساتھ ہو تب بھی استحصال کا شکار ہوتی ہے۔

سچ یقیناً کڑوا ہوتا ہے۔ آج ہمارے معاشرے میں خواتین اپنے حقیقی رشتوں کے ہاتھوں زیادہ ذلیل و خوار ہوتی ہیں۔ اگر وہ بیٹی ہے تو باپ کی عزت پر قربان ہو رہی ہے۔ ماں ہے تو بیٹے کی محبت پر مر رہی ہے، بہن ہے تو بھائی کی غیرت کے بوجھ تلے پس رہی ہے اور بیوی شوہر کی زیادتی کا شکار ہے۔ غرض وہ ساس ہے یا بہو، نند ہے یا بھاوج، دیورانی ہے یا جٹھانی، جہاں جہاں مرد اس کے ساتھ ہے وہ اپنی جیسی دوسری عورت کا استحصال کر رہی ہے کیونکہ کمزور کی حکومت کمزور ہی پر ہوتی ہے۔ مرد پر وہ حاکم نہیں ہو سکتی، اس لیے اپنی جیسی عورت کو محکوم بنا کر خوش ہوتی ہے۔

ایک طرف تو ہم اپنے بزرگوں کا خیال رکھنے کا دعویٰ کرتے ہیں اور دوسری طرف پبلک ٹرانسپورٹ میں کھڑے ہو کر سفر کرنے والے بزرگوں پر نظر ڈالیے۔ بینکوں کی قطار میں، ٹیلی فون اور بجلی وغیرہ کے بل جمع کرنے کی قطار میں، سودا سلف لانے لے جانے والے، بوجھ اٹھانے والے اپنی جسمانی طاقت سے زیادہ مشکل کام کرنے والے، اسپتالوں میں کھڑے ہوئے بے بس و لاچار بزرگوں کو دیکھئے! کیا ہم میں سے زیادہ تر لوگ ایسے ہیں یا چند لوگ ایسے ہیں جو ان بزرگوں کی مدد کر کے خوشی محسوس کرتے ہیں؟ سوچنے اور کرنے کے لیے ہمارے پاس بے شمار باتیں اور بہت سے کام ہیں، بس صاحب دل ہونا چاہیے۔ ہمارے یہاں ان باتوں کو بیان کرنے کا مقصد، صرف آپ کے ذہن پر دستک دینا ہے۔ یہ سب طے شدہ باتیں ہیں لیکن مجموعی طور پر جو نظر آتا ہے اسے دیکھ کر اس پر غور کر کے اگر اپنی خامیوں کو دور کر لیا جائے تو مشرق یقیناً اپنی

خوبیوں کے ساتھ مغرب سے زیادہ بہتر معاشرہ بن سکتا ہے، کیونکہ زندگی ٹیکنالوجی کے ساتھ نہیں انسانوں کے ساتھ بسر کی جاتی ہے۔

⑱⑦ فجر کی نماز پڑھ کر بلاعذر سو جانا منع ہے

صبح کی نماز پڑھ کر طلوعِ آفتاب تک بغیر کسی وجہ سے سونا درست نہیں ہے۔ یہ عبادت اور ذکر الٰہی کا وقت ہے۔ تمام چیزیں اپنی اپنی زبان میں خدا کی حمد و ثنا اور تسبیح میں مصروف ہوتی ہیں۔ انسان کو ذکرِ الٰہی سے غافل نہیں رہنا چاہیے۔ صبح کو سونے سے آدمی کی روزی سلب ہوجاتی ہے۔ نبی ﷺ فرماتے ہیں: نَوْمُ الصُّبحِ یَمْنَعُ الرِّزْقَ ''صبح کا سونا روزی سے محروم کردیتا ہے۔'' حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا روایت کرتی ہیں کہ میں صبح کو سوئی ہوئی تھی، رسول اللہ ﷺ میرے پاس سے گزرے تو آپ ﷺ نے پاؤں سے مجھے ہلا کر فرمایا: اے میری پیاری بچی کھڑی ہوجا۔ پروردگار کی روزی کے پاس حاضر ہو۔ غافلین میں سے مت ہو۔ اللہ تعالیٰ صبح صادق اور آفتاب نکلنے کے درمیان لوگوں کی روزیاں تقسیم کرتا ہے۔ اور حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے آفتاب نکلنے سے پہلے سونے سے منع فرمایا ہے۔ لہٰذا صبح کی نماز کے بعد ذکرِ الٰہی، تلاوت قرآن مجید اور وظائف میں مشغول رہنا چاہیے۔ اللہ تعالیٰ ہم کو نیک عمل کی توفیق مرحمت فرمائے۔ (آمین) (احمد جلد ۱ ص ۷۳، الکامل جلد ۱ ص ۳۲۱)

* * *

www.e-iqra.info